آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے

خطباتِ مصطفائی	خطباتِ شفیقی
(1)۔ عظمتِ رسالتِ مآب ﷺ	(1)۔ محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں
(2)۔ ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	(2)۔ جمیع عالم برائے مصطفی ﷺ
(3)۔ ولی کی پہچان	(3)۔ امت کا معنی اور اس کا مفہوم
(4)۔ سنّت اور بدعت	(4)۔ امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی
(5)۔ نورِ حِسّی اور نورِ معنوی	(5)۔ اعلی حضرت کا عشق رسول ﷺ
(6)۔ تفسیر سورۂ تکاثر	(6)۔ تفسیر سورۂ کوثر محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دے دیا

خطیب اول: مبلغ اسلام پیر زادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

خطیب ثانی و مرتب: مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

ناشر: مکتبۃ السنہ (دھلی)

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ و علی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ

خطباتِ مصطفائی

و

خطباتِ شفیقی

(حصہ اوّل)

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
1	عظمتِ رسالتِ مآب ﷺ	1	محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں
2	ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	2	جمیع عالم برائے مصطفی ﷺ
3	ولی کی پہچان	3	امت کا معنی اور اس کا مفہوم
4	سنّت اور بدعت	4	امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی
5	نورِ حِسّی اور نورِ معنوی	5	اعلی حضرت کا عشق رسول ﷺ
6	تفسیر سورۂ تکاثر	6	تفسیر سورۂ کوثر: محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دے دیا

خطیبِ اوّل: مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

خطیبِ ثانی و مرتب: مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

ناشر: مکتبۃ السنہ دہلی (ہند)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کا نام	:	خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی (حصہ اوّل)
خطیب اوّل	:	مبلغ اسلام پیر زادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی
خطیب ثانی	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
مرتب	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
نظرِ ثانی	:	
بارِ اوّل	:	
صفحات	:	
ناشر	:	مکتبۃ السنہ (آگرہ یوپی الہند)

پتہ: : (نزد فیضانِ مدینہ، تاج نگری فیس ۲ تاج گنج آگرہ یوپی الہند

Pin code: 282001

اس کتاب کو چھپوانے کے خواہش مند حضرات اس نمبر پر رابطہ کریں

calling & whats app no: +918808693818

فہرست

خطیبِ اوّل کا تعارف

ولادت باسعادت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی ۱۶ مارچ 1972ء کو کاموں کی (گوجرانوالہ) کے نواحی گاؤں مصطفی آباد شریف میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی بزرگ الحاج خواجہ دین محمد مصطفائی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قیام پاکستان کے وقت گورداسپور پنجاب سے ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے۔

تعلیم وتربیت

آپ کا ایک علمی اور روحانی خاندان سے تعلق ہے آپ کے والد کا نام پیر دین محمد مصطفائی ہے نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے۔ قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والدِ گرامی سے پڑھیں جبکہ میٹرک تک کی تعلیم مقامی اسکول سے ہی حاصل کی استاذ الاکابر، امامِ اہلسنت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری الوری کے شاگرد رشید شیخ الحدیث مفتی محمد حبیب اللہ نقشبندی، جامع معقول و منقول مفتی محمد نصرت اللہ مجددی فارابی، شیخ الحدیث حافظ محمد عالم محدث سیالکوٹی اور دیگر جیّد اساتذہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی، الشھادۃ العالمیہ (ایم اے عربی واسلامیات) اور علوم السنہ شرقیہ میں نمایاں کامیابی کے بعد ۱۹۹۳ میں مسندِ تدریس سنبھالی تو قرآن وحدیث، فقہ اسلامی ءفلسفہ و منطق ءادب و انشاء اور دیگر علوم وفنون سے ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری وساری ہے۔

بیعت وخلافت

1994 میں ولی کامل خواجہ میاں محمد جی مصطفائی اور اپنے مرشد و مربی خواجہ دین محمد مصطفائی سے خلافت واجازت پائی اور سالکان طریقت کی سلوک نقشبندیہ کے مطابق تربیت کا آغاز کیا۔

فلاحی ادارہ

مولانا رضا ثاقب مصطفائی نے فلاحی کام کرنے کے لیے ایک فاونڈیشن کا بھی قیام کیا" ادارۃ المصطفےٰ"، "مرکز مصطفےٰ"، "جامعۃ المصطفےٰ"، "الکلیۃ المصطفویہ للبنات""" المصطفےٰ اسلامک سنٹرز"، "المصطفےٰ ایمبولینس سروس"، "ادارۃ المصطفےٰ ٹرسٹ" اسی جہد مسلسل کے منزل نوازراستے ہیں۔

بحیثت مبلغ

علامہ ثاقب رضا مصطفائی درس قرآن کے حوالے سے بڑے مشہور ہیں اور نوجوان نسل آپ کو بہت پسند کرتی ہے۔ وطن عزیز پاکستان اور دنیا کے پانچ بر اعظموں میں مسلسل تبلیغی اسفار کر چکے ہیں نیز الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے کروڑوں لوگوں تک پیغام حق کا ابلاغ ان کا بہت بڑا اعزاز ہے۔

مختلف سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور یونیورسٹیز میں بطور خاص لیکچرز کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں۔ تمام طبقہ ہائے زندگی بالخصوص نوجوان ان سے شدید محبت کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کے فالوورز موجود نہ ہوں آپ گوجرانوالہ میں "جامعۃ المصطفٰی" کے نام سے اسلامک یونیورسٹی کو چلا رہے ہیں اور آپ "مرکز مصطفٰی" میں جمعتہ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں جس میں پورے پاکستان سے کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں آپ پاکستان کے ۷۰ مختلف شہروں میں درس قرآن بھی ارشاد فرماتے ہیں اس کے علاوہ آپ اپنے اصلاحی گفتگو کرنے اور معتدل انداز تکلم کی بدولت بے حد مقبول ہیں۔

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّد
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

خطیبِ ثانی کا تعارف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیْ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

مولانا نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریا کوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَریَّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ

اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

خطیب ثانی کی اصلاحی کتب

1☆...مافعل اللہ بک (حصہ اول)

2☆...مافعل اللہ بک (حصہ دوم)

3☆...مافعل اللہ بک (حصہ سوم)

4☆...میری سنت میری امت

5☆...کیا حال ہے؟

6☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں

7☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں

8☆...قرآنی سورتوں کے مضامین

9☆...سب سے پہلے سب سے افضل

10☆...موت کے وقت

11☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

12☆...علوم رضا کی جھلکیاں

13☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی (حصہ اول)

14☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی (حصہ دوم)

15☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی (حصہ سوم)

خطیب ثانی کی درسی کتب

1☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح

2☆...شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

3☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

4☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

5☆...اَلشَّفِیق شرح تیسیر مصطلح الحدیث

6☆...شارق الفلاح شرح نور الایضاح

7☆...القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

8☆...عرفان الاثار شرح معانی الاثار

9☆...صرف کے دلچسپ سوالات

10☆...تسلیم التوقیت

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ مصطفائی (حصہ اوّل)

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... عظمتِ رسالتِ مآب ﷺ

☆... ذکر کی فضیلت اور اثرات

☆... ولی کی پہچان

☆... سنت اور بدعت

☆... نورِ حسی اور نورِ معنوی

☆... تفسیر سورۂ تکاثر

خطیب

مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

مرتب

مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(1) عظمتِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔

(پ۳ البقرۃ ۲۵۳)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْآنِ وَ زَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ

وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِالْقُرْآنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْآنِ۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا مَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ!

تمام حمد و ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جَلَّ مَجْدُہُ الْکَرِیْم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبحِ ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفٰے ﷺ کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے عنوان سے آج کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ میری زبان پر کلمۃ الحق جاری فرمائے، تیسرے پارے سے چند کلمات آپ کے سامنے تلاوت کئے ہیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی۔

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس سے اللہ نے کلام کیا۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔

اور کوئی ایسا بھی ہے جو درجوں میں سب سے بڑھ گیا۔

کوئی فلک پے یار گیا کوئی سدرہ پہ جا کے ہار گیا ایک کالیاں زلفاں والا ہی سر عرش کے بھی پار گیا

جہاں تک حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کو بیان کرنے کا معاملہ ہے، تو میں کیا کوئی بھی اس پہ قادر نہیں ہے، کسی میں ہمت نہیں ہے کہ وہ یہ دعوی کرے کہ میں اس عنوان کا حق ادا کر سکتا ہوں، لیکن اس کے باوجود، ہر بندہ کوشش کرتا ہے کہ میں حضور ﷺ کے مداح خانوں میں، حضور ﷺ کے ثناء خوانوں میں اپنا نام لکھوالوں۔

حضور ﷺ کی ثنا کرنا ممکن ہی نہیں

ابن تیمیہ نے لکھا ہے: کہ حضور علیہ السلام کی مدح و ستائش اور تعظیم و توقیر کا بیان کرنا یہ دین قائم کرنے کے مترادف ہے۔

اور اگر یہ وظیفہ اور یہ کام رہ گیا تو سمجھ لو دین گر گیا، جس دین میں حضور ﷺ کی عظمتوں کا بیان نہیں ہے وہ دین دین ہی نہیں، ہمارے ساتھ جو ظلم ہوا وہ یہ ہوا، اقبال کے بقول:

عصر ما ما را ز ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفی بیگانہ کرد

ہمارے زمانے نے ہمارے ساتھ یہ ظلم کیا کہ ہمیں ہم سے دور کر دیا، اس لئے کہ اس نے ہمیں جمال مصطفی ﷺ سے دور کر دیا۔

امت حضور کی دہلیز پہ رہے تو سربلندی ملتی ہے، تو، علامہ اقبال نے اپنا سارا فلسفہ دو لفظوں میں نچوڑ دیا، اور کہتا ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تو یہ ایک اہم فریضہ ہے جس کو امت کے ہر اس شخص نے عطا کیا جس کو دین کی سمجھ ہے، حضور ﷺ کی مدح وستائش، حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف گو ہر شخص یہ جانتا ہے کہ یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے، حضرت، حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ

لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

لوگوں میں اپنے شعروں سے حضور ﷺ کی مدح نہیں کرتا بلکہ جب حضور ﷺ کا نام لیتا ہوں میرے شعروں میں حسن آجاتا ہے، میرے شعروں میں مٹھاس آجاتی ہے، میرے شعروں میں جمال پیدا ہو جاتا ہے۔

عمرو بن عاص کا قول

تو کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک طویل روایت مروی ہے، جس کے اندر وہ اپنا قصہ اور حضور ﷺ کے ساتھ، وابستگی کی کہانی سناتے ہیں اس کے دو لفظ سنیے وہ فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں: "لَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهُ مَا اَطَقْتُ" اگر تم مجھ سے پوچھو کہ حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرو، تو میں کہوں گا میرے میں طاقت ہی نہیں ہے، میرے میں ہمت ہی نہیں ہے۔

اسی کی ظہوری نالے ساڈا کی بیان اے

ساریاں تو وڈا نعت خوان تے قرآن اے

سورتاں سیپارے رنگ نبی دے جمال دا

میں لبھ کے لیاوان کتھوں سوہنا تیرے نال دا

دنیا تے آیا کوئی تیری نا مثال دا

میں لبھ کے لیاوان کتھوں سوہنا تیرے نال دا

میری حقیقت رب کے سوا کوئی نہیں جانتا

کسی میں یہ ہمت ہی نہیں ہے، میں اور آپ حیثیت ہی کیا رکھتے ہیں؟ اس امت کا نبیوں کے بعد سب سے بڑا شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، ان سے حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا: "یَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَةً غَیْرُ رَبِّیْ" دوٹوک فرما دیا: اے ابو بکر! سن لو! میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، کوئی پہنچ سکتا ہی نہیں ہے۔ اللہ اکبر!

کتاب کا نام ہے "اَلنِّبْرَاس" یہ علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ رحمہ کی مصنفہ شرح عقائد نسفیہ کی تشریح ہے، جو علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تصنیف کی ہے، شرح عقائد نسفیہ ہمارے درس نظامی میں داخل ہے، اور اتنی دیر تک عالم عالم نہیں بنتا جب تک شرح عقائد نسفیہ نہیں پڑھ لیتا، اہل تشیع کے علاوہ جتنے بھی مکاتب فکر ہیں وہ شرح عقائد نسفیہ کو سبقاً پڑھتے ہیں۔

عرش سے اونچا مقام

علامہ سعد الدین تفتازانی رضی اللہ عنہ کی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی شرح "اَلنِّبْرَاس" میں علامہ عبد العزیز پرہاروی رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ابو الحسن رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں: کہ حضرت ابو الحسن رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے روحانی طور پر پرواز کی (اور روحانی پرواز کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں) فرمایا: میں نے روحانی پرواز کی "حتی صَعَدْتُ فِي الْفَوْقَانِيَّاتِ" یہاں تک کہ میں بہت اوپر چلا گیا، ایک عرش آیا، دوسرا عرش آیا، تیسرا عرش آیا، حتی کہ میں سات لاکھ عرش عبور کر گیا، عرش ایک نہیں ہے، عرش کئی ہیں، عرش، عالمِ امر اور عالمِ امکاں کے اندر عالم برزخ ہے۔

اللہ کی تجلیات

اللہ عزوجل جب دنیا میں اپنی تجلی ڈالنا چاہتا ہے تو پہلے وہ تجلی عرش پر ڈالتا ہے، تجلیات الہیہ عرش سے چھن چھن کر اس دنیا پر آتی ہیں، اگر ڈائریکٹ دنیا پر ڈالے تو کسی میں سہنے کی تاب ہی نہیں۔

یہی بہتر ہے کہ وہ پردے میں روپوش رہے
وہ اگر پردہ اٹھا دے تو پھر کسے ہوش رہے

تو عرش عالم برزخ ہے، عرش ایک نہیں کئی ہیں، حضرت ابوالحسن رفاعی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں نے روحانی طور پر پرواز کیا، "حتی صَعَدْتُ فِي الْفَوْقَانِيَّاتِ" یہاں تک کہ میں فوقانیات تک پہنچ گیا، سات لاکھ عرش عبور کر گیا، پھر آواز آئی، "اے ابوالحسن رفاعی کدھر آرہے ہو؟" میں نے عرض کی مالک! معراج کی رات جس عرش کی چھاتی پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگے تھے، میں اس عرش کی تلاش میں نکلا ہوں۔

نہ سفر بشرطِ مآل ہے نہ طلب بقیدِ سوال ہے
فقط ایک سیریٔ ذوق کو میں بھٹک رہا ہوں کہاں کہاں
میرے دل کی یہ خلوتیں کئی بار سج کے اُجڑ گئیں
مجھے بارہا یہ گماں ہوا کہ تم آ رہے ہو کشاں کشاں

تو کہا مولی! جس عرش کی چھاتی پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگے تھے، میں اس عرش کی تلاش میں نکلا ہوں، کہتے ہیں: جب میں نے یہ کہا تو آواز آئی "اِرْجِعْ لَا وُصُولَ لَكَ" ابوالحسن رفاعی! لوٹ جاؤ، تم کروڑوں سال بھی پرواز کرو، تب بھی جس عرش پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم آئے ہیں تم کیا تمہارا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اس کو تول رہا ہے جس کو تولا نہیں جا سکتا

پیارو! جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اتنے اونچے ہیں تو اس نبی کا سر کتنا اونچا ہو گا، مولوی کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، کہ ترازو گاڑ کے بیٹھ گیا ہے، اور اس کو تول رہا ہے جس کو تولا نہیں جا سکتا، اس کو ناپ رہا ہے جس کو ناپا نہیں جا سکتا، جو عقل و خرد، فہم و ادراک کے زاویئے سے ماوراء ہے کوئی حد ہے ان کے عروج کی، بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ، کون ہے جو اس محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی کنہ تک پہنچے۔"اِرْجِعْ لَا وُصُولَ لَكَ" واپس پلٹ جاؤ تم کروڑوں سال بھی پرواز کرو، لیکن جس عرش کی چھاتی پر میرے محبوب ﷺ کے قدم آئے ہیں تمہارا وہاں خیال نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ اکبر!

معرفت کا سمندر

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی سنئے، فرماتے ہیں: مجھے ایک دن شوق ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو دیکھوں، لہذا میں معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا، یہ کون کہہ رہے ہیں؟ حضرت بایزید بسطامی اور بایزید بسطامی کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ:

تصوف میں بڑے امام

حضرت داتا صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں، تصوف کے دس بڑے اماموں میں سے ایک امام کا نام بایزید بسطامی ہے، اور حضرت فرید الدین عطار رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں، فرشتوں میں جو مقام سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہے ویسے ہی اولیاء میں حضرت بایزید بسطامی کا مقام ہے۔ اللہ اکبر!

اور داتا صاحب مزید لکھتے ہیں: حضرت یحیی بن نعیم نے حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالی عنہ کو خط لکھا، اور بصیغۂ غیب کہا: کہ حضرت اس شخص کی کیا شان ہے، جس نے معرفت کے سمندر سے ایک زرعہ لیا یعنی ایک گھونٹ پیا، اسے اتنا نشہ آیا کہ ابھی تک ہوش ہی نہیں آرہا، پھر حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے جو جواب لکھا، حالت اپنی تھی لیکن لکھا بصیغۂ غیب، کہا: میاں! تو اس کا حال پوچھتا ہے جس نے ایک

گھونٹ پیا اور ابھی تک ہوش نہیں آرہا، تو اس کا حال کیوں نہیں پوچھتا جو پورا سمندر پی گیا اور وہ ہوش میں گھوم رہا ہے، یہ ہیں بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ۔

رب عزوجل کا دیدار

بسطام سے سفر کرتے ہوئے ۱۲ سال میں مکہ مکرمہ پہنچے، بسطام سے مکہ اتنی دور نہیں ہے لیکن اتنی دیر اس لئے لگی کہ ہر قدم میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے، بارہ سال میں جب پہنچے اور پہلی نظر جب کعبۂ مشرفہ پر پڑی تو حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے نظریں جھکا لیں، مریدین نے کہا: شوق و وارفتگی کے عالم میں کہاں سے چلے؟ کعبہ سامنے ہے، جی بھر کے دیکھتے کیوں نہیں؟ فرمایا: اتنی دور سے پتھر دیکھنے تو نہیں آیا، اگر میں نے پتھر ہی دیکھنے تھے تو بسطام میں کم تھے؟ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے جب دوبارہ نظر اٹھا کے دیکھا تو کعبہ بھی دیکھا اور کعبہ والا بھی دیکھا، لیکن آپ نے پھر نگاہیں جھکا لی، مریدین نے کہا، حضور اب کیا مسئلہ ہے؟ فرمایا: جب وہ نظر آتا ہے تو درمیان میں یہ پتھر کیوں نظر آتے ہیں؟ جب تیسری مرتبہ دیکھا تو جدھر دیکھا اسی کے جلوے تھے۔

ساری زندگی خربوزہ نہیں کھایا

اتنی بلند ہستی کا نام بایزید بسطامی ہے جن کی میں آپ کو آج کہانی سنا رہا ہوں، اقبال بھی خراج پیش کرتا ہے:

کامل بسطام از تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

ساری زندگی آپ نے خربوزہ نہیں کھایا، کیوں؟ کیونکہ سنت سے خربوزہ کھانا تو ثابت ہے، لیکن کھانے کے طریقے کی وضاحت نہیں ملتی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ کر کھایا ہے یا کاٹ کر کھایا ہے، توڑ کر کھانے لگتے ہیں تو خیال آتا ہے کہیں کاٹ کے نہ کھایا ہو، اور کاٹ کے کھانے لگتے ہیں تو خیال آتا ہے،

توڑ کر نہ کھایا ہو، اس ڈر سے کہ کہیں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ لازم آجائے، زندگی بھر خربوزہ ہی نہیں کھایا۔

جانتے ہو! حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کو یہ مقام کیسے ملا؟ سلطان العارفین کیسے بنے؟ تو اقبال کہتا ہے:

کامل بسطام از تقلید فرد
اجتنابس خردن خربوزہ کرد

وہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ تھا جس نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے، یہ ہیں بایزید بسطامی، ان کے مناقب بہت ہیں۔

تو فرمایا: مجھے شوق ہوا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو دیکھوں، لہذا میں نے معرفت کے سمندر میں غوطہ لگایا، جہاں میری حد ہو رہی تھی، جہاں میری منتہاے پرواز تھی، جہاں میری والناس تھی اور آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الف لام میم تھی۔ جہاں میں ختم ہو رہا تھا، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہاں سے شروع ہو رہے تھے۔"فَاِذَا بَيْنِي وَ بَيْنَهَا اَلْفُ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ "میرے نقطۂ انجام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقطۂ آغاز کے درمیان ایک ہزار نور کے پردے آگئے، "لَوْ دَنَوْتُ خُطْوَةً لَاحْتَرَقْتُ" اگر میں ایک قدم بھی آگے بڑھاتا تو جل کے راکھ ہو جاتا۔ اللہ اکبر!

پیارو! جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اتنے اونچے ہیں اس نبی کا سر کتنا اونچا ہو گا۔

نبی ﷺ کی ثنا

حضرت امام بوصیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمِ

وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ
فَانْسُبْ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ إِلَى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

یعنی جو نصاری نے اپنے نبی کو کہا وہ نہ کہنا، انہوں نے خدا کہا، ابن اللہ کہہ دیا، بس ابن اللہ نہ کہنا، باقی جو کہنا ہے کہہ دے، اور جو کچھ بھی تو کہے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی اونچے ہیں۔

مادح النبی ﷺ کی آخری حالت عجز ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مادح (تعریف کرنے والے) کی آخری حالت عجز ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرتا ہے اس کی آخری حد عجز ہے، وہ کہتا ہے: میری بس، میں تعریف نہیں کر سکتا۔

جیسے کہ میرے امام لکھتے ہیں:

سرور کہوں کہ مالک و مَولیٰ کہوں تجھے — باغِ خلیل کا گلِ زَیبا کہوں تجھے
تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری — حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامُشی — چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا — خالِق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

غالب کا عجز

آپ جانتے ہیں مرزا غالب حسن کا نقشہ کھینچنے میں بڑا ماہر تھا، بلکہ اللہ عزوجل نے جو اسے غزلوں میں ملکہ دیا تھا وہ کم ہی کسی کو ملتا ہے، اور مرزا غالب کو اپنے اس بیانِ انداز اور شاعری پر ناز بھی تھا، خود کہتا ہے:

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا تھا — بن گیا رقیب آخر جو راز داں اپنا تھا

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھا | مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا
چاہیئے اچھوں کو جتنا چاہیئے | یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے
چاہتے ہو خوب رؤوں کو اسد | آپ کی صورت تو دیکھا چاہیئے

غالب! حضور ﷺ کی نعت لکھ

بات کرنے کا ڈھنگ بھی ہے، اسلوب بھی ہے، شاعری کا جمال بھی ہے، تغزل کا حسن بھی ہے، لیکن جب کہا گیا، "لکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا" تو قلم پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم | کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

غالب نے کہا: میں کیسے لکھوں؟ جب جانتا ہی نہیں تو لکھوں کیسے؟ جو خدا جانتا ہے وہی محبوب ﷺ کی مدح کرتا ہے۔

میرے بس کا روگ نہیں ہے

تو مادح کی آخری حد یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے | ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

کسی کے اندر یہ ہمت ہی نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں، رفعتوں کا ادراک کر سکے۔

شہر مدینہ کی عظمت

ابن الحاج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شہر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہتے ہیں اس شہر مدینہ کی عظمتوں کی حد نہیں ہے۔

پیاروں! جس زمین کے زروں سے نبی کی نعلین لگیں، اس زمین، اس شہر کی عظمتوں کی کوئی حد نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو کون بیان کر سکتا ہے؟

حضور ﷺ کا مادح اللہ کا محبوب ہوتا ہے

لیکن اس کے باوجود ہر بندہ یہ اپنی سعادت سمجھتا ہے کہ میں حضور ﷺ کی مدح کروں، وہ کیوں؟ وہ اس لئے کہ جو حضور ﷺ کی مدح کرے، تعریف کرے، حضور ﷺ کی عظمتوں کو بیان کرے، وہ اللہ کا بھی محبوب بن جاتا ہے، اور محبوبِ خدا ﷺ کا بھی محبوب بن جاتا ہے، اور یہ سعادت مندی ہے، اور حضور ﷺ اسے نوازتے بھی ہیں، یہ شرف ہے جسے پانے کے لئے ہر مادح بیتاب ہوتا ہے۔

کعب بن زہیر کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اگر پکڑے جائیں تو ان کو چھوڑنا نہیں، ان میں سے ایک کعب بن زہیر بھی تھا، تو کعب بن زہیر، کسی طرح چھپ کے حضور ﷺ کے پاس آگیا، اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ کر کہتا ہے: اگر کعب بن زہیر کو ڈھونڈ لائیں تو کیا معاف کر دو گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کعب تو آجو گیا ہے، جا معاف کر دیا، تو جو کعب تھا اب حضرت کعب بنا، عرض کی حضور ﷺ اس زبان سے آپ کی ہجو کہا کرتا تھا، اب اجازت ہو تو آپ کی نعت پڑھنا چاہتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: کعب ذرا ٹھہرو! ممبر بچھا لینے دو، ممبر بچھ گیا، حضرت کعب ممبر پر بیٹھ گئے، اور انہوں نے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا، جس کا نام ہے "بَانَتْ سُعَاد" اور جب اس شعر پر پہنچے:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

جس نور سے پورا زمانہ چمک رہا ہے

"اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ" بغیر کسی شک کے بغیر کسی شبہ کے اللہ کے رسول نور ہیں، "یُسْتَضَاءُ بِهٖ مُهَنَّدٌ" ایسا نور جس سے پورا زمانہ چمک رہا ہے، "مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ" یہ اللہ کی تنی ہوئی تلوار ہیں، اللہ اکبر! شاید اعلیٰ حضرت نے اسی کا ترجمہ کیا ہے:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حضور ﷺ نے اپنی چادر عطا کی

حضرت کعب بن زہیر نے جب یہ شعر پڑھا تو روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی چادر اتار کے حضرت کعب بن زہیر پر پھینک دی، پھر ساری زندگی اس چادر کو حضرت کعب نے اپنے سینے سے لگائے رکھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت کعب سے کہا: دس ہزار درہم لے لو اور یہ چادر دے دو، اس دور میں دس ہزار درہم کتنی قیمت بنتی ہو گی؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ چادر نہیں دے سکتا، اور جب حضرت کعب بن زہیر کا انتقال ہوا، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیس ہزار دراہم کے بدلے اس چادر کو ان کے خاندان سے خریدا، اور پھر جب بھی کوئی بادشاہ تخت نشین ہوا کرتا تھا، تو اعجاز یہ تھا کہ وہ چادر اوڑھا کرتا تھا۔

نابغہ جعدی کے دو سو اشعار پر دعائے مصطفی ﷺ

ایک اور صحابی ہیں حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالی عنہ بڑی طویل عمر پائی ہے، انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں لب کھولے اور شعر کہے، اور کہتے گئے، حتی کہ دو سو شعر حضور ﷺ کی شان میں کہیں، پھر آقائے کریم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا دی، اب دعا کے لفظ سنیئے، حضور نے کہا: "صَدَقْتَ لَا يُفَضِّضُ اللّٰهُ فَاكَ" جو تو نے میری تعریف میں کلمات کہے، تو نے سچ کہے، اللہ تیرے منہ کی مہر نہ توڑے۔

آپ کی عمر سو سال سے زیادہ ہو گئی تھی لیکن دانت سلامت تھے، حضرت قرض بن اسامہ کہتے ہیں میں نے خود دیکھا حضرت نابغہ جعدی کو کہ ان کے دانت بڑھاپے میں بھی اولوں کی طرح چمکدار تھے، اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کیونکہ حضور ﷺ نے دعا دی تھی کہ اللہ تیرے منہ کی مہر کو نہ توڑے۔

حسان بن ثابت کا قولِ فیصل

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ حضور ﷺ کی مدح کیا کرتے تھے، حضور ﷺ کی تعریف کرتے تھے، عظمتوں کا بیان کیا کرتے تھے، اور آقائے کریم ﷺ ان کو دعا دیتے: "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُس" اے اللہ! روح القدس سے ان کی مدد فرما، اللہ اکبر!

نعت مصطفی ﷺ پڑھنا سعادت مندی ہے

تو صاحبو! یہ اعجاز ہے یہ ہمارے لئے سعادت مندی ہے کہ ہم اس سعادت مندی کو حاصل کریں، اور آج اسی عنوان سے ہم نے یہ بزم سجائی ہے، گو ممکن نہیں ہے، لیکن سعادتوں کو حاصل کرنے کے لیے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں، میں آپ کے سامنے حضور ﷺ کی عظمتوں پر مشتمل چار پانچ احادیث رکھنا چاہوں گا، اور آپ کی توجہ اس کی طرف مبذول کرنا چاہوں گا۔

حضور ﷺ کا نام ہی ایسا ہے

اور یہ بھی اپنے ذہن میں بات رکھیں کہ حضور ﷺ ہماری تعریف اور توصیف اور مدح وستائش کے محتاج نہیں ہیں، حضور ﷺ کا تو نام ہی ایسا ہے کہ جب زبان سے نام لو، تو حضور ﷺ کی مدح ہو جاتی ہے، محمد کا معنی ہے "اَلَّذِی یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ" محمد وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تعریف کی جائے۔

وہ کسی مذمم کو گالیاں دے رہے ہیں

اچھا کافروں نے کہا کہ یار عجیب بات ہے، تم محمد بھی کہتے ہو اور عیب بھی لگاتے ہو، محمد تو ہوتا ہی وہ ہے جس کی بار بار تعریف ہو، اور تم یہ لفظ بھی بولتے ہو اور ساتھ برا بھلا بھی کہتے ہو، اہلِ لغت ہو، یا تو لفظ محمد

کہنا چھوڑ دو، یا عیب لگانا چھوڑ دو، انہوں نے کہا کہ عیب لگانا تو ہم نہیں چھوڑیں گے چلو ہم لفظ محمد آج کے بعد نہیں بولیں گے، اور اپنے طور پر نام بدل کے "مُذَمَّمٌ" کہنا شروع کر دیا، معاذ اللہ! مذمم کا معنی ہوتا ہے بار بار مذمت کیا گیا، کسی نے سنا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، مکی دور تھا، مسلمان انتہائی کمزور تھے، آپ سے کہا، حضور ﷺ وہ مذمم کہہ کہہ کے گالیاں دے رہے ہیں، تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے قریش کے منہ کس طرف موڑ دیا، "یَشْتَمُوْنَ مُذَمَّماً وَ یَلْعَنُوْنَ مُذَمَّماً وَ اَنَا مُحَمَّدٌ" فرمایا: وہ کسی مذمم کو گالیاں دے رہے ہوں گے، میرے رب نے تو مجھے محمد بنایا ہے۔

تو حضور ﷺ کا نام ہی ایسا ہے، اگر کوئی اور لفظ نہ بھی بولے صرف نام ہی لے حضور ﷺ کا، تو یہ بھی حضور ﷺ تعریف و توصیف ہے۔ یہ حضور ﷺ کی عظمتوں کا بیان ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی مدح خود بیان فرمائی

حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدح خود فرمائی، اور اپنی عظمتوں کا بیان صحابہ کے سامنے رکھا، چنانچہ:

عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : اِنَّ اللہَ عزوجل اِصْطَفٰی کِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشاً مِنْ کِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔

حضرت واثلہ ابن اسقع سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو چنا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا، اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے چنا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۴۵)

سب سے اونچے شخص کا نام محمدِ مصطفی ﷺ ہے

اس پوری کائنات میں قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے اشرف اور سب سے افضل، اور درجوں کے اعتبار سے سب سے اونچے شخص کا نام محمدِ مصطفی ﷺ ہے۔

قیامت میں میری امت سب سے زیادہ ہوگی

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعاً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ" روز قیامت میں سب انبیاء سے کثرت امت میں زائد ہوں گا، سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲)

قیامت کے دن سب سے زیادہ جس کے تابعین اٹھیں گے، جس کے اتباع کرنے والے اٹھیں گے اور حشر کے میدان میں جس کے غلاموں کا ہجوم زیادہ ہو گا وہ میں ہوں گا۔

جنت کی اسی صفیں میری امت کی ہوں گی

ایک حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: جنت میں کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اور ان ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہوں گی، آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک کم و بیش ایک لاکھ کئی ہزار نبیوں کی امتیں صرف چالیس صفوں میں کھڑی ہوں گی، اور فرمایا: میرے اکیلے کی امت اسی صفوں میں کھڑی ہو گی۔

میری امت میں اضافہ کرو

یہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا اعجاز ہے، اور اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں اضافہ کرو، چاہے کچے بچے سے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ کل قیامت کے دن کثرت امت کی وجہ سے میں نبیوں میں فخر کروں گا۔

تو فرمایا: ''اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعاً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''قیامت کے دن اپنے ماننے والوں کے اعتبار سے میں نبیوں میں سب سے زیادہ ہوں اور کثرت سے ہوں، ''وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ ''جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا وہ بھی میں ہی ہوں، سب سے پہلے حضور ﷺ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، حضور ﷺ کے پیچھے امت ہو گی، اعلی حضرت لکھتے ہیں:

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سُناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے
وُسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عِصیاں پر اب بجلی گراتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گِریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مِٹاتے جائیں گے

قیامت حضور کی عظمتوں کا سب سے بڑا جلسہ ہے

حشر کے میدان میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں نبیوں میں فخر کروں گا، تو معلوم ہوا جو محشر کا دن ہے، وہ حضور ﷺ کی عظمتوں کا سب سے بڑا جلسہ ہے۔ یہاں پر شہنشاہ سخن، مولانا حسن، رضا خان، اعلی حضرت کے بھائی جان بولے:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اس لیے محشر کا میدان سجایا جائے گا تاکہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ محمد عربی ﷺ کے چرچوں اور عظمتوں کے پھریرے کیسے لہراتے ہیں؟

مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا، اور امام مسلم نے بھی روایت کیا، "قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي "حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو میرے علاوہ کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

پہلی چیز

(۱)۔۔۔"نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ" اللہ نے میری مدد رعب سے کی ہے، یعنی میں ایک مہینے کے فاصلے پر ہوتا ہوں، دشمن کے دل پر پہلے رعب پیدا ہو جاتا ہے، ایک تو اللہ نے میری یہ مدد کی ہے جو میرے علاوہ کسی اور کی مدد نہیں ہوئی۔

دوسری چیز

(۲)۔۔۔دوسرا "جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا" اللہ نے پوری کائنات کو میرے لیے مسجد اور پاک بنایا ہے، "فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ" تو میرا امتی جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں مصلی بچھا کے پڑھ لے، پوری زمین اس کے لیے مسجد ہے، حالانکہ پچھلی امتوں میں ایسا نہیں تھا، عبادت کے لیے معبد میں ہی جانا پڑتا تھا، گرجا گھر یا کلیسا میں ہی جانا پڑتا تھا، لیکن اس امت کے لیے اللہ نے پوری زمین کو پاک کر دیا، حضور ﷺ کے قدم آئے پوری دھرتی پاک ہو گئی، اب نماز کا وقت ہو گیا ہے، گھر میں ہو تو گھر میں پڑھ لو، آپ مسجد سے دور ہیں، مسجد نہیں پہنچ سکتے، آپ کھیتوں میں کام کر رہے ہیں، وہیں مصلی بچھا کے نماز پڑھ لو، جہاں بھی ہیں وہاں نماز پڑھ لو، پوری دھرتی کو اللہ نے مسجد بنا دیا ہے، وضو کے لئے پانی

ہے تو وضو کر لو، پانی نہیں ہے تو مٹی سے تیمم کر لو، پوری دھرتی کو اللہ نے محبوب ﷺ کے قدموں کے صدقے پاک کر دیا ہے۔

تیسری چیز

(۳)۔۔۔اور تیسری ''وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَ لَا تُحِلُّ لِاَحَدٍ قَبْلِی'' اللہ نے میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا اور مجھ سے قبل کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں تھا، پچھلی امتوں کے لیے ایسا تھا کہ اگر وہ جنگ کے اندر کافر کا کوئی چھوڑا ہوا سامان پاتے، تو وہ مجاہدین کے لئے حلال نہیں تھا، وہ اس کو استعمال میں نہیں لا سکتے تھے لیکن حضور علیہ السلام کے لیے اس کو حلال رکھا گیا۔

چوتھی چیز

(۴)۔۔۔چوتھی چیز ''اُعْطِیتُ الشَّفَاعَۃَ'' اللہ اکبر! فرمایا: چوتھی چیز، اللہ نے مجھ کو شفاعت کا حق دیا ہے، قیامت کے دن میں شفاعت کروں گا۔

مجھے دو چیزوں کا اختیار دیا گیا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا: میرے اللہ نے مجھے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا، یا تو محبوب ﷺ یہ چیز پسند کر لو کہ آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں اور آدھی سے حساب لے لیں گے، یا پھر حقِ شفاعت لے لو، حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں نے آدھی امت والا سودا نہیں کیا بلکہ میں نے حقِ شفاعت لے لیا، اب آپ سمجھ تو گئے ہوں گے کہ حضور ﷺ نے حقِ شفاعت کیوں لیا ہے؟ حضور ﷺ نہیں چاہتے کہ میرا کوئی امتی جہنم میں چلا جائے، حضور ﷺ شفاعت کر کے سب کو جنت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اللہ اکبر!

وہ کسی نے کہا تھا کہ وہ اپنا مقدمہ کیسے ہار سکتا ہے جس کے حضور ﷺ وکیل ہوں؟ تو میں نے کہا تھا: یوں نہ کہو، حضور ﷺ ہمارے وکیل نہیں ہیں، بلکہ ہمارے شفیع ہیں، کیونکہ وکیل اور شفیع میں فرق

ہوتا ہے، اس لئے کہ وکیل جج سے کہتا ہے: صاحب میرے موکل نے یہ جرم نہیں کیا، لہذا چھوڑ دو، اور اگر جرم ثابت ہے تو سزا پکی ہے، وکیل کہتا ہے: میرے مؤکل نے جرم نہیں کیا، لہذا اسے چھوڑ دو، اور شفیع کہتا ہے: سب کچھ کیا ہے میرا آنا دیکھ لو، حضور ﷺ قیامت کے دن وکالت نہیں شفاعت کریں گے، یہ نہیں کہیں گے کہ انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں، بلکہ کہیں گے: کہ مالک! سب کچھ کیا ہے، میری پھیلی ہوئی زلفوں کو دیکھ لیا جائے، پھر حضور ﷺ شفاعت کریں گے ساری امت کا کام بن جائے گا، کہا: اللہ نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔

پانچویں چیز

(۵)۔۔۔ اور پانچویں چیز "كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً" باقی جتنے بھی نبی آئے ہیں وہ کسی خاص قوم میں مبعوث ہوئے ہیں، کوئی شہر مدین کی طرف آیا، کوئی قوم عاد کی طرف آیا، کوئی قوم ثمود کی طرف آیا، کوئی کسی مخصوص قوم کی طرف آیا، نبی مخصوص قوموں اور مخصوص شہروں کی طرف مبعوث ہوتے رہے، لیکن فرمایا: اللہ نے مجھ کو پوری کائنات کے لیے عام طور پر، اسود و احمر کے لئے، مجھے قیامت تک آنے والی مخلوقات کے لیے مبعوث کر کے بھیجا ہے، تو حضور ﷺ کی امت کی عمومیت اور آقائے کریم ﷺ کی نبوت کی یہ وسعت ہے۔

(بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱۳۴/۱، حدیث: ۳۳۵،)

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ص۲۱۰، حدیث: ۱۱۶۳)

فرمایا: یہ پانچ وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے میرے علاوہ کسی اور نبی کو نہیں دی، اللہ اکبر! لوگوں سے امتیاز تو کیا، نبیوں میں امتیاز ہے، اعلیٰ حضرت بولے:

خلق سے اولیا اولیا سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

تمام مخلوقات سے ولی افضل ہیں، ولیوں سے نبی افضل ہیں، نبیوں سے رسول افضل ہیں اور رسولوں کا لاڑا، آمنہ کا راج دلارا ہے۔

میں فخر نہیں کرتا

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے "عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، "قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا، "وَلَا فَخْرَ " اور اس بات پر فخر نہیں کرتا، بطور فخر نہیں کہتا، بلکہ تبلیغِ حق اور تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں، "وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ " اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا، اور میں فخر نہیں کرتا، " وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي " اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک جتنے نبی ہیں سارے میرے جھنڈے کے سائے تلے ہوں گے۔ "وَلَا فَخْرَ "لیکن میں فخر سے نہیں کرتا۔ "وَأَنَا أَوَّلُ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنِّيْ وَلَا فَخْرَ " اور میں وہ شخص ہوں کہ جس کی سب سے پہلے قبر کشادہ ہو گی، اور سب سے پہلے قبر سے باہر میں جلوہ فراز ہوں گا، "وَلَا فَخْرَ " اور میں فخر نہیں کرتا۔

("سنن الترمذي"، كتاب المناقب، باب سلوا الله لي الوسيلة، الحديث: ٣٦٢٥، ج٥، ص٣٥٤)

بات فخر والی ہے پھر بھی نہیں کرتے

اچھا اس پر صرف ایک نکتہ آپ کے سامنے رکھنا ہے، جس کو ملا علی قاری علیہ رحمہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا، حضور ﷺ نے فرمایا: سارے نبی میرے جھنڈے کے سائے تلے ہوں گے، لیکن میں اس پہ فخر نہیں کرتا، تو ملا علی قاری فرماتے ہیں: بات تو فخر والی ہے، کرتے کیوں نہیں؟ حضرت آدم، ابو البشر، انسانیت کا نقطہ آغاز، مسجود الملائک، جھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہوں، بات فخر والی ہے کہ نہیں؟ نبی جھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہوں بات فخر والی ہے کہ نہیں؟

آپ ضرور آئیں گے

ایک زمانہ تھا کہ مجھے ایک شخص نے کہا: کہ میری والدہ انتقال کر گئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کے چالیسویں میں آپ آئیں اور خطاب کریں، چونکہ جھیلم شہر کے وہ رہنے والے تھے، میرے یہاں سے وہاں تک کا سفر تین چار گھنٹے کا تھا، لہذا میں نے معذرت چاہی، کیونکہ اس وقت مصروفیات بھی بہت ساری تھی، تو اس نے اصرار کیا، لیکن میں نہ مانا، تو اس نے کہا: کہ میں ایک بات آپ کو بتاتا ہوں پھر آپ رہ نہیں سکتے، ضرور آئیں گے، میں نے کہا بتایئے، تو کہنے لگا کہ میری والدہ کی تقریب ختم چہلم کے اندر بڑے نامور لوگ آ رہے ہیں، اور ان میں ایک ایٹمی سائنس دان بھی آ رہے ہیں۔

اوراس سائنسدان کو دیکھنے کا مجھے بھی شوق تھا، تو میں اس آرزوں میں وہاں چلا گیا، تو میں جا کے اس شخص کو دیکھا کہ اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے، حالانکہ ختم تھا ماں کا، اور ماں چلی جائے تو جہان اجڑ جاتا ہے، لیکن خوشی سے اس کے زمین پر پاؤں نہیں لگ رہے تھے، کہ اعلی فوجی اور حکام میرے گھر میں ہیں اور ایک عالی نسل سائنسدان جس پر ناز ہے وطن کو، وہ بھی میرے گھر کے اندر بطور مہمان آیا ہوا ہے، تو وہ اس بات پر ناز کرتا تھا اور میں بھی جب گفتگو کرتا تھا تو میں بھی ناز کرتا تھا۔

ایٹمی سائنس دان کی وجہ سے فخر

یارو! جس کے گھر میں ایک ایٹمی سائنسدان آئے، اس کا تو قد اونچا ہو جائے اور وہ فخر کرے، تو جس کے جھنڈے کے سائے تلے نبی کھڑے ہوں، وہ فخر کیوں نہ کرے، مگر فرمایا" وَلَا فَخَرَ "میں فخر نہیں کرتا۔

اولوالعزم انبیائے کرام جھنڈے تلے

ملا علی قاری فرماتے ہیں: حضرت آدم جھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہیں بات تو فخر والی ہے نا، لیکن فرمایا:" وَلَا فَخَرَ "میں فخر نہیں کرتا، حضرت ابراہیم اللہ کے جلیل القدر نبی، جلتی ہوئی آگ کے

شعلوں میں ہنس کے بات کرنے والا، رب کی رضا کے لئے اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دینے والا، جھنڈے کے سائے تلے کھڑا ہو، بات فخر والی ہے کہ نہیں، اللہ سے ہم کلام ہونے والا، کلیم اللہ ہاتھ میں عصا ہے سر پر عمامہ ہے فرعون کا دربار ہے، اللہ کا نبی کھڑا ہو کے تبلیغ فرما رہا ہے، حضرت موسیٰ جھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہوں، بات فخر والی ہے کہ نہیں، ماں کی گود میں اپنی نبوت کا اعلان کرنے والا "قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا" حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہونے والے روح اللہ، جھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہوں، بات فخر والی ہے کہ نہیں، ماہِ خوباں، شہنشاہ حسینہ، جس کے چراغ حسن سے پورا مصر چمک اٹھا، جناب یوسف ٹھنڈے کے سائے تلے کھڑے ہوں، بات فخر والی ہے کہ نہیں، لیکن فرمایا: "وَلَا فَخَرَ" میں فخر نہیں کرتا، اب جب اس جواب کو سنیں گے تو ٹھنڈ پڑ جائے گی آپ کے دل میں، جو جواب ملا علی نے قاری نے دیا، اللہ اکبر!

اس کا دل کسی مؤمن کا دل ہی نہیں

مجھے پتا ہے آپ بڑی دور دور سے آئے ہیں اور آپ نیند چھوڑ کے آئے ہیں، کس وجہ سے؟ محبتِ رسول کی وجہ سے، لیکن سب کچھ بھول جائے گا اس ایک بات پر، اور حضور ﷺ کا محب ہوتا ہی وہی ہے جس کا دل حضور ﷺ کی عظمتوں کو سن کر ٹھنڈا ہو، شیخ المہدی الفاسی المطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں: حضور کی عظمتیں سن کر جس شخص کے کلیجے میں ٹھنڈ نہیں پڑتی، اس کے سینے میں دھڑکنے والا دل کسی مؤمن کا دل ہی نہیں ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور ﷺ کا ذکر ہو اور ٹھنڈ ہی نہ پڑے، روح رقص کرتی ہے جب کسی کے لبوں پے نام محمد آتا ہے، اللہ اکبر!

فخر میں کیوں کروں بلکہ فخر وہ کریں

ملا علی قاری فرماتے ہیں: بات تو فخر والی ہے، نبی جھنڈے کے نیچے کھڑے ہیں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسینہ جناب یوسف بھی ہیں، حضرت ابراہیم و اسماعیل بھی ہیں، آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام جھنڈے کے سائے میں کھڑے ہیں، بات فخر والی ہے، کرتے کیوں نہیں؟ فرمایا: ''وَلَا فَخَرَ'' میں نہیں کرتا، تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں: حضور ﷺ فخر کیوں کریں، یہ تو نبیوں کے لیے فخر کی بات ہے کہ انہیں حضور ﷺ کے جھنڈے کا سایہ مل گیا، فرمایا: میں فخر کیوں کروں یہ فخر کریں، کہ انہیں میرے جھنڈے کا سایہ مل گیا ہے:

فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جن کا تو آقا ہے ان کو ناز کرنا چاہیے

یہ شعر پھر سے سنیں اور لطف لیں:

فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جن کا تو آقا ہے ان کو ناز کرنا چاہیے
کوئی حد ہے ان کے عروج کی
بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

فرمایا: میں فخر کیوں کروں، فخر تو یہ کریں جنہیں میرے جھنڈے کا سایہ مل گیا، پیارو! جن کو حضور ﷺ کے جھنڈے کا سایہ ملا، وہ نبی ہو کے فخر کریں، پھر میں اور آپ امتی ہو کر کیوں نہ فخر کریں۔

حضور ﷺ کے امتی ہونے پر ہم فخر کریں

میری خوش قسمتی میں تیرا امتی

بارہ نبیوں نے تمنا کیا کہ حضور ﷺ کی امت سے ہو جائیں، ہم نے کوئی تمنا کی، کوئی آرزو کی، کوئی منت مانی، کوئی راستہ دیکھا، کوئی انتظار کیا، کوئی محنت و مشقت کرنی پڑی، نہیں! سوئے تھے مقدر انگڑائی لے

کر جاگ گئی، مسجد سے مولوی صاحب کو بلا لائے گھر والے اور انہوں نے کان میں آ کے بشارت دی مبارک ہو آقا ﷺ کا غلام بن کے آیا ہے، اس لیے میں کہا کرتا ہوں:

شاہوں سے ملا ہے نہ تونگر سے ملا ہے
اللہ کا عرفان اسی در سے ملا ہے
اوروں کو ملا ہے تو مقدر سے ملا ہے
مجھ کو تو مقدر بھی تیرے در سے ملا ہے

یہ میرا اعجاز اور آپ کا اعجاز، مضمون ابھی اور بھی ہے، لیکن!

سعدیٔ ناتمام

ندانم کدامین سخن گویمت
کہ والا تری زانچہ من گویمت
چہ وصفت کند سعدیٔ ناتمام؟

شیخ سعدی کہتے ہیں: ناتمام سعدی کیا آپ کا وصف بیان کرے، پھر کہتے ہیں:

علیک الصلوۃ ای نبی السلام

بس اتنی بات ہے کہ آقا ﷺ آپ پر صلاۃ بھی ہو، اور آپ پر سلام بھی ہو، بس یہیں پر بات ختم ہوتی ہے، حد کر دی شیخ سعدی نے:

چہ وصفت کند سعدی ناتمام؟

نہ پیٹ بھرتا ہے نہ دریا ختم ہوتا ہے

اللہ اکبر! ایک جگہ اور کہتے ہیں:

نہ سعدی کی باتیں ختم ہوتی ہیں اور نہ تیرا حسن ختم ہوتا ہے، پھر فرماتے ہیں: دریا کے کنارے جو مستسقی کا مریض تھا وہ پیاسا مر گیا، نہ تو اس کا پیٹ بھرا اور نہ ہی دریا ختم ہوا،

ساری زندگی بھی لگے رہیں تب بھی حضور ﷺ کی عظمتوں کا بیان ممکن ہی نہیں، پھر ظہوری کا شعر یاد آیا:

کیا ہی شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

انسان کا جسم نامِ محمد کا نقشہ ہے

بلکہ امام غزالی نے تو ایک بڑی خوبصورت بات کہی، آپ فرماتے ہیں: پوری کائنات اسی نام کا مظہر ہے، اسی نام کا چرچا ہے، فرماتے ہیں: انسان اپنی صورت کو دیکھے، "اَلرَّأْسُ مُدَوَّرَةٌ کَالْمِیْمِ" سر میم کی طرح گولے ہے، "وَالْیَدَانِ کَالْحَاءِ" دونوں ہاتھ حاء کی طرح ہیں "وَالْبَطْنُ کَالْمِیْمِ الثَّانِیْ" پیٹ دوسرے میم کی طرح ہے، "وَالرِّجْلَانِ کَالدَّالِ" ٹانگیں دال کی طرح ہیں، انسان کا ڈھانچا لفظِ محمد بن جاتا ہے، تم انسان بنے پھرتے ہو، وہ نام محمد کا نقشہ دیکھ رہا ہے۔

نماز کے ارکان نامِ احمد کا نقشہ ہیں

مزید فرماتے ہیں: آؤ نماز کو دیکھو! "اَلْقِیَامُ کَالْاَلِفِ" نماز کے اندر جو قیام ہے وہ الف کی طرح ہے، "اَلرُّکُوْعُ کَالْحَاءِ" رکوع حاء کی طرح ہے، "وَالسَّجْدَةُ کَالْمِیْمِ" سجدہ میم کی طرح ہے، "وَالتَّشَهُّدُ کَالدَّالِ" تشہد دال کی طرح ہے، پوری نماز لفظِ احمد کا نقشہ پیش کر رہی ہے، تم نماز پڑھ رہے ہو وہ نامِ احمد کا نقشہ دیکھ رہا ہے۔

گلی گلی میری یاد بچھی ہے پیارے رستہ دیکھ کے چل
مجھ سے اتنی وحشت ہے تو میری حدوں سے دور نکل

کہیں کوئی نام نظر آتا ہے اور کہیں کوئی نام نظر آتا ہے، اسی نام کے چرچے ہیں، اور اسی نام کے پھریرے لہرائیں گے:

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑے بھی بنا دیتا ہے نامِ محمد

مزید حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمتیں سنو، اور عظمتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رفعتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شانِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کی عظمت اپنے دل میں اجاگر کرو:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا

امام احمد و ذہبی وغیرہ محدثین نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ خود فرشتوں کے سردار، حضرتِ سَیِّدُنا جبریلِ امین علیہ السلام عرض کرتے ہیں: قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ۔ یعنی میں نے زمین کے مَشارِق و مَغارِب چھان ڈالے مگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے افضل کسی کو نہ پایا۔ (المعجم الاوسط، ۴/۳۷۳، حدیث: ۶۲۸۵)

یہی بولے سدرہ والے

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرکارِ اعلیٰ حضرت، شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں:

یہی بولے سِدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تِرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یَک نے یَک بنایا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِرْشاد فرماتے ہیں: "اِنَّ اللہَ تَعَالٰی فَضَّلَ مُحَمَّدًا (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ" یعنی بے شک اللہ تَعَالٰی نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام اَنبیاء وملائکہ سے افضل کیا ہے۔

(سنن الدارمی، باب ما اعطی النبی...، ۱/۳۸، الحدیث: ۴۶)

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل ۔۔۔ اور رسولوں سے اعلی ہمارا نبی

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا ۔۔۔ ایسے پیارے سے محبت کیجیے

حسن یوسف پے کٹی مصر میں انگشت زناں ۔۔۔ سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردان عرب

اللہ تبارک وتعالی مجھے اور آپ کو حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بنائے آمین

کَمسِن مُبلّغ کی انفرادی کوشش

ایک اُستاذ صاحب مَدرسے میں حسبِ معمول بچوں کو سبق پڑھا رہے تھے جن میں عِلمی گھرانے سے تَعَلُّق رکھنے والا ایک مَدَنی مُنّا بھی شامل تھا۔ اس کی ہر ہر ادا میں وَقار اور سلیقہ تھا۔ نُورانی چہرہ اسکی قلبی نُورانیت کی عکّاسی کر رہا تھا۔ سُرمگیں چمکتی ہوئی آنکھیں اسکی ذہانت وفَطانت کی خبر دے رہی تھیں۔ وہ بڑی تَوَجُّہ سے اپنا سبق پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک بچے نے آکر سلام کیا۔ اُستاذ صاحب کے منہ سے نکل گیا: ''جیتے رہو۔'' یہ سُن کر مَدَنی مُنّا چونکا اور کچھ یوں عرض کی: ''یا اُستاذی! سلام کے جواب میں تو وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کہنا چاہیے!'' استاذ صاحب کَمسِن مُبَلِّغ کی زبان سے اِصلاحی جملہ سن کر ناراض نہ ہوئے بلکہ خیر خواہی کرنے پر خوشی کا اِظہار فرمایا اور اپنے اس ہونہار شاگرد کو ڈھیروں دعائیں دی۔

(ملخصاً حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص ۶۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(2) ذکر کی فضیلت اور اثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا (۴۱) (پارہ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۴۱)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْآنِ وَ زَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ

وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِالْقُرْآنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْآنِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

اَلصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا مَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمام حمد ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جل مجدُہُ الکریم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں ، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبح ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفٰے صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات پر کچھ باتیں میں نے آج کی نشست میں آپ کے گوش گزار کرنی ہیں، بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ مجھے حق کہنے کی اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، قرآن مجید کے جو بابرکات کلمات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا، اللہ تعالی جل شانہ نے ان میں ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (۴۱) (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو۔

ذکر کسے کہتے ہیں؟

"ذکر" اللہ عزوجل کو یاد کرنے کو کہتے ہیں، اللہ عزوجل کا ذکر کیا مفہوم رکھتا ہے؟ اس کے متعلق شیخ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں، اور ذکر کے بارے میں آپ کا قول قولِ فیصل بھی ہے، فرماتے ہیں: "حَقِيْقَةُ الذِّكْرِ رَفْعُ الْغَفْلَةِ" یعنی "ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندے سے غفلت زائل ہو جائے"، اگر غفلت دور ہو جائے تو بندہ ہر آن، ہر وقت ذاکر ہے۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی کئی قسمیں ہیں، ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سِرّی، ذکر خفی، جہری، یہ اقسام ذکر ہیں لیکن حقیقت ذکر غفلت کا زائل ہونا ہے، ایک دم بھی بندہ اپنے رب سے غافل نہ رہے۔

حضرت سلطان باہو رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر مرشد اہ پڑھایا ہو
سوڑایا سخن گئیاں کھل اکھیں چت مولیٰ ول لا یہ ہو
کیتی جان حوالے رب دے ایسا عشق کمایا ہو
مرن توں اگے مر گئے باہوؒ تاں مطلب نوں پایا ہو

کوئی ایک لمحہ بھی غافل نہ رہو کیونکہ غفلت موت ہے جو کہ دل کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے۔

وسوسہ آنے کا سبب

اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلشَّیْطَانُ جَاسِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَ اِذَا غَفَلَ فَوَسْوَسَ "ترجمہ: شیطان اولاد آدم کے دل پر قبضہ جما کر بیٹھ جاتا ہے، جب یہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو بھاگ جاتا ہے، اور جب ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے تو دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ (مشکوۃ باب ذکر اللہ، ص ۱۹۹)

حدیث کی شرح مرقاۃ کی روشنی میں

ملا علی قاری رضی اللہ تعالی عنہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: کیا وسوسہ سبب ہے غفلت کا؟ یا غفلت سبب ہے وسوسے کا؟ بندہ غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے، یا شیطان وسوسے ڈالتا ہے تو بندہ غافل ہوتا ہے؟ اس بات کو ذرا غور سے سنیں، غفلت کی وجہ سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں یا وسوسے کی وجہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے؟ ان دونوں میں سے کیا ہے؟ تو آپ

فرماتے ہیں، "کہ حدیث کے لفظ ہیں: "وَاِذَا غَفَلَ فَوَسْوَسَ" کہ جب بندہ غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسے ڈالتا ہے، پس اگر بندہ غافل نہ ہو، تو شیطان کی مجال نہیں ہے کہ وہ وسوسے ڈالے، شیطان وسوسہ ڈال ہی نہیں سکتا، لہذا بندے کو ہر آن اور ہر لمحہ ذاکر رہنا ہوگا تاکہ شیطان اس پر قابض نہ ہو سکے۔

(مرقاۃ المفاتیح زیر بحث حدیثِ مذکور)

ہر عضو کا ذکر

پھر ہر عضو کا الگ الگ ذکر ہے، چنانچہ حضرت فرید الدین عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ "ہر عضوِ بدن کا ایک خاص ذکر ہے مثلاً کان کا ذکر: استماعِ قول حق۔ آنکھ کا ذکر: قدرت الٰہی میں غور و تدبر کرنا۔ زبان کا ذکر: تسبیح و تہلیل کرنا۔ ہاتھ کا ذکر: دکھیوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرنا۔ پاؤں کا ذکر: مسجد اور نیک مجالس کی طرف جانا۔ دل کا ذکر: اپنے رب کی یاد میں تڑپنا ہے، اس کی آرزو میں مچلنا ہے۔ پس ہر عضو کا ایک الگ ذکر ہے، اور اس عضوِ بدن کو اس ذکر میں مصروف رہنا چاہیئے، اور کثرت سے ذکر کرنا، بندے کو اللہ کی رحمتوں کا حقدار بناتا ہے، لہذا بندے کو ہر آن اپنے رب کی یاد کرتے رہنا چاہیئے۔

ذکر کرنے والے کی مثال

آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ذَاکِرُ اللّٰهِ فِی الْغَافِلِیْنَ كَالشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ فِی وَسْطِ الشَّجَرِ الْهَشِیْمِ" ترجمہ: غافلوں میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے سوکھی گھاس میں شجر سایہ دار ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم ج۱ ص ۷۴۲)

مجلس ذکر کی فضیلت

مجلسِ ذکر کے متعلق ایک روایت جس کو امام طبرانی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی معجم میں روایت کی، کہ "جب بندے اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں، تو اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جو مجالس ذکر کو ڈھونڈتے ہیں، ان کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ مجالس ذکر میں جائیں، وہ آفاق کے کونے

کونے اور گوشے گوشے میں ہر وقت سیر کرتے رہتے ہیں اور جہاں مجالس ذکر ملتی ہیں وہاں وہ پہنچ جاتے ہیں، اور جہاں ذکر کی مجلس پاتے ہیں، وہاں پہنچ کر اپنے نورانی پروں سے اس مجلس کو ڈھانپ لیتے ہیں، نیز دیگر فرشتوں کو آواز دیتے ہیں: ”هَلُمُّ اِلٰی بُغْيَتِكُمْ هَلُمُّ اِلٰی حَاجَتِكُمْ“ میاں ادھر آجاؤں تمہاری چاہت ادھر ہے، تمام فرشتے جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں، حتی کہ مجلس کے ارد گرد قطار لگ جاتی ہے، مجلس کے اختتام پزیر ہونے کے بعد فرشتے ذکر کو لیکر اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں، باوجود علم کے اللہ عزوجل پوچھتا ہے کہاں سے آئے ہو؟ عرض کرتے ہیں: مالک! فلاں جگہ کچھ لوگ تیرے ذکر میں بیٹھے ہوئے تھے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں: یا اللہ عزوجل تیری تسبیح بولتے تھے، تیری بڑائی اور بزرگی بیان کرتے تھے، رب تعالی فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں: نہیں، تیری قسم تجھے انہوں نے نہیں دیکھا، فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو؟ عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری بہت عبادت کریں، اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں، رب عزوجل فرماتا ہے: کہ وہ مانگتے کیا تھے؟ عرض کرتے ہیں: تجھ سے جنت مانگتے تھے، فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ عرض کرتے ہیں: یارب! عزوجل تیری قسم نہیں دیکھی، فرماتا ہے: اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو؟ عرض کرتے ہیں اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور اس کے بہت طلبگار اور اس کی طرف بہت راغب ہو جائیں، رب عزوجل فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں، آگ سے، فرماتا ہے: "کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے؟ عرض کرتے ہیں، یارب! عزوجل تیری قسم نہیں دیکھی، فرماتا ہے: اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ عرض کرتے ہیں: اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں، اس سے بہت ڈریں، پھر فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔

ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے: کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذکر والوں سے نہ تھا، وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا، رب عزوجل فرماتا ہے: "هُمُ الْجَلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ" ترجمہ: ذاکرین ایسے ہم نشین ہیں، کہ ان کے ساتھ بیٹھ جانے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (مشکوۃ باب الذکر ص ۱۹۷ مجلس برکات)

اٹھ فریدہ ستیا تے میلہ ویکھن جا

جے کوئی مل جے بخشیا تے توں وی بخشیا جا

ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور ان کے ساتھ بیٹھ جانے والوں کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا۔

ذکر کا فیضان دوسروں کو کیسے پہنچتا ہے

حضرت خواجہ امین شاہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک دن اللہ عزوجل کے انوار و تجلیات کا ذکر فرما رہے تھے، اور اہل اللہ کے فیوض اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی برکتیں بیان کر رہے تھے، کہ ایک شخص جو عقل کے بل بوتے پر سوچنے کا عادی تھا کہنے لگا: جو شخص ذکر کرتا ہے اسے برکت ملے گی لیکن جو پاس بیٹھا ہے اس نے تو ذکر کیا ہی نہیں تو اس کو کیسے برکت ملے گی؟ آپ نے فرمایا: صحبت کا فیضان اسے بھی پہنچتا ہے، لیکن وہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔

بزرگوں کا طریقہ ذرا مختلف ہوتا ہے وہ جنگ و جدل اور مناظرے کا روپ اختیار نہیں کرتے، جب انداز لڑائی کے بننے لگیں، تو وہ اپنا انداز بدل لیتے ہیں، انہوں نے گفتگو کو چھوڑ دیا تھوڑی دیر کے بعد چونکہ گرمیوں کا موسم تھا، خادم حاضر ہوا، کہا، یار پنکھا لیکر آؤ گرمی لگ رہی ہے، چنانچہ خادم پنکھا لے کر آپ کو ہوا دینے لگا دو چار لمحے گزرے، اس پاس بیٹھے شخص سے فرمایا: بھائی ہوا آ رہی ہے نا؟ کہا ہاں، آ رہی ہے، فرمایا: یہ تیرا نوکر تو نہیں، یہ تو ہوا مجھے دے رہا ہے، لیکن جب یہ ہوا مجھے دے رہا ہے تو محروم پاس بیٹھنے والا بھی

نہیں رہ رہا، تو جب یہ عام شخص کا فیض ہے کہ تو بھی محروم نہیں رہ رہا، تو اللہ عزوجل کے ذکر کا فیضان کیسا ہوگا؟ تو پاس بیٹھنے والا کیسے ذکر کی برکت سے محروم رہ سکتا ہے۔

تو ذکر کرنے والوں کی سنگت اختیار کرنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ اللہ اس کو بھی برکتیں عطا فرماتا ہے۔ یہ ہیں ذکر کی برکتیں۔

کون سا وظیفہ افضل ہیں

اور اللہ کے محبوب علیہ السلام نے کثرت ذکر کی ترغیب دی، ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین وظیفہ کیا ہے؟ فرمایا: تو اس حال میں مرے کہ تیری زبان اللہ عزوجل کے ذکر سے تر ہو، یہ تیرے لیے بہترین ذکر اور بہترین وظیفہ ہے۔

دائمی ذاکر کیسے بنتے ہیں؟

لہذا اللہ کا ذکر ہر آن اور ہر لمحہ جاری رہے، ذکرِ لسانی یہ بھی بڑی دولت ہے، ذکرِ قلبی یہ بھی بڑی دولت ہے، کہ انسان کا دل اس کو پکار رہا ہو، اور حقیقتِ ذکر تو یہی ہے کہ غفلت زائل ہو جائے، ظاہر ہے کہ زبان کبھی گفتگو میں مصروف ہے، کاروباری معاملات میں مصروف ہے لیکن جو حقیقی ذاکر ہوگا، وہ وہی ہوگا جس سے غفلت زائل ہو جائے گی، اب وہ کاروبار بھی کر رہا ہے لیکن وہ ذکر سے خالی نہیں ہوگا، کیونکہ جب غفلت زائل ہوگئی تو بندہ دائمی ذکر والا ہو گیا، اور ہمیشہ ہر لمحہ ہر آن وہ اسی خیال اور اسی گمان میں رہتا ہے اور ہر وقت ذکر کی لگن میں رہتا ہے۔

اللہ تعالی کا ذکر، اس کی جو برکتیں ہیں اس کا ایک اثر یہ ہے کہ انسان کو ذکر الہی سے طمانیت کا نور حاصل ہوتا ہے۔

انسان سکون تلاش کرتا پھر رہا ہے

انسان سکون کی تلاش میں کیا کچھ نہیں کرتا، آج کل لوگ مری جارہیں، کہ وہاں موسم کے لطف سے مالامال ہوں، کوئی پروتوں کی قطاروں میں سکون تلاش کرتا ہے، کوئی عالی نسب کوٹھیوں میں سکون تلاش کرتا ہے، کوئی خوبصورت عورت کے پہلو میں سکون تلاش کرتا ہے، کوئی دولت کے انبار میں سکون تلاش کرتا ہے، اقتدار کی بچھی ہوئی مسندیں سکون آور سمجھی جاتی ہیں، لیکن پوچھ لو ان سب سے کہ سکون ہے ،نہ عالی نسب کوٹھیوں میں سکون، نہ عظیم الشان بنگلوں میں سکون، نہ اقتدار کی بچھی ہوئی مسندوں میں سکون، سکون بندہ وہاں سے ڈھونڈرہاہے، جہاں سکون ہے ہی نہیں، کیسے سکون ملے گا؟ سکون باہر سے نہیں آتا، سکون کے سوتے تو اندر سے پھوٹتے ہیں، وقتی طور پہ ان چیزوں سے تھوڑاسا دل بہل تو جاتا ہے، لیکن حقیقی سکون ان چیزوں سے نہیں ملتاہے ،اقتدار مل گیا، شہرت مل گئی، عزت مل گئی، تو وقتی طور پر خوشی ہوئی، اور بندہ اس کو بعض اوقات سکون سمجھ لیتا ہے، لیکن وہ سکون نہیں ہوتا، وہ وقتی ایک مسرت ہوتی ہے، جو زائل ہو جاتی ہے۔

سکون کے سوتے اندر سے پھوٹتے ہیں

سکون کے سوتے اندر سے پھوٹتے ہیں، میں مثال دیا کرتا ہوں کہ جتنی مرضی بارش برسے، کبھی بارش کے پانی سے کنواں نہیں بھرتا، اوپر سے چاہے جتنی مرضی بارش آئے ،تو چند قطرے پانی کے کنویں کے اندر آجائیں گے، کنواں کیسے بھرتا ہے؟ نیچے سے جو سوتے پھوٹتے ہیں، وہی کنویں کو مالامال کرتے ہیں، اسی طرح سکون کے سوتے باہر سے نہیں اندر سے پھوٹتے ہیں، اور وہ دل ہے جس سے پھوٹتے ہیں، اس لیے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸) (پ۱۳ الرعد ۲۸)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

اللہ کے ذکر میں سکون ملتا ہے

اگر سکون ڈھونڈتے ہو تو اس کا نام جپو، تمہارے دکھی دلوں کو قرار آجائے گا، سکون اس کی یاد میں ہے، سکون اس کے ذکر میں ہے، اور بعض عقل پرست لوگ کہتے ہیں کہ یاد کرنے، اور ذکر کرنے میں سکون کیسے ملے گا؟ جبکہ موجودہ سائنس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جو الفاظ ہیں ان کے اثرات ہوتے ہیں۔

پھولوں کے نام سے خوشبو پھیل جاتی ہے

آپ پھول کا نام لیں، تو طبیعت میں خوشی آئے گی کہ نہیں آئے گی، کسی اپنے عزیز دوست کا تذکرہ چھیڑ دیں، ماں کا تذکرہ چھیڑ دیں، باپ کی باتیں کرنے لگ جائیں، تو طبیعت میں تسکین آئے گی، خوشبو کی باتیں چھیڑیں تو ماحول میں ایک خوشبو پھیل جائے گی۔

ظلم وجبر کی داستان سے

لیکن اگر کسی کریہ المنظر شخص کی بات چھیڑ دیں، کسی ظالم کا تذکرہ چھیڑ دیں، کسی قتل کی کہانی کو چھیڑ کر بیٹھ جائیں، ظلم، جبر اور کسی بربریت کی کسی بات کو چھیڑ کے بیٹھ جائیں، تو اثرات اس طرح کے ذہن میں مرتب ہوں گے، کسی پرانے دکھ کی بات چھیڑیں تو ان باتوں میں دکھ تازہ ہو جائے گا، کسی خوشی کا تذکرہ کریں تو چہرے پہ مسرت پھیل جائے گی، دکھ زیادہ ہو جائیں، بات مدینے کی چھیڑ دیں، دکھ دور ہوں گے کہ نہیں ہوں گے۔

اسم ذات اثر کرتا ہے اور ہر شے کی چار شکلیں

ایسے ہی شیخ شبلی رضی اللہ تعالی عنہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ معارف اسم ذات بیان فرما رہے تھے کہ اللہ عزوجل کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے، دل کی کیفیت بدلتی ہے، اجالے اور روشنیاں پیدا ہوتی ہیں، بوعلی سینا جس کو منطق و فلسفہ کا معلم ثالث کہا جاتا ہے اس کا شمار ذہین و فطین لوگوں میں ہوتا تھا اس کے حواس خمسہ اتنے تیز تھے کہ اگر بارہ میل دور کوئی چکی چل رہی ہوتی تو اس چکی کے شور کی وجہ

سے اسے نیند نہیں آتی تھی، ایسا صاحب عقل و دانش شخص شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا، کہنے لگا، عالی جاہ آپ نے عجیب بات کہہ دی، اللہ عزوجل کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کے نام میں کیا رکھا ہے؟

کیونکہ فلسفی اور منطقی حضرات ہر شے کی چار شکل بیان کرتے ہیں: (۱) شکل خارجی۔ (۲) شکل ذہنی۔ (۳) شکل کتابی۔ (۴) شکل لفظی۔

مثال کے طور پر آگ ایک شے ہے، ایک آگ وہ ہے جو باہر خارج میں روشن ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے تو جل جائے گا، دوسری آگ وہ ہے جو زبان سے ہم لفظ آگ بولتے ہیں، تیسرا جب لفظِ آگ کہیں گے تو اس کا تصور ذہن میں آئے گا اور چوتھا یہ کہ کسی کاغذ پر آگ کی تصویر بنا دیں، یا چھاپ دیں، اس آگ کی چار شکلوں میں اثر کرنے والی شکل، شکل خارجی ہے جو چولھے میں جل رہی ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے جل جائیں گے، لیکن آگ کہنے سے ہونٹھ نہیں جلتے، آگ کا تصور ذہن میں آنے سے ذہن جل نہیں جاتا، اور آگ کی تصویر کاغذ میں بنانے سے کاغذ جل نہیں جاتا، تو پتہ چلا کہ اثر کرنے والی شکل، شکلِ خارجی ہے، یونہی اللہ کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کا نام لینے سے کوئی اثر نہیں ہوتا، جیسے آپ کو مدد کی ضرورت ہے آپ نے میرا نام لیا تو میرا نام آپ کی مدد تو نہیں کرے گا، یونہی میرا تصور کرنا بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کاغذ میں میرا نام لکھ دینے سے مدد ہوگی، اگر مدد ہوگی تو جب میں خود آپ کے پاس موجود ہوں گا تب آپ کی مدد ہو سکتی ہے۔

تو بو علی سینا نے کہا: اللہ کی ذات تو مؤثر ہے لیکن اس کا نام کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے؟ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو سمجھایا: نہیں میاں نام کا بھی اثر ہوتا ہے، اس نے کہا: نہیں، مؤثر تو صرف ذات ہوتی ہے لہذا میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اور ضد میں آگیا۔

بو علی سینا! تو تو گدھا ہے

آپ جانتے ہیں بزرگوں کا طریقہ الگ ہی ہوتا، آپ ذرا جلال میں آ گئے، اور فرمایا: بو علی سینا تجھ سے میں کیا بات کروں؟ تو تو گدھا ہے گدھا، بو علی سینا کے چہرے میں سرخیاں آ گئیں، جب اس نے گدھے کا لفظ سنا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، مجھے گدھا کہا، وہ بھی بھری مجلس میں، میں اتنا بڑا فلسفے کا امام، زمانہ میرے علم کا طوطی بولتا ہے، میں نے اتنی ساری کتابیں لکھیں۔ کہ اس کے زمانے میں فارابی کی تمام کتب جو منطق میں تھیں سب ضائع ہو گئی تھیں اور پھر بو علی سینا نے از سر نو منطق کی کتابیں لکھیں، جو کہ آج تک موجود ہیں، تو میں اتنا بڑا عالم ہوں مجھے گدھا کہہ دیا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، حضرت شیخ شبلی نے مسکرا کر فرمایا: بو علی سینا، دیکھا تو نے، گدھے کے نام سے تیرے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرمایا: جب ایک گدھے کے نام میں یہ اثر ہے کہ تیرے چہرے کا رنگ بدل دیا، تو کیا اللہ کا نام لینے سے دل کا رنگ نہیں بدل سکتا۔

ستر گناہ جل کے راکھ ہو جاتے ہیں

تو اس کا نام لو گے تو دل بدلے گا، اور دل قرار پائے گا، دل کو نور نصیب ہو گا، اور دل کو اجالا ملے گا اس کے بابرکت نام لینے سے، اس لیے جب بندہ زبان سے، اللہ اللہ کہتا رہتا ہے، تو اس کے اثرات اس کے دل پر مرتب ہوتے ہیں، اور کثرت سے ذکر کرنے والے شخص کا دل پر نور ہو جاتا ہے، بلکہ ہم نے تو تصوف کی کتابوں میں پڑھا ہے، جب کوئی شخص ایک مرتبہ اللہ کہتا ہے، اللہ تعالی اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے، اور جس کی طرف اللہ تعالی نظر رحمت سے دیکھ لے اس کے ستر گناہ جل کے راکھ ہو جاتے ہیں، اور جس نے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے وظیفہ ہی یہی رکھا، پھر اس کے من میں کتنے اجالے اتریں گے، کتنی روشنیاں اس کو نصیب ہوں گی، تو فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸) (پ۱۳ الرعد ۲۸)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

ذکر ایسے کرو

اور میرے اور آپ کے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَقُوْلُوا مَجْنُوْنٌ" اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

(احمد بن حنبل، ۳ / ٦٨، حدیث: ١١٦٧١)

اللہ کا ذکر اس انداز سے کرو، کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں، کہ یہ تو پاگل ہو گیا ہے، بلکہ ایک روایت امام طبرانی نے بیان فرمائی ہے کہ اللہ کا ذکر اس طرح کرو کہ منافق تمہیں طعنہ دیں کہ ریاکاری کر رہا ہے، اس انداز کے ساتھ تم اس کا ذکر کرو۔

اندر بوٹی مشک مچایا

میرے حضور قبلہ عالم فرماتے ہیں: تیرے تو سب کچھ اندر ہی رکھا ہوا ہے، تو ذرا غور تو کر، ذرا تفکر تو کر، ذرا اس کو آواز تو دے کر دیکھ، تیرے من سے آوازیں نہ آئیں تو کہنا،

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن تے آئی ھو

سنار کا موتی اور چور

کہتے ہیں ایک سنار تھا ممبئی کا رہنے والا، یہاں ہمارے، لاہور میں آ گیا، پرانے دور کی بات ہے، اس کے پاس بڑے قیمتی موتی تھے، اس نے کسی مجلس کے اندر اپنے موتی کھولے، اور ایک موتی نکال کر کہنے لگا یہ شب افروز ہے، رات کو چمکتا ہے، جب اس نے سامان سمیٹا، اٹھ کے جانے لگا، تو ایک چور بھی اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا حضرت کہاں کے ارادے ہیں؟ کہا بمبئی جا رہا ہوں، کہا: حسن اتفاق، ارادہ تو میرا بھی بمبئی کا ہے، چلو اکٹھے چلتے ہیں، وہ جوہری سمجھ گیا کہ یہ اصل میرا اہم سفر نہیں ہے، اس کا دل اس موتی پہ آ گیا ہے، لیکن وہ تھا بڑا سمجھدار، اس نے کہا آ جاؤ، سارا دن سفر میں رہے، جب رات کو سونے لگے تو اس نے اپنی قمیص یا واسکوٹ وغیرہ اتار کے لٹکا دی کسی چیز کے ساتھ، پھر جوہری نے نظر بچا کے وہ قیمتی موتی اس چور کی جیب میں رکھ دیا اور خود بے فکر ہو کے سو گیا، یہ چور اٹھا اس کا سامان ٹٹولتا رہا، لیکن موتی نہیں ملنا تھا، نہ ملا،

صبح یہ اٹھا اور نظر بچا کے اس کے جیب سے موتی نکال کے اپنی جیب میں رکھ لیا، چور ناشتے پہ بیٹھ کے کہنے لگا: یار وہ تمہارے موتی کی رات کو چمک شمک نظر نہیں آئی، جیب میں ہاتھ ڈالا کہا نہیں یار میرے پاس ہی تھا، چور بڑا حیران ہوا، کہ میں نے تو ساری رات جیب ٹٹولی ہے، اگلے دن اس نے سوچا چلو آج میں مزید کوشش کروں گا، اس نے پھر وہی کام کیا، کہ نظر بچا کر اسی کی جیب میں رکھ دیا، چور ساری رات ڈھونڈتا رہا، موتی نہیں ملنا تھا نہ ملا، صبح نظر بچا کے اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

صبح ناشتے میں پھر بات چلی، یار وہ آپ کہتے تھے رات کو چمکتا ہے اس کی کوئی چمک شمک نظر نہیں آئی، کہا یار میری جیب میں ہی تھا،، دو چار دن ایسے ہی گزرے، ایک دن چور نے عزم کر لیا کہ شاید وہ بغل میں رکھ لیتا ہے، منہ میں رکھ لیتا ہے کہاں رکھتا ہے؟ آج تو اس کو میں نے وہ موتی لے ہی لینا ہے اگرچہ وہ بیدار بھی ہو جائے، وہ پانسے پلٹتا رہا لیکن وہ مست ہے اس کو پتہ ہے کہ موتی محفوظ جگہ پر ہے، اور صبح اٹھا نظر بچا کے موتی اپنی جیب میں ڈال لیا، چور نے پھر بات کی، اس نے کہا کہ یار میرے پاس ہی تھا، چور نے کہا میں آج سچی بات کہتا ہوں، میں تیرا ساتھی نہیں، میں تو چور ہوں چور، اس موتی کی غرض میں تیرے ساتھ ہو گیا تھا، لیکن آپ تو میرے بھی استاد نکلے، میں نے بڑی محنت کی مجھے تین دن ہو گئے موتی نہیں ملا، میں آپ کو اپنا استاد مانا، آپ مجھے بتائیں کہ موتی کہاں رکھتے تھے؟ اس نے کہا: میاں تو اوروں کی جیبیں ٹٹولتا رہا، کبھی اپنی جیب میں بھی تو ہاتھ ڈال دیا ہوتا۔

نہ	مسجد	وچ	نہ	مندر	وچ
لبھ	یار	نوں	اپنے	اندر	وچ

سب کچھ تو تیرے اندر ہے

سب کچھ تو تیرے اندر ہے، تو اوروں کی جیبیں ٹٹولتا رہا، سلطان باہو فرماتے ہیں:

نہ	کر	منت	خواج	خضر	دی

تیں اندر آب حیاتی ہو

اور کبھی فرماتے ہیں:

وِچّے بیڑے وِچّے جھیڑے وِچّے ونجھ مُہانے ہُو
چوداں طبق دِلے دے اندر تنبُو وانگن تانے ہُو

سب کچھ تو تیرے اندر ہے اور اقبال کہتا ہے:

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

کافر کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

یہ سب کچھ تو انسان کے اندر رکھا ہوا ہے، بس تھوڑی سی توجہ کرنے کی دیر ہے، دل کی تختی پہ اس کا نام لکھا ہوا ہے، اس دل کی ایک ایک پرت پہ رب کا نام لکھا ہوا ہے، اور کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اس حقیقت کو چھپا دیتا ہے، یہ کاشت کار جو زمین کو کھود کر اس کے اندر بیج کو چھپا آتا ہے اس کسان کو بھی عربی میں کافر کہتے ہیں، بیج کو چھپانے والا، تو کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو چھپاتا ہے۔

دل اللہ کا عرش ہے

ہمارے سینے کے اندر ہمارے رب کا نام موجود ہے، اور دل تو ٹھکانہ ہی اس کا ہے، دل تو بنایا ہی اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا عرش بنے، اور وہ فرماتا ہے: میں زمین و آسمان میں کہیں نہیں سماتا،، مجھے ڈھونڈنا ہو تو مؤمن کے دل میں تلاش کرو، دلوں کے اندر اس کے ڈیرے اور اس کے بسیرے ہیں، تو اس کا ذکر کر کے دل جلا پاتا ہے، دل تسکین پاتا ہے، دل میں روشنی ہوتی ہے، تو ہمارا مزاج یہ ہونا چاہیے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اس کے ذکر کو ہم حرزِ جاں بنالیں۔

ایک بار سبحن اللہ کہنے کی فضیلت

جب بندہ ایک مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ، زمین آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے نور سے بھر جاتا ہے، یہ برکتیں ہیں ذکر کی، اس کا نام تو لے، کوئی معمولی نام ہے، جب زبان سے اللہ کہتا ہے تو چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں، یہ اتنا بڑا نام ہے، اور یہ اتنا بڑا وظیفہ ہے کہ اس سے بڑا کیا وظیفہ ہو سکتا ہے، اس کا نام، اس کا ذکر سب سے بڑا وظیفہ ہے۔

ذکر کرنے والا کیوں ہلتا ہے؟

حضرت امام شعرانی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا بدن ہلنے لگتا ہے قاریٔ قرآن، قرآن کی تلاوت کرتا جاتا ہے اور ہلتا جاتا ہے، نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم عاشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پڑتا اور سنتا ہے تو ہلنے لگتا ہے، تو کیا تم جانتے ہو یہ ذکر کرنے والے کیوں ہلتے ہیں؟ سنو، جب یہ ذکر الٰہی کرتے ہیں تو نورِ خداوندی کا ان کے دل پر نزول ہونے لگتا ہے اور اس کا اثر دل سے نکل کر کے اعضائے بدن پر ظاہر ہوتا ہے جس سے بندہ ہلنے لگتا ہے۔

تو جو اللہ عزوجل کا نام جپتا ہے اسے یاد کرتا ہے تو اسے دل کا سکون حاصل ہوتا ہے۔

منافق تمہیں ریاکار کہیں

تو فرمایا: اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں کہیں مجنون ہے،، اور منافق تمہیں ریاکاری کے طعنے دے، تم اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اس کے ذکر کو حرزِ جاں بنائے رکھو، یہی تمہارا سرمایہ ہے، یہی تمہارا وظیفہ ہے، دکھے ہوئے دل کا بھی یہی علاج ہے، پریشانی کا بھی یہی علاج ہے، اندر کی کالک اس کے ذکر سے دھلتی ہے۔

دل کا زنگ کیسے دور ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ'' ترجمہ: ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہے، کپڑے کو میل لگ جائے تو صابن سے دھلتے ہیں، اسی

طرح لوہے کو زنگ لگ جائے تو ریگ مال سے صاف کرتے ہیں، ہر چیز کا زنگ دور کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ہے، فرمایا: دلوں کو زنگ لگ جائے تو اللہ کا ذکر کرو تمہارے دل ستھرے ہو جائیں گے۔

"وَ صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ" دل کی صقالت، دل کے زنگ کو دور کرنے کا جو آلہ ہے وہ اللہ کا ذکر ہے، انسان جب ذکر کرتا ہے تو ذکر سے دل جلا پاتا ہے، دل روشنی پاتا ہے، گناہ سے دل میلا ہوتا ہے،

دل پر سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے

روایت میں آتا ہے جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کے آنسوؤں سے اس کو دھولے، تو اس کا دل شفاف ہو جائے گا، اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور تکرارِ گناہ کرتا ہے تو اس نقطے کے ساتھ ایک اور نقطہ لگ جاتا ہے، وہ غیر مرئی نقطے ہیں، ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، لیکن وہ دل کے اوپر پھیلتا چلا جاتا ہے، گناہ پر گناہ اس کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے، پھر ایک ایسا موقع بھی آتا ہے کہ اسے بدی اور نیکی میں تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

جس شخص کے ضمیر پر ظلم کا داغ نہ ہو

جو شخص پکا نمازی ہو، اور نماز چھوٹ جائے اس کی، تو اس کی زندگی میں جو چین ہوتا ہے وہ لٹ جاتا ہے، جتنی دیر تک نماز پڑھ نہیں لیتا اتنی دیر تک اسے سکون نہیں آتا، جس شخص کے ضمیر پر ظلم کا داغ نہ ہو، وہ کسی کو گالی بھی دے بیٹھے تو خود پریشان ہو جاتا ہے، کسی کو تھپڑ بھی مار بیٹھے تو خود پریشان، ہو جاتا ہے، جتنی دیر تک اس سے معذرت نہیں کرتا اسے سکون نہیں آتا۔

دل کو پاک پیدا کیا گیا ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ دل کو پاک پیدا کیا ہے، یہ ہم نے آکر اس کو گندا کیا ہے۔

نفس پلید پلید چا کیتا

اساں اصل پلید تاں ناسے

نفس نے ہمیں پلید کر دیا، ہم تو پاک آئے تھے، ستھرے آئے تھے، اور میاں صاحب علیہ رحمہ فرماتے ہیں:

چٹی چادر عملاں والی تے داغ نہ لانویں جنیاں
حشر دہاڑے فیئر نہ آکھیں اُو اے کی رہا بن یا

سفید چادر میں داغ

تو یہ چٹی چادر ہے بالکل، تو اس کے اوپر کہیں داغ نہ لگا بیٹھنا، اور اگر اس کے اوپر داغ پہ داغ لگ جائے اور دل سیاہ ہو جائے، تو پھر حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، پھر گناہ پہ گناہ کرے اسے پتہ ہی نہیں ہوتا، کیونکہ جو پہلے داغ دار چادر ہو ایک اور دھبہ لگ جائے گا تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی، چٹی چادر پر معمولی سا داغ بھی لگے گا تو سب کو نظر آئے گا، محسوس کیا جائے گا کہ یہ داغ لگا ہوا ہے، اس لیے گناہ کرنے کا جو شخص مزاج بنالیتا ہے اس کے لیے گناہ مشکل نہیں رہتا۔

مؤمن اور کافر میں فرق

بلکہ روایت میں آتا ہے کہ جب مؤمن گناہ کرتا ہے، تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے جیسے وہ احد پہاڑ کے نیچے آگیا ہے کہ ابھی اوپر سے گرے اور وہ کچل جائے گا، اور منافق جب گناہ کرتا ہے تو وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے کہ کوئی مکھی بیٹھی تھی اور اس نے اس کو اڑادیا۔

ہمیں پرواہ ہی نہ ہو

تو ہم دیکھیں کہ ہمارا دل کہیں اتنا سیاہ تو نہیں ہو گیا، اللہ کے حکموں کو توڑیں، ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، نماز چھوڑیں ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، آنکھ بھٹک رہی ہو، ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، خیال بہک رہے ہوں، ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، زبان گند بول رہی ہو، ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، ذہن غلط سوچ رہا ہو، ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، کسی پہ ظلم، جبر کا بازار گرم کیے ہوئے ہوں، کتنوں کے دل توڑے ہوں، کتنوں کو ستا رہے ہوں، اور پھر بھی چین کی نیند سو

جائیں، تو اس کا مطلب یہ ہے دل سیاہ ہو گیا ہے، کہ کسی کو دکھ دے کر بھی دکھ نہیں ہوتا، کسی کو اذیت دے کر بھی تکلیف نہیں ہوتی، کسی کا مال لوٹ کر اور خون پی کر بھی آرام سے یہ سو جاتا ہے، یہ ہے اس کی کیفیت، تو اس کا دل سیاہ ہو گیا، اور اب اس کے دل کی سیاہی کیسے مٹے گی؟ توبہ کے پانی سے، جب وہ اشک ندامت گرتا ہے تو دل کے میل دھو دیتا ہے، اسی لئے فرمایا: ''وَ صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ'' اور دلوں کی صقالت، دلوں کا زنگ اللہ کے ذکر سے اترتا ہے، تو جب اللہ کا ذکر، کثرت سے کرے گا تو اس کو تسکین کی دولت نصیب ہو جائے گی، تو اللہ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸) (پ۱۳ الرعد ۲۸)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

سن لو! دلوں کی طمانیت اس کے ذکر میں ہے۔

خرید و فروخت ذکر سے نہیں روکتا

اور فرمایا: کچھ رجال ایسے ہیں، کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اللہ کا ذکر اس انداز میں کرتے ہیں کہ بیع و شراء اور تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے روکتی نہیں ہے یعنی وہ کام بھی کر رہے ہوتے ہیں اور ذکر بھی کر رہے ہوتے ہیں۔

رب کی یاد سے غافل نہیں تھا

حضرت شاہ نقشبند بخاری علیہ رحمہ فرماتے ہیں: میں نے منیٰ میں ایک شخص کو دیکھا ستر ہزار دراہم کا کاروبار کر رہا تھا، میں حیران ہو گیا کہ یہاں آ کر اتنا بڑا کاروبار لیکن جب میں نے غور کیا تو اس کا دل ایک لمحے کے لیے بھی رب کی یاد سے غافل نہیں تھا، اور میں نے ایک شخص کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے دیکھا لیکن اس کا دل رب کی یاد سے غافل تھا، تو دل کا اس کے ساتھ لگ جانا اور ایک لمحے کی غفلت کا طاری نہ ہونا، یہ حقیقت ذکر ہے اور یہ مؤمن کا مطلوب ہے، وہ ایک لمحہ بھی اپنے رب سے غافل نہیں ہوتا، غفلت اس کی

موت ہے، غفلت ہو گی تو شیطان آئے گا، غفلت ہو گی تو وسوسہ آئے گا، غفلت ہو گی تو گناہ سرزد ہو گا، لہذا وہ غافل ہی نہ ہو اور مرشد باہو اسی لیے کہہ گئے:

جو دم غافل سو دم کافر مرشد اہ پڑھایا ہو

تو کوئی لمحہ بھی غفلت میں نہ گزرے، ہم ایک ایک لمحہ اپنے رب کی یاد میں رہیں، لہذا ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (۲۸) (پ۱۳ الرعد ۲۸)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

اے ایمان والو! کثرت سے اپنے رب کا ذکر کرو، اس کا نام کثرت سے لیا کرو، اللہ مجھے آپ کو، کثرت سے ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

نیک صحبت اچھے ماحول سے میسر ہوتی ہے

اور اس کا ایک مؤثر طریقہ نیک صحبت بھی ہے، اور نیک صحبت اچھے ماحول سے میسر ہوتی ہے، اچھے ماحول سے وابستہ ہونے پر ظاہر و باطن کی اصلاح ہوتی ہے کیونکہ اچھا ماحول اچھی صحبت فراہم کرتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ اچھی صحبت کے ثمرات و برکات نہایت ہی مفید ہوتے ہیں۔

علامہ جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صُحبت صالح ترا صالح کُند
صُحبتِ طالح ترا طالح کُند

یعنی اچھوں کی صُحبت تجھے اچھا بنادے گی اور بُروں کی صحبت تجھے بُرا بنادے گی۔

پھولوں کی صحبت سے مٹی خوشبودار ہوگئی

حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گلستانِ سعدی میں فرماتے ہیں:

گِلے خوشبوئے در حمام روزے

رسید	از	دستِ	محبوب	بدستم
بدو گفتم	کہ	مشکی	یا	عبیری
کہ	از	بوئے	دلاویز	تو مستم
بگفتا	من	گلے	ناچیز	بُودم
ولیکن	مُدّتے	با	گل	نشستم

(گلستان سعدی ص ٦)

یعنی ایک روز خوشبو والی مٹی حمام میں مجھے ایک دوست کے ہاتھوں سے ملی میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مُشک ہے یا عنبر! کہ تیری دلکش خوشبو نے مجھے مست و بے خود کر دیا ہے (یہ سن کر مٹی نے کہا) میں تو حقیر مٹی تھی لیکن ایک مُدّت تک میں پھولوں کی صحبت میں رہی پس ہمنشیں کے جمال نے مجھ میں اثر کیا (کہ میں خوشبو دار ہو گئی) ورنہ میں تو وہی خاک و مٹی ہوں جو پہلے تھی۔

اچھے ماحول کی ہمنشینی بہت ہی مُفید اور سرمایہ سرمدی ہے اگرچہ مختصر ہی کیوں نہ ہو مگر پھر بھی بے سُود و بیکار نہیں، تو بھلا وہ خوش نصیب جو نیکیوں کے ماحول میں ضم ہو جائے کس طرح محروم رہ سکتا ہے۔

صحبت عبادت سے افضل

صوفیائے کرام رحمہم اللہ السلام فرماتے ہیں: نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے، دیکھو صحابۂ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے۔

اللہ عزوجل کی صحبت میں رہو

مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت اختیار کرو، مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

(مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۳۱۲)

اگر کوئی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے ساتھ بیٹھوں، تو اسے چاہیئے کہ وہ اولیائے کرام کی صحبت میں بیٹھے، اسے اللہ کی ہم نشینی میسر ہو گی۔

اسی لئے ملا علی قاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت اختیار کرو، یعنی اولیائے کرام کی صحبت۔

زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے

ساتھیو! زندگی تیزی کے ساتھ کٹ رہی ہے، زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے اور ہم ہر لمحہ موت کے قریب ہو رہے ہیں، ان گزرتے ہوئے لمحوں کو غنیمت سمجھو، ما قبل کی زندگی کو مدِّ نظر رکھ کر مستقبل کی منصوبہ بندی کرو اور رب کے ذکر سے اپنے من کے اجالوں کا سامان کرو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے ذکر کی لذتوں سے سرشار فرمائے۔ آمین

تکبیر کے سبب بخشش

حافظ ابنِ کثیر نے لکھاہے کہ حضرت سیّدُنا جَرِیر بن عَطِیَّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ایک شخص نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ بِکَ رَبُّکَ یعنی آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بخش دیا۔'' پوچھا: کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا: ''اس تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کے سبب جو میں نے جنگل میں کہی تھی۔'' اس نے پھر پوچھا: فَرَزْدَق (شاعر) کا کیا ہوا؟ فرمایا: ''افسوس! وہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔'' (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج۶، ص۴۰۹)

(3) ولی کی پہچان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۶۳)

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۶۴)

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (۶۵)

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (۶۶)

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۶۷)

وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا (۶۸)

یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا (۶۹)

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (۷۰)

وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (۷۱)

وَ الَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (۷۲)

وَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّ عُمۡیَانًا (۷۳)

وَ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (۷۴)

اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یُلَقَّوۡنَ فِیۡہَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا (۷۵)

خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا (۷۶)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ

اَللّٰھُمَّ نَوِّرۡ قُلُوۡبَنَا بِالۡقُرۡآنِ وَ زَیِّنۡ اَخۡلَاقَنَا بِالۡقُرۡآنِ

وَ اَدۡخِلۡنَا الۡجَنَّۃَ بِالۡقُرۡآنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالۡقُرۡآنِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیۡ شَانِ حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصۡحَابِکَ یَا مَحۡبُوۡبَ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

تمام حمد ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جل مجدہُ الکریم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخر عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا

مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمہٗ دوراں، جلوۂ صبح ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفٰے ﷺ کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

چونکہ یہ مہینہ ربیع الثانی کا ہے، اور اس مہینے میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا عرس مبارک بھی ہوتا ہے، لہذا قرآن کی روشنی میں ان کی تعلیمات کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، تاکہ غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی برکتیں ہمیں نصیب ہوں۔

اولیاء اللہ ہماری ضرورت ہیں

آج کی نشست کے لئے جس مضمون کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بڑا اہم مضمون ہے، میری اور آپ سب کی یہ ضرورت ہے کہ ہم اللہ عزوجل کے کسی کامل بندے کی قربت میں رہیں، اور اس کی صحبت میں رہ کر اس سے نسبت قائم کر کے، اپنے من کے روگ ختم کریں، ہمارے اندر بغض، کینہ، حسد، نفرتیں، کدورتیں کیا کچھ بھرا ہے، ہمارے سینے کتنے کالے اور گندے ہو گئے ہیں، ان کو مصفٰی کریں، ان کی طہارت کا سامان کریں، اپنے باطنی امراض کو دور کر کے رب عزوجل کی رحمت کو حاصل کریں، اور اپنے من میں اجالے اور روشنیاں بھر لیں۔

ولی کے متعلق خود ساختہ کچھ ضابطے

اب اس سچی طلب کے لئے ہم سفر کرتے ہیں، لوگوں کے پاس جاتے ہیں، اور کئی جگہوں سے دھوکہ کھاتے ہیں، دھوکہ کھانے کی سب سے بڑی اور اہم اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ کے کامل بندے کی پہچان نہیں ہے، ہم نے خود ساختہ کچھ ضابطے مقرر کر رکھے ہیں، ان ضابطوں کو سامنے رکھ کر جب ہم ان کو تلاش کرنے نکلتے ہیں، اور اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ جو ہمیں ان ضابطوں پر کھرا نظر آتا ہے، وہ تو اس راہ

کا مسافر ہی نہیں تھا، تو دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور اس سے بد ظن ہو کر بسا اوقات دین سے ہی دور ہو جاتے ہیں، لیکن طلب سچی ہو تو وہ اس تلاش کو پھر بھی جاری رکھتا ہے، اللہ کے نام پر سو بار بھی دھوکہ کھائے، پھر بھی وہ حق کا مسافر رہتا ہے، اور جو سچا مسافر ہو اس کو ایک دن منزل ضرور نصیب ہوتی ہے۔

کیونکہ اب کوئی نیا نبی اور رسول آنے والے نہیں، اگر نبیوں کے اوصاف اور ان کی زندگیٔ شفّاف کے انداز دیکھنا اور سیکھنا ہے تو وہ اللہ عزوجل کے اولیائے کرام میں ملیں گے۔ تو اللہ کے اولیاء کی صحبت، ان کی قربت، ہمارے دین وایمان کے لئے اشد ضروری ہے۔

اولیائے کرام کے اوصاف

اللہ والے کون ہیں؟ کن کی چوکھٹ پر جائیں، یہ اولیاء ملیں گے کیسے؟ ان کو پہچانے کیسے؟ ان تمام سوالوں کے جواب اللہ عزوجل نے قرآن پاک کے پارہ ۱۹، سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۳ سے ۷۶ تک میں ان کے اوصاف تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اللہ کے کامل بندوں کی معرفت اور پہچان بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

پہلی نشانی وقار سے چلنا

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

اللہ کے بندے اطمینان و وقار کے ساتھ متواضعانہ شان سے چلتے ہیں، ان کی چال ڈھال میں وقار ہوتا ہے، غیر مرتب ان کی چال نہیں ہوتی، جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے، اتراتے نہیں، بلکہ آہستہ اور وقار سے چلتے ہیں۔

دوسری نشانی جاہلوں سے نہ الجھنا

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۶۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

اور جب جاہل ان سے ملتے ہیں تو وہ الجھتے نہیں، بحث میں نہیں پڑتے، بلکہ کہتے ہیں بابا! سلام ہو، اور یہ سلام، سلامِ متارکت ہے، یعنی ترک کرنے کا سلام، کہ جا، میری جان چھوڑ دے، جاہلوں کے ساتھ مجادلہ اور مناظرہ نہیں کرتے بلکہ ان سے ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہے اور وہ سلام ہے۔

تیسری نشانی شب بیداری

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا﴿۶۴﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں۔

ان کی راتیں اللہ کی بارگاہ میں کبھی سجدے کرتے ہوئے اور کبھی قیام کرتے ہوئے گزرتی ہیں، نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہوئے گزرتی ہیں اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

ترجمہ کنز الایمان: اُن کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے۔ (پ۲۱ السجدہ ۱۶)

شب بیداری کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا جو کہ رئیس المفسرین ہیں، فرماتے ہیں: جس کسی نے عشاء کے بعد دو رکعت یا اس سے زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔

(خازن، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۴، ۳/ ۳۷۸)

اور وہ اس آیت کا مصداق ہو گا، جو کچھ نہ کچھ رکعات عشا کے بعد پڑھ لے، اور ایک دوسرے مقام پر ارشادِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ملتا ہے: کہ

رات بھر کی عبادت کا ثواب

مسلم شریف میں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اُس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پایا اور جس نے نمازِ فجر بھی باجماعت ادا کی وہ ساری رات عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص۳۲۹، الحدیث:۲۶۰)

اس لئے عشا کی نماز بھی جماعت سے اور فجر کی نماز بھی جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اللہ والوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی راتوں کو بیدار رہ کر گزارتے ہیں، خوف و طمع کے اندر اپنی راتوں کو گزارتے ہیں۔

چوتھی نشانی جہنم سے نجات کی دعا کرنا

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب۔

راتوں کو عبادت میں گزارنے کے باوجود، ان کے خوف اور خشیت کا عالم یہ ہے کہ پھر بھی عرض کرتے ہیں: مالک! ہم سے جہنم کا عذاب دور کر دے، عبادت وریاضت کرنے کے باوجود ان کی حالت یہ ہے کہ اپنے رب عزوجل کے حضور رو رو کر دعا کرتے ہیں، کہ مولی عزوجل ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے۔ اللہ اکبر!

اولیاء عبادت کی وجہ سے متکبر نہیں ہوتے

وہ عبادت کی وجہ سے متکبر اور مغرور نہیں ہوتے، کہ ہم تو نیک ہیں، پرہیز گار ہیں، ہم جہنم میں کیسے جائیں گے؟ نہیں بلکہ خوف خدا رکھ کر عاجزی و انکساری، گریا و زاری کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: مولی مجھ میں عذاب برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے، مجھ سے عذاب کو پھیر دے، اور مجھے اپنے کرم سے معاف فرمادے۔

غوث اعظم کی گریا وزاری

حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کی بار گاہ میں عرض کرتے ہیں: مولی! قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھانا، ورنہ میں تیرے بندوں کے سامنے شرمسار ہوں گا۔

ہیں اعمال ان کے ایسے کہ ساری رات عبادت میں گزرتی ہے، نیک و متقی بلکہ ولیوں کے سردار، مگر خوف و خشیت کا عالم یہ ہے۔ اللہ اکبر!

سری سقطی کا خوف خدا

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر اولیاء میں سے ہیں، حضرتِ جنید بغدادی کے رشتے میں ماموں بھی لگتے ہیں اور شیخ بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن میں اپنے رب عزوجل کا سامنا کیسے کروں گا۔

ڈاکٹر اقبال کی دعا بصورتِ شعر

ساری دنیا اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں قیامت کے دن اپنے رب کا سامنا کیسے کروں، بس حضور ﷺ اپنے دامن میں چھپالیں تو بیڑا پار ہو جائے گا، تو ساری دنیا حضور ﷺ سے عرض کرتی ہے کہ آقا ﷺ آپ ہی ہماری مدد فرمایئے گا، اپنی شفاعت سے بخشوایئے گا، قیامت کے دن جب میرا اعمال نامہ تلے تو آپ کرم فرمادیں، ساری دنیا یہ کہتی ہے، حضور ﷺ سے عرض کرتی ہے، دکھڑے سناتی ہے، کہ میرے عیب اپنی چادرِ رحمت میں چھپالیں، مگر اقبال کی فکر دیکھئے، اس نے کہا: مالک! چاہے سارے زمانے کے سامنے میرے عیب نشر ہو جائیں مگر حضور ﷺ کے سامنے میرے عیب نشر نہ کرنا۔

تو غنی از ھر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ھائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی نا گُزیر

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے اللہ! تو غنی ہے اور میں تیرا نیاز مند بندہ، بغیر حساب کے تو مجھے بخش دے تو تجھے کون سا بار لگتا ہے، لیکن اگر میرا حساب لینا ضروری ہی ہوا ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ میرا حساب حضور ﷺ کے سامنے نہ لینا، مجھے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے شرم آتی ہے، کیسا عشق ہے اور کیسی محبت ہے جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

اولیاء جہنم سے نجات کی دعا کیوں کرتے ہیں؟

تو وہ باوجود عبادات کے یہ دعا کرتے رہتے ہیں:

وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ-

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب۔

تو اللہ عزوجل کے اولیاء عبادت بھی کرتے ہیں اور جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے دعا بھی کرتے ہیں، دعا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ:

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اس کا عذاب گلے کا غُل (پھندا) ہے۔

سخت ترین عذاب ہے، وہ اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر جہنم کا مذاق نہیں اڑاتے، جنتی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، بلکہ جہنم سے خوفزدہ اور جنت کے طالب ہیں۔

رو رو کے مصطفی نے دریا بہا دیے ہیں

اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر متقی کون ہو گا؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہنم سے پناہ مانگتے رہے، اللہ اکبر! وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی شفاعت سے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، جن کی شان میں اعلی حضرت گنگناتے ہیں:

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفی نے دریا بہا دیے ہیں

اور اس جہنم سے پناہ کیوں مانگی جارہی ہے، تو فرمایا:

اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

جنت و جہنم مظہر ہیں

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکتوبات میں فرماتے ہیں، کہ جنت اللہ کی رضا کا مظہر ہے اور جہنم اللہ عزوجل کے قہر و غضب کا مظہر ہے۔

اللہ عزوجل جس سے راضی ہو گا اسے جنت میں بھیجے گا، اور جس سے ناراض ہو گا، اسے جہنم میں بھیجے گا، اسی لئے جہنم سے پناہ مانگنا اللہ عزوجل کی ناراضی سے پناہ مانگنا ہے، اور جنت کا مطالبہ اور آرزو کرنا اللہ کی رضا مانگنا ہے۔

پس اللہ عزوجل کے نیک بندے عرض کرتے ہیں کہ ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب، کہ وہ بہت ہی بری ٹھرنے کی جگہ ہے۔ اور پانچویں نشانی کے متعلق ارشاد ہوا:

پانچویں نشانی سخاوت کرنا اور اسراف سے بچنا

وَ الَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ يُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ يَقۡتُرُوۡا وَكَانَ بَيۡنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں، اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

"وَ الَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ يُسۡرِفُوۡا" اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو حد سے نہیں بڑھتے، فضول خرچی نہیں کرتے، "وَ لَمۡ يَقۡتُرُوۡا" اور نہ وہ تنگی کرتے ہیں، جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ہاتھ دباتے بھی

نہیں، وہاں کھل کے خرچ کرتے ہیں، "وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا" اور یہ دونوں کے درمیان اعتدال کے راستے پر رہتے ہیں، نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں، بلکہ ان دونوں کے بیچ میانہ روی اختیار کرتے ہوئے نہ بے تحاشہ خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں، اتنا خرچ کرنا کہ کنگال ہو جائے، اور اتنا کم خرچ کرنا کہ بخل صادق آئے، یہ اولیاء کی علامت نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی چادر کے مطابق پیر پھیلاتے ہیں۔

خرچ میں میانہ روی

اور نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "جو اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کرے اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرماتا ہے، جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے اللہ عزوجل اسے غنی کر دیتا ہے اور جو اللہ عزوجل کا ذکر کرے اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے۔" (الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ، باب الترغیب فی الزھد۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۵۰۳۲، ج۴، ص۷۷)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ میں میانہ روی آدھی زندگی ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۸۹۴)

تو فرمایا: "وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا" جب وہ خرچ کرتے ہیں تو حد سے نہیں بڑھتے ہیں۔ "وَلَمْ يَقْتُرُوْا" اور نہ ہی تنگی کرتے ہیں۔ "وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا" اور وہ اس کے درمیان درمیان اعتدال کے راستے پر رہتے ہیں۔

چھٹی نشانی اللہ کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرنا

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔

ان کی پرستش صرف اللہ عزوجل کی ہوتی ہے، اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے چاہے جتنا بڑا فرعون ہو، اس کے سامنے وہ نہیں جھکتے۔

متکبر کے سامنے اکڑ کر چلنا صدقہ ہے

شاہ نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: متکبر و مغرور کے سامنے اکڑ کر چلنا صدقہ ہے۔جب کوئی چھاتی تانے اکڑ اکڑ کر آرہا ہو تو اسے جھک کر سلام نہ کرو کہ یہ اس کے تکبر میں اضافہ کرنے والا عمل ہے، اس لئے فرمایا اکڑنے والے کے سامنے اکڑ کر چلنا صدقہ ہے تا کہ اس کا تکبر کا بت پاش پاش ہو جائے۔

ان کے دلوں میں کسی اور کا خوف اور ڈر نہیں ہوتا، اور دعائے قنوت میں کیا ہوا وعدہ ان کا صرف لفظی وعدہ نہیں ہوتا بلکہ جو وعدہ دعائے قنوت میں اپنے رب سے کیا ہے "وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ" کہ (ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا نافرمان ہے) اس کے عامل بھی ہوتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی اور کے حضور سر نہیں جھکاتے اگرچہ وقت کا فرعون ہی کیوں نہ ہو۔

ساتویں نشانی قتل سے بچنا

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے۔

جس جان کو اللہ تعالی نے حرام کیا اس کو قتل نہیں کرتے، وہ تو بہت نرم دل ہوتے ہیں، کوئی شاخ سے پھول بھی توڑے تو ان کو دکھ ہوتا ہے، وہ اس قدر حساس ہوتے ہیں کہ وہ اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ:

قتل کے حادثے سے تو کم نہیں
شاخ سے گل کا جدا ہونا

وہ تو کسی کو تکلیف بھی نہیں دیتے، کسی کا حق بھی غصب نہیں کرتے، تو چہ جائے کہ وہ قتل کریں، "وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ" مگر حق کے ساتھ! حق کے ساتھ کیا ہے؟ شادی شدہ زانی کو

سنگسار کیا جائے، قتل کے بدلے قتل کیا جائے، یا جو دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے، باغی ہو جائے، تو اس کو قتل کیا جائے، ان کے علاوہ وہ کسی کو قتل نہیں کرتے۔

آٹھویں نشانی زنا نہ کرنا

وَ لَا یَزْنُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: اور بدکاری نہیں کرتے۔

نہ ان کی نظریں زنا کرتی ہیں، نہ ان کی سوچیں زنا کرتی ہیں، نہ ان کے خیال زنا کرتے ہیں اور نہ ان کے اعضائے بدنیہ زنا کرتے ہیں، وہ پاکیزہ ہوتے ہیں، تبھی تو اللہ عزوجل کا قرب پاتے ہیں اور اللہ عزوجل کا قرب وہی پائے گا جو مَن کا ستھرا ہو گا، اور جس کے من پر گند کے ایسے داغ لگے ہوں گے، شراب، گانجہ، چرس، بدنگاہی، عورتوں سے ملاقاتیں کرنا، شریعت کو پیٹھ پیچھے کر کے، بے باقی سے نماز ترک کر کے، جو اپنے من کو گندا کئے ہو، اسے تو قربِ الٰہی نہیں ملتا۔ "وَ لَا یَزْنُوْنَ" وہ زنا نہیں کرتے۔ اس فعلِ بد میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں، اور قرآن نے اسے کھلی بے حیائی کہا ہے۔

اسی لیے تنبیہ کر دی گئی کہ خبردار! جو من کا گندا ہو، اسے اللہ کا قرب، قربِ رحمن نہیں ملتا، ہاں، قربِ شیطان ضرور ملتا ہیں۔

نورِ ایمان نکل جاتا ہے

اور حدیث میں آتا ہے:

حضرتِ سیّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ مکی مدنی مصطفٰی صلی اللہ علیہ و الہ و سلم نے ارشاد فرمایا: "لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَنْتَھِبُ نُھْبَۃً ذَاتَ شَرَفٍ وَّھُوَ مُؤْمِن یعنی زانی زنا کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا، شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں

ہوتا اور ڈاکو ڈاکا زنی کے وقت مومن نہیں ہوتا (یعنی ان گناہوں کے وقت مجرم سے نورِ ایمان نکل جاتا ہے)۔" (بخاری، کتاب المظالم، باب النھی بغیر اذن صاحبہ، ۲/ ۱۳۷، حدیث: ۲۴۷۵)

"وَ لَا یَزْنُوْنَ" وہ زنا نہیں کرتے، اور یہ بہت بڑا فعلِ قبیح ہے، اور اولیاء زنائے معروفہ سے ہی دور نہیں رہتے بلکہ آنکھ، زبان، دل، عقل، ہاتھ، پاؤں ہر طرح کے زنا سے محفوظ رہتے ہیں۔

امام اعظم کا تقوی

حضرتِ امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھنے کے لئے آئے، ابھی عمر چھوٹی تھی اور چہرے پر داڑھی کا سبزہ نہیں اگا تھا، اور اس عمر کا بچہ اگر خوبصورت ہو تو وہ عورت کی جگہ پر ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ بہت سارے فتنے وابستہ ہوتے ہیں، تو امام اعظم نے فرمایا: تم ضرور میرے پاس پڑھو لیکن میرے سامنے نہیں بیٹھنا، اس ستون کی اوٹ میں بیٹھو تاکہ تمہارا چہرہ مجھے نظر نہ آئے، اسی لئے امام اعظم اور امام محمد کو طرفین کہتے ہیں کہ یہ دونوں کنارے میں بیٹھتے تھے، ایک کنارے امام اعظم تو دوسرے کنارے امام محمد، وہ پڑھتے رہے، دو چار سال گزر گئے، پھر ایک دن رات کا موقع تھا چراغ جل رہا تھا اور امام محمد کا سایہ امام اعظم کے آگے پڑ رہا تھا، امام اعظم کی سائے میں نظر پڑی تو امام محمد کی داڑھی کے بال نظر آئے، کہا: بیٹا محمد! تمہیں داڑھی آ گئی ہے؟ کہا: حضور سال ہو گئے ہیں، کہا: اب تم میرے سامنے بیٹھا کرو۔

یہ تھے تقوے کے پہاڑ، کیونکہ اولیاء اور علماء کا پھسلنا، پوری قوم کو برباد اور تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

علماء کا پھسلنا ساری قوم کا پھسلنا ہے

امام اعظم پانی بھرنے گئے تو ایک لڑکی پانی کا گڑھا سر پر رکھے جا رہی تھی اور راستے میں پھسلن تھی، تو فرمایا: بیٹا ذرا سنبھل کے، اس نے گڑھا وہیں رکھا اور کہا: اگر میں پھسلی تو کیا ہو گا؟ صرف یہ گڑھا ہی

ٹوٹ جائے گا نا، دو آنے کا بازار سے دوسرا لے آؤں گی، لیکن اگر آپ پھسل گئے تو پوری قوم بردار ہو جائے گی۔

اعلی حضرت کا پیغام علماء کے نام

اعلیحضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:"اے طبقۂ علما! اپنی حفاظت کرو، اگر تم نے مکروہات تنزیہیہ کا ارتکاب کیا، تو لوگ مکروہات تحریمہ کرنے لگ جائیں گے، اگر تم نے مکروہات تحریمہ کا ارتکاب کیا تو لوگ حرام میں پڑ جائیں گے، اور جو تم نے حرام کا ارتکاب کیا تو لوگ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور پھر فرمایا:"اگر تم نے سنتِ غیر مؤکدہ کو چھوڑا، تو لوگ سنتِ مؤکدہ چھوڑ دیں گے، تم نے سنت مؤکدہ کو چھوڑا، تو لوگ واجبات کو چھوڑ دیں گے، اور اگر تم نے واجبات کو چھوڑا تو لوگ فرائض کو چھوڑ دیں گے۔

اس لیے بندہ جس قدر اونچے منصب کا ہو اس کے اسی کے مطابق تقاضے بھی ہوتے ہیں۔

بادشاہوں کی روشنی کا حکم

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک خاتون مسئلہ پوچھنے کے لئے آئی، عرض کی: حضرت، میں اپنے مکان کی چھت پر چاند کی چاندنی میں سوت کاتتی ہوں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سواری گزرتی ہے، اس کے آگے آگے جو شمع اٹھائے چلتے ہوتے ہیں ان شمع کی روشنی میرے سوت پر بھی پڑتی ہے تو کیا بادشاہوں کے چراغوں کی روشنی سے سوت کاتنا جائز بھی ہے یا نہیں؟

امام مالک فرمانے لگے: خاتون پہلے اپنا تعارف کرواؤ کہ تم کون ہو؟ عرض کی، سائل کی ذات نہیں پوچھی جاتی، آپ مجھے مسئلہ بتائیں، فرمایا: نہیں، سائل کی وجہ سے مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے، آپ کو پہلے

بتانا ہو گا، کہ آپ کون ہیں؟ تو اس خاتون نے بتایا، میں حضرت بشر حافی کی ہمشیرہ ہوں، فرمایا: تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔

پیچھے چلنے والوں کا حال کیا ہوگا

پس انسان جتنے اونچے درجے کا ہو گا اس کے اسی کے اعتبار سے تقاضے بھی ہوتے ہیں، لازم نہیں کہ وہ زنا جیسے فعل کا ارتکاب کرے تبھی خرابی آئے، نہیں! بلکہ اس کی نظر بھٹک جائے، خیال ہی بھٹک گیا، اور وہ جو اس مسند پر بیٹھا تھا کہ لوگوں کو پند و نصیحت کرتا تھا، ارشاد و ہدایت کرتا تھا جب اس کا یہ حال ہے تو اس کے پیچھے چلنے والوں کا حال کیا ہو گا۔

اس لئے فرمایا: "وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ" کسی جان کو قتل بھی نہیں کرتے اور "وَلَا یَزْنُوْنَ" زنا بھی نہیں کرتے، زنا کی ساری صورتیں، چاہے وہ آنکھ کا ہو، کان کا ہو، منہ کا ہو، ہاتھ کا ہو، پاؤں کا ہو، کسی بھی ایسے فعل میں مبتلا نہیں ہوتے جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف انگلی اٹھائیں۔

اور اس کے باوجود جو نیکوں کا چولا پہن کر گناہوں کا ارتکاب کرے، جو زنا میں مبتلا ہو تو کیا ہو گا؟

فرمایا:

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

سخت سزا ہے، بلکہ ایک روایت میں آتا ہے وہ سخت قیامت کے دن رسوا کر دیا جائے گا۔

قیامت کے دن دوگنا عذاب

یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

ترجمہ کنزالایمان: بڑھایا جائے گا اُس پر عذاب قیامت کے دن۔

قیامت کے دن اس کو دو گنا عذاب دیا جائے گا۔

وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

اور ہمیشہ وہ ذلت میں رہے گا، سخت تذلیل اس کی ہو گی۔

مگر جو توبہ کرلے

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

ترجمہ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

چونکہ ایمان کے بعد اچھے اعمال توبہ کے شجر کو پانی دیتے ہیں، اگر توبہ کے بعد اچھے اعمال نہ کریں تو وہ بوٹا اور شجر پھر مرجھا جائے گا۔

بار بار توبہ کی، دو لفظوں میں توبہ استغفر اللہ پڑھ لیا، اور پھر وہی بے ڈھنگی چال جو پہلے تھی، اب بھی ہے، تو یہ ایسا ہی ہوا کہ:

بس کا واقعہ

ایک بس جا رہی تھی، گانے بج رہے تھے، دیکھا کہ چوراہے میں ایک ایکسیڈنٹ ہوا ہے، لاشے بکھری پڑی ہیں، سب کو اپنی اپنی موت یاد آگئی، سب توبہ کرنے لگے، ڈرائور بھی توبہ کرنے لگا، گانے بند ہو گئے، لیکن ابھی آدھا کلو میٹر بھی بس نہ چلی ہو گی، کہ ٹیپ کا بٹن اون، اور پھر وہی دھا چوکڑی ہونے لگی۔

یہ توبہ نہیں ہوتی "حقيقة التوبة الندمة" توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ شرمندگی ہو، دوبارہ وہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہو، کہ اب گناہ نہیں کروں گا، ورنہ تو مذاق ہے کہ:

توبہ کی پھر توبہ کی پھر توبہ کر کے توڑ دی
میری اس توبہ پہ توبہ توبہ توبہ کر اٹھی

بلکہ یہ تو عجیب بات ہے ایسا نہ ہو، بلکہ سچی توبہ کریں، اور اس کے بعد اچھے اعمال کر کے توبہ کے شجر کو پانی بھی دیتے رہیں، تا کہ وہ سر سبز و شاداب رہے تو فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

جو توبہ کر کے نیک اعمال میں لگ جاتا ہے، تو یہ وہی لوگ ہیں، جن کو مژدۂ جاں فزاں دیتے ہوئے ارشاد ہوا:

جو جتنا بڑا گناہ گار ہوگا وہ اتنا بڑا نیکوکار بن جائے گا

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

ترجمہ کنز الایمان: تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

اگر کوئی ایسا کر لے تو اللہ فرماتا ہے: ہم نہ صرف اس کے گناہوں کو ختم کریں گے بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیں گے۔ اللہ اکبر! ذرا غور تو کرو!

جو جتنا بڑا گناہ گار ہو گا وہ اتنا بڑا نیکوکار بن جائے گا، سبحان اللہ! مسلمانو! اپنے رب کی رحمت تو دیکھو، اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل کر اسے عزت دے گا، اب وہ بندہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہو گیا، کون؟ وہ، جو توبہ کر کے نیک اعمال کرنے والا ہو گا۔

دنیا میں ذلت کے بعد عزت ملنا مشکل ہے

اور دنیا میں اگر کسی نے چوری کی، اور پکڑا گیا تو تذلیل ہوئی، چور کا لیبل اس پر لگ گیا، اب اگر مال والا اسے معاف بھی کر دے، مگر معاشرے میں جو عزت اس کی پہلے تھی، اب تو نہیں رہے گی، اب چاہے جتنا کر لے اپنی کھوئی ہوئی عزت نہیں لا سکتا، مگر رب عزوجل کی رحمت دیکھو!، خدا عزوجل اسے کتنی عزت دیتا ہے کہ جتنا بڑا گناہ گار ہوتا ہے اتنا بڑا نیکوکار ہو جائے گا۔

"فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ" اگر کوئی ایسا کر لے اللہ فرماتا ہے: ہم نہ تو صرف یہ کہ اس کے گناہوں کو ختم کریں گے بلکہ اس کے گناہوں کو بدل کے نیکیوں میں تبدیل کر دیں گے، وہ جتنا بڑا گنہگار ہو گا اتنا بڑا نیکوکار ہو جائے گا، اس کے در پہ آتو جائے۔

اگر کسی محکمے کے اندر کوئی ایسا کام ہو جائے، محکمے کا آفسر معطل کر دے یا کوئی اور سزا دے دے، تو بعد میں وہ معاف بھی کر دے لیکن ریکارڈ تو خراب ہو جاتا ہے نا، ترقی تو رک جاتی ہے، کہ اتنا کچھ اس کے رجسٹر کے اندر، اس کی فائل کے اندر لکھ دیا گیا ہے، لیکن اللہ تعالی اس فائل کو کتنی عزت دیتا ہے، یہ نہیں کہ اب اس کی ترقیاں رک جائیں، توبہ کر کے تو دیکھے، سچی توبہ کر کے تو دیکھے، بلکہ جتنا بڑا گناہ گار ہو گا اتنا بڑا نیکوکار بن جائے گا۔ اللہ اکبر!

"فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ" ہم اس کی بدیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیں گے۔

شراب سرکہ میں تبدیل ہوگئی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ آرہے تھے، ایک آدمی نے ہاتھ میں شراب کی بوتل پکڑی تھی، دیکھا کہ اچانک گلی کے موڑ سے حضرت عمر فاروق آرہے ہیں، وہ ڈر گیا، بوتل کو بغل میں چھپا لی اور سچی توبہ کر لی، مالک! آج عمر کے قہر سے بچا لے، آج کے بعد میں شراب نہیں پیوں گا، حضرت عمر فاروق نے اس کو بوتل چھپاتے ہوئے دیکھ لیا تھا، جب قریب آئے درہ لہرایا کہا: کیا ہے تیرے پاس؟ کہنے لگا: حضور سرکہ ہے، کہا نکالو، جب نکالا دیکھا تو واقعی سرکہ تھا۔

اگر کوئی سچی توبہ کر لے، تو اللہ گناہوں کو بدل کے نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے، یہ دکھا دیا کہ جو شراب کو سرکے میں بدل سکتا ہے وہ گناہوں کو نیکیوں میں نہیں بدل سکتا، اس کے در پہ آکے تو دیکھو جھولی پھیلا کے تو دیکھو۔ اللہ اکبر!

بڑے گناہ میں نے نہیں پڑھے

حدیث میں آتا ہے: قیامت کے دن ایک شخص سے کہا جائے گا، اپنا اعمال نامہ پڑھ، وہ پڑھے گا، چھوٹے چھوٹے گناہوں کو تو پڑھے گا، مگر بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑتا جائے گا، اللہ عزوجل فرمائے گا: اے میرے بندے میں نے اپنے فضل سے تیرے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا، وہ بندہ کہے گا: مولی ابھی تو میں نے اپنے بڑے بڑے گناہ پڑھے ہی نہیں۔ حدیث میں ہے: یہ بیان فرماتے ہوئے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کی بندہ نوازی اور اس کی شان کریمی پر خوشی ہوئی اور چہرۂ اقدس پر سرور سے تبسم کے آثار نمایاں ہوئے، کہ پہلے بڑے بڑے گناہ پڑھتا نہیں، چھپاتا جاتا ہے، اور جب کہا گیا، میرے بندے! تیرے گناہ، نیکیوں سے بدل دیا، تو کہتا ہے: مولی ابھی بڑے بڑے گناہ تو رہتے ہیں، جن کو ابھی میں نے پڑھے نہیں۔

اللہ اکبر! اس کی بارگاہ میں کوئی آکے تو دیکھے، اس کے حضور جھک کر تو دیکھے، کہ اس کی رحمتیں کس طرح اپنے دامن میں اس کو چھپاتی ہے، وہ پھر گناہ نہیں دیکھتا، فرشتوں سے فرماتا ہے: فرشتوں گواہ رہنا میں نے اس کو بخش دیا کہ میرا بندہ میرے حضور آکے مجھ سے معافی مانگ رہا ہے اسے معلوم ہے کہ گناہوں کو بخشنے والا میں ہی ہوں، عطا کرنے والا میں ہی ہوں۔

اللہ ہی مددگار

مسجد نبوی میں کونے میں ایک شخص دعا مانگ رہا تھا، جس کے لفظ تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

ترجمہ: مالک میں تجھ سے اس لئے مانگتا ہوں کہ تو میرا اللہ ہے، تیرے علاوہ میرا ہے بھی تو کوئی نہیں، کہ جس کی چوکھٹ پر جاؤں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: وہ جو کونے میں دعا مانگ رہا ہے اسے بشارت دے آؤ کہ تیری دعا اللہ عزوجل نے قبول کر لی ہے۔ سبحان اللہ!

(مشکوۃ کتاب الاسماء اللہ فصل اول، ح ۳ ص ۱۹۹)

بخشش کے ساتھ رحمت

اللہ تعالی نے فرمایا:

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بخشش بندے نے مانگی اور اللہ عزوجل نے اپنی طرف سے اضافی رحمت ڈالی اور اس کے گناہوں کو معاف کر کے نیکیوں میں بدل دیا۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔

نویں نشانی جھوٹی گواہی نہ دینا

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

ترجمہ کنزالایمان: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

جھوٹ نہیں بولتے، ان کی زبان پے ہمیشہ سچ ہوتا ہے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب بیہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

کسی بری جگہ پر ٹھہرتے نہیں، چنانچہ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن صلی اللہ علیہ و الہ و سلم نے ارشاد فرمایا: "اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ یعنی تہمت کی جگہوں سے بچو۔"

(کشف الخفاء حدیث ۸۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۴۵) (التفسیر الکبیر للرازی، پ ۲۰، سورۃ القصص: ۸، ۵۹۰/۲۵)

پس اولیاء اپنی آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

دسویں نشانی: اللہ کی نشانیوں سے عبرت پکڑنا

وَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

بلکہ اللہ عزوجل کی ان نشانیوں کو دیکھتے ہیں، اور اس سے عبرت کے پہلوؤں کو لے کے اپناتے ہیں، اللہ عزوجل کی ایک ایک نشانی پر غور کرتے ہیں۔

گیارہویں نشانی: متقی بننے کی دعا کرنا

اور وہ دنیا کو ترک بھی نہیں کرتے، دنیا میں رہ کر اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں:

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

یعنی ہماری بیویاں بھی ایسی ہوں جو تیری مطیع ہوں، اور ہماری مطیع ہوں، اور اولاد بھی ایسی ہو، جو فرمابردار ہو، اور ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک ان کی طرف سے نصیب ہو جائے۔

آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد خوشی ہے کہ خوشی نصیب ہو، علماء نے بیان فرمایا ہے کہ: جو آنسو غم میں بہتے ہیں وہ گرم ہوتے ہیں اور جو خوشی میں، خوش خبری سن کر نکلتے ہیں، وہ آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

آنکھوں کی ٹھنڈک سے کیا مراد ہے؟

اور عرب جب کسی کے لیے دعا کرتے ہیں کہ تجھے خوشی ملے تو وہ "قُرَّةَ اَعْیُنٍ" کا لفظ کہتے ہیں۔

اور خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری بیویاں اور اولاد متقی نیک صالح عطا فرما، جن کے حسن عمل اور ان کی طاعت خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں، جیتے جی دنیا میں اور مرنے کے بعد قبر میں۔

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

نہ صرف ہمیں پرہیزگار بنانا، بلکہ ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنادیں۔ یہ دعاوہ کرتے ہیں۔

گیارہ نشانیوں پر عمل کرنے والے کو رب یہ صلہ دے گا

اب ان کی جزا کیا ہو گی؟ انعام کیا ملے گا؟ تو اللہ نے فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰمًا﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو جنت کا سب سے اونچا بالاخانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے (دعا وآداب) اور سلام کے ساتھ اُن کی پیشوائی ہو گی۔

جب جنت میں داخل ہوں گے، تو فرشتے ان کو سلام کریں گے، کہ تم نے دنیا میں اللہ عزوجل کی رضا میں اپنی زندگی گزاری، مصیبتوں پر صبر کرکے:

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنز الایمان: ہمیشہ اس میں رہیں گے کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ۔

اللہ والا کون ہوتا ہے؟ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان کے اوصاف بیان فرمادیا کہ ان کی چال بھی وقار والی ہوتی ہے، ان کا لباس بھی وقار والا ہوتا ہے، ان کا اٹھنا بھی، بیٹھنا بھی، ان کی دعائیں، التجائیں اللہ عزوجل کے حضور دیکھ لیں۔

خود ساختہ ضابطوں اور اللہ کی بیان کردہ نشانیاں

اور پھر اپنے ان خود ساختہ ضابطوں کو دیکھ لیں جو ہم نے ولی کے لئے بنائے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب ڈھونگی ہیں۔

جب اللہ کے بیان کردہ اوصاف اور ضابطوں کو سامنے رکھ کر ولی کو ڈھونڈنے نکلیں گے تو دھوکہ نہیں کھائیں گے، بلکہ جب ایسے لوگ مل جائیں گے تو زندگی جینے کا مزہ آجائے گا، ان کی صحبت میں رہ کر اللہ یاد آجائے گا، اور ان کی برکت سے دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوگی۔

جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: حضور ﷺ جن اولیاء کا تذکرہ آپ کرتے ہیں ان کی نشانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجائے، دین کی طرف تمہاری لو لگ جائے اور برائی سے نفرت ہو جائے، جس شخص کی صحبت سے دنیا سے دوری اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے، تو سمجھ لو کہ ان کا سینا نور ولایت کا خزینہ ہے۔ (قوت القلوب، ص۲۴۶)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اولیاء کی اور بالخصوص جو مسند ارشاد پر بیٹھیں ہیں، پیر ہیں، ان کی ۱۲ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

غوث اعظم کی بیان کردہ نشانیاں برائے اولیاء

فرمایا: کوئی اس وقت تک اس لائق نہیں ہوتا کہ لوگوں کو رشد و ہدایت کرے، اور لوگوں کو اپنے زیر تربیت رکھے، جب تک وہ بارہ خوبیوں کا حامل نہ ہو۔

دو خوبیاں اللہ والی ہوں

فرمایا: دو خوبیاں اس میں اللہ عزوجل والی ہوں:

(۱)۔۔۔ اللہ عزوجل کی صفت ستار کا مظہر ہو۔

یعنی پردہ پوش ہو، کہ چغلخور اللہ کا ولی نہیں ہوتا۔

مرید نے تو اپنے پیر سے ساری کہانی کہنی ہے، سارے دکھڑے پیر کو سنانے ہیں، اب اگر پیر کا سینہ ہی اتنا کشادہ نہیں ہے، بلکہ اپنے اس مرید کی ان باتوں کو لوگوں میں بیان کرے، تو وہ پیر بننے کے لائق نہیں

ہے، کیوں؟ کیونکہ ابھی اس کے اندر اللہ کی صفتِ ستار کی جھلک ہی نہیں آئی، وہ صفتِ ستار کا مظہر ہی نہیں بنا۔

اور پردہ پوشی کیسی ذرا سنئے:

"اَصَم" مشہور ہونے کی وجہ

حضرت سیدنا ابو علی دَقَّاق علیہ رَحمَۃُ اللہ الرزّاق فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا حاتم اصم علیہ رَحمَۃُ اللہ الاکرم کا نام "اَصَم (یعنی بہرہ)" پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے کیلئے حاضر ہوئی، اسی دوران اس کی ہوا خارج ہو گئی۔ اس پر وہ عورت بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت سیدنا حاتم اصم علیہ رَحمَۃُ اللہ الاکرم نے فرمایا: ذرا اونچی آواز میں بولو۔ اس پر عورت خوش ہو گئی اور سمجھی کہ انہوں نے وہ آواز نہیں سنی ہو گی، اس کے بعد سے حضرتِ سیدنا حاتم علیہ رَحمَۃُ اللہ الاکرم کا نام اَصَم پڑ گیا۔ (المستطرف، ۱/۲۴۷ ملخصًا)

یہ ہیں اللہ والے، ساری زندگی ایک عورت کا عیب چھپانے کے لئے بہرے بنے رہیں، اور آج دیکھ لیں کہ چغلیاں کرتے پھرتے ہیں اور مسندِ ارشاد پر وراج مان ہیں۔ اور دوسری خوبی:

(۲)۔۔۔ اللہ عزوجل کی صفت غفار کا مظہر ہو۔

کیونکہ سالک سے دورانِ سلوک بہت سی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان غلطیوں کی گرفت کرنے والا نہ ہو، بلکہ درگزر کرنے والا ہو، معاف کر دینے والا ہو۔

دو خوبیاں رسول اللہ ﷺ والی ہوں

دو خوبیاں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی ہوں:

(۱)۔۔۔ رفیق ہو۔

(۲)۔۔۔ شفیق ہو۔

یعنی رفاقت کے حق کو جانتا ہو اور شفقت کرنے والا ہو، تنگ دل نہ ہو، محبت بانٹنے والا ہو، مریدوں پر شفقت کرنے والا ہو، ان کے دکھ درد بانٹنے والا ہو۔

اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کے متعلق فرمایا:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (پ۴ آل عمران ۱۵۹)

محبوب ﷺ! آپ اگر ترش رو ہوتے، تنگ مزاج ہوتے، ماتھے پر تیوریاں لانے والے ہوتے اتنے لوگ تیرے گرد جمع تو نہ ہوتے، یہ تو تیرے خلق کی بات ہے کہ اتنے لوگ تیری راہوں کے مسافر بنیں، شفیق ہو، شفقت کرنے والا ہو، اپنے مریدین سے، متوصلین سے چڑھ نہ جائے، اکتا نہ جائے، آنے والے تو آتے ہیں اپنے دکھڑے سناتے ہیں، جلدی جلدی اپنے دروازے نہ بند کرلے، بلکہ ان کے دکھڑے سنے۔

مدینے کی بڑھیا کا واقعہ

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک بڑھیا آئی اس نے حضور ﷺ کو اشارہ کر کے بلایا، آقا کریم ﷺ دروازے پہ بات سننے کے لیے چلے گئے، حضرت فاروق اعظم کہتے ہیں ہمیں بڑا عجیب لگا لیکن کہہ کچھ نہ سکے، کہ حضور ﷺ خود گئے، کہا: کہو کیا کہنا ہے؟ کہا میں نے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہے، کہا کرو، کہا یہاں نہیں کرنا، کہاں کرنی ہے؟ مسجد نبوی سے باہر کھلی جگہ تھی، کہا وہاں کرنی ہے، آقا کریم ﷺ وہاں چلے گئے، کئی گھنٹے لگ گئے، حضرت عمر فاروق کہتے ہیں کہہ کچھ نہیں سکتے تھے کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں لیکن غصہ خوب آرہا تھا کہ نازک بدن، کڑکتی دھوپ، بے تکی باتیں، جب وہ تھک ہار کے خود جانے لگی تو ہم نے عرض کی: بندہ نواز اس عورت کا توازن عقلی ٹھیک نہیں ہے، اور پورے مدینے میں کوئی شخص اس کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا، لوگ اس کو دیکھ کے راستہ بدل لیتے ہیں، جس کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے پھر اتنی باتیں اس کے پاس ہیں کہ جان نہیں چھوڑتی، تو آپ کا وقت بھی قیمتی بدن بھی

نازک بامقصد زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی، تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! پورے مدینے میں اس بیچاری کی کوئی نہیں سنتا، میں بھی نہ سنوں۔

یہ جو دھکے دیتے پھرتے ہیں اپنے مریدوں کو، پیچھے ہٹ جاؤ پیچھے ہٹ جاؤ پیر صاحب کا مزاج بڑا نازک ہے پیچھے ہٹ جاؤ۔ وہ کیسا پیر ہے جو مرید کے دکھڑے بھی نہیں سن سکتا، اس کو دلدار مان لیا جو دلور ہی نہیں ہے اس کو دل دے دیا جو دل کی کیفیت ہی نہیں جانتا۔

خلق نے بخشی ہے ان کو خواجگی
جو جانتے نہیں بندہ پروری کیا ہے

اپنا دل دلدار کو دو

جس کو دل دینا ہے پہلے دیکھو تو صحیح کہ وہ دلدار بھی ہے کہ نہیں، تمہارے دکھڑے بھی نہیں سنتا، تمہاری ڈھارس بھی نہیں باندھا تا تو وہ پیر کیسا؟ اگر پیر مرید سے ہمدردی نہیں رکھتا تو پھر نظامِ خانکاہی سوائے کاروبار کے کچھ نہیں ہے، پیر رفیق بھی ہو اور شفیق بھی ہو۔

دو خوبیاں صدیق اکبر والی ہوں

دو خوبیاں اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی ہوں:

(۱)۔۔۔صادق ہو۔

(۲)۔۔۔مُصَدِّق ہو۔

خود سچ بولے اور سچ کی تصدیق کرے۔

مؤمن جھوٹا نہیں ہوتا

”عَنْ صُفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَاناً قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلاً قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا“

حضرت صفوان بن سلیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہوتا ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں (ہوسکتا ہے) پھر عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں (ہوسکتا ہے) پھر پوچھا گیا کیا مومن کذّاب یعنی جھوٹا ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔

(''شعب الإيمان''للبيهقي، الحديث: ۴۸۱۲، ج۴، ص۲۰۷)

(مشكاة المصابيح''، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الحديث: ۴۸۶۲، ج۲، ص۱۹۶)

اور قرآن میں بھی آپ نے سنا، کہ اللہ والا جھوٹی گواہی نہیں دیتا چاہے قیامت آجائے۔

دو خوبیاں فاروقِ اعظم والی ہوں

دو خوبیاں اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی ہوں:

(۱)۔۔۔امر بالمعروف کرے۔

(۲)۔۔۔و نہی عن المنکر کرے۔

یہ نہیں کہ اگر حق کی بات بتائی تو ماننے والے ناراض ہو جائیں گے، اگر لوگوں کی ناراضی کی وجہ سے حق بات کہنے سے رک جاتا ہے تو پھر پیر وہ ہوا اور یہ اس کا مرید ہوا۔

پیر کا حق ہے امر بالمعروف کرنا

پیر کا حق ہے کہ وہ ہر لمحے میں امر بالمعروف والنہی عن المنکر کے فریضے سے کبھی بھی غافل نہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے منقول ہے،اور آپ کا امر بالمعروف کے متعلق ایک امتیازی نام ہے، چنانچہ جب لولو فیروز نے آپ کے اوپر حملہ کیا اور زہر میں بجھا ہوا خنجر آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا، زندگی اور موت کی کشمکش تھی، تو ایک انصاری نوجوان آپ کا حال پوچھنے آیا، اس وقت بس سانسیں ٹوٹ رہی تھیں، اس نے کہا حضور کیا حال ہے؟ تو آپ کی نظر اس کے ٹخنوں پہ پڑ گئی، اس کا تہبند لٹک رہا تھا اور اس کے ٹخنے ڈھکے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: میرا حال تو صحیح ہے، لیکن اے نوجوان

اگر تو اس تہبند کو ٹخنوں سے اوپر کر لے، ایک تو تیرے کپڑے بھی پاک رہیں گے دوسرا رب بھی راضی رہے گا، سبحان اللہ! دیکھو کیا حالت ہے، پھر بھی نیکی کی دعوت دے رہے ہیں۔

مرید نے شریعت اپنے پیر سے سیکھنا ہے

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مکتوبات میں کہ مرید نے شریعت اپنے پیر کے عمل سے سیکھنی ہے، اس لیے اگر اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں ہو گا، تو پھر کس طرح لوگوں کو راہ ہدایت دے گا؟ تو پیر میں امر بالمعروف والنہی عن المنکر، یہ دو خوبیاں حضرت سیدنا عمر فاروق والی ہوں۔

دو خوبیاں عثمانِ غنی والی ہوں

دو خوبیاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ والی ہوں:

(۱)۔۔۔رات کو عبادت کرے۔

(۲)۔۔۔صبح اٹھ کر سخاوت کرے۔

اور یہ صفت بیان ہو چکی کہ

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۶۴)

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

راتوں کو کبھی سجدے میں گزارتے ہیں کبھی قیام میں گزارتے ہیں، ان کی راتیں یوں ہی گزر جاتی ہیں، اللہ اکبر! بلکہ راتیں مختصر پڑ جاتی ہیں، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن عرض کرتی ہیں: مالک! تیری راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ تیری بندی کا ذوق بندگی ہی پورا نہیں ہوتا، ابھی میں سجدے میں

سر رکھتی ہوں تو رات ختم ہو جاتی ہے، ایک رات اتنی لمبی کر دیتے تاکہ تیری بندی جی بھر کر تجھے سجدہ کر لے، یہ ہیں وہ لوگ تو کہا ایک رات کو عبادت کرنے والا ہو، اور صبح اٹھ کے سخاوت کرنے والا ہو۔

سخاوت دل سے ہے نہ کہ مال سے

اور سخاوت کا تعلق دل سے ہے نہ کہ مال سے، کہ سخاوت صرف مالدار ہی کر سکتا ہے، ایسا نہیں ہے، شیخ سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تونگری به دل است نه بمال
بزرگی به عقل است نه بسال

بزرگی عقل سے ہوتی ہے سالوں سے نہیں ہوتی، اور سخاوت دل سے ہوتی ہے مال سے نہیں، کمینے دل والا اللہ عزوجل کا ولی نہیں ہوتا۔ اس کا تو مزاج ہوتا ہے بانٹنا، ولی کی مزاج میں ہوتا ہے کہ لوگ اس سے دل کی قوت بھی حاصل کریں اور روح کی قوت بھی حاصل کریں۔

اولیاء کو سخاوت کرنا پسند ہے

بابا بلے شاہ اسی کو تو فرماتے ہیں:

اٹ کھڑکے دکڑ وجے تتا ہووے چلھا
آن فقیر تے کھا کھا جاون راضی ہووے بلھا

فقیر کو اس میں خوشی ہوتی ہے کہ لوگ آئیں اور اس کے در سے جھولی بھر بھر کر لے جائیں۔

دو خوبیاں علی المرتضی والی ہوں

دو خوبیاں اس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ والی ہو:

(۱)۔۔۔عالم ہو۔

(۲)۔۔۔بہادر ہو۔

جاہل اللہ عزوجل کا قرب کیسے پائے گا؟

بغیر علم کے زہد کفر ہے

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَنۡ تَجَهَّدَ بِغَيۡرِالۡعِلۡمِ فَقَدۡ مَاتَ بِالۡكُفۡرِ

جو شخص بغیر علم کے زہد اختیار کرے وہ کفر کی حالت میں مرا۔

اور سلطان باہو شاید اسی کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علموں باجھ جے فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہو
سئے ورہیاں دی کرے عبادت اللہ تھیں بیگانہ ہو
غفلت تھیں نہ کھلسن پردے دل جاہل بت خانا ہو
میں قربان تنہاں توں جنہاں ملیا یار یگانہ ہو

بغیر علم کے غفلت کے پردے نہیں کھل سکتے، کیونکہ علم نور ہے، اور انسان کو سب سے پہلا سبق علم کا پڑھایا گیا ہے، اور سب سے پہلی وحی بھی علم کے متعلق نازل ہوئی۔

مصلی ایک طرف رکھ کر علم حاصل کرو

شیخ الاسلام حضرت احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا پہلے مصلّی ایک طرف رکھو اور جا کر علم سیکھو کیونکہ بغیر علم کے زُہد و تقویٰ میں پڑنے والا شیطان کا مسخرہ ہے۔" (نفحات الانس ص ۲۱۰)

عِلم کی فضیلت

حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صلی اللہ علیہ و الہ و سلم نے ارشاد فرمایا: ”فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنی صحابی پر۔“ (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۴/ ۳۱۳، الحدیث: ۲۶۹۴)

اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ و اٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ یعنی عالم کی بُزُرگی عابِد (یعنی عبادت گزار) پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر۔ (ابن ماجہ ج۱، ص۱۴۶، الحدیث ۲۲۳)

قرآن میں علماء کی فضیلت

اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (پ۲۲ الفاطر ۲۸)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

غوث اعظم اس مرتبے میں کیسے پہنچے؟

اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی کسی نے پوچھا: حضور آپ اس مرتبے تک کیسے پہنچے؟ فرمایا:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰى صِرْتُ قُطْبًا۔ میں علم کا درس دیتا رہا یہاں تک کہ میں اس مرتبے پر فائز ہو گیا۔

اور بہادر ہو، جو توحید کے آغوش میں پلتا ہے تو وہ:

فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ (پ۱ البقرہ ۳۸)

ترجمہ کنزالایمان: نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی ان کو غم۔

کے زمرے میں آجاتا ہے پھر وہ اپنے رب عزوجل کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، پھر وہ کلمہ حق کہنے سے گریز نہیں کرتا، چاہے شہنشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔

تھیلی سے خون کے قطرے

حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں مستنصر باللہ خلیفۂ وقت حاضر ہوا، ملا علی قاری نے نزہۃ الخاطر الفاطر فی مناقب شیخ عبد القادر کے اندر اس واقعہ کو لکھا ہے، اس نے دو اشرفیوں کی تھیلیاں بطور ہدیہ بطور نذرانہ پیش کی، حضرت غوث اعظم نے اس نذرانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لازم نہیں ہے کہ ہر مرید کے نذرانے کو قبول بھی کیا جائے، شیخ کی ذمہ داری ہے کہ اس کو جھڑکے یہ مال ناجائز طریقے سے تو نہیں کمایا، یہ جو نظرانہ مجھے دے رہا ہے یہ کہاں سے آیا ہے؟ یہ سود کا مال تو نہیں ہے، لوگوں کا غریبوں کا خون تو نہیں نچوڑا؟ کہا: نذرانہ میں وصول نہیں کروں گا، کہا حضور کیوں؟ کہا غریبوں کا خون نچوڑ کے مجھے نذرانہ دینے آ گئے ہو، کہا: نہیں حضور یہ میرا مال ہے، آپ نے اس کے ہاتھ سے تھیلی لی، اور اس کو یوں تاؤ دیا، تازہ قطرے خون کے ٹپکنے لگے، اللہ اکبر! کہا اگر مجھے قرابت رسول ﷺ کا لحاظ نہ ہوتا، چونکہ یہ عباسی خلیفہ تھا، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد سے اور وہ حضور ﷺ کے چچا لگتے تھے، اس لیے حضور سے قربت تھی اور یہ ان کی اولاد ہے، کہا اگر قرابتِ رسول ﷺ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس تھیلی کو نچوڑتا جاؤں خون نکلتا جائے یہاں تک کہ تیرے محلوں کے دروازوں تک پہنچ جائے، اللہ اکبر!

نذرانہ کا تصور کیا ہے؟

تو یہ بات سمجھ میں آ گئی، کہ یہ نہیں ہے کہ ہر ایک سے نذرانہ قبول ہی کیا جائے، پھر سارے ایسے بھی تو نہیں ہوتے کہ جن سے نذرانہ لیا جائے، کوئی ایسے بھی تو ہوتے ہیں جن کو دیا جائے، یہ جو تصوف کے اندر نذرانے کا تصور ہے، میں اس پہ بڑا غور کرتا رہا ہوں کہ یہ کیا ہے؟ اور میں نے تصوف کی کتب اور بزرگوں کی جو مجھے صحبت نصیب ہوئی، اس سے جو میں سمجھا ہوں، وہ یہ ہے کہ نذرانے کا تصور جو شیخ صوفیا دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو پیر ہوتا ہے وہ ایک ماں کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے کچھ غریب مرید ہوتے ہیں کچھ امیر ہوتے ہیں، عزت دار ہوتے ہیں جو کسی کے سامنے دکھڑا بیان نہیں کرتے، وہ اپنے پیر کو

بتایا ہوتا ہے، دعا کے رنگ میں کہ میرے لیے دعا کرنا، اب تصور نذرانے کا یہ ہے کہ امیروں سے لے اور غریبوں کو دے۔ نہ کہ اپنا گھر بھرے، یہ نہ ہو کہ غریبوں سے بھی چھینتا چلا جائے، وہ تو بے چارہ پہلے ہی سے پریشان ہے۔

چالاک پیر اور ڈاکٹر اقبال

ڈاکٹر اقبال کے یہاں ایک پیر ملنے کے لئے آئے، اس پیر کا ایک مرید اس شہر میں رہتا تھا، اپنے پیر کی آمد کی خبر سنکر ملاقات کے لئے حاضر ہوا، عرض کی حضور، سو روپے کا مقروض ہوں اور بچی کی شادی بھی کرنی ہے، بہت پریشان ہوں، آپ دعا فرما دیں! پیر صاحب نے دعا کی، پھر مرید کو اجازت دے دی، مرید نے جیب میں ہاتھ ڈالا دس روپے کا نوٹ نکال کر پیر صاحب کو نظرانے میں پیش کر دیا، ڈاکٹر اقبال یہ دیکھ کر مسکرائے، جب مرید چلا گیا، تو پیر صاحب نے کہا کہ حضور آپ کیوں مسکرا رہے تھے؟ کہا آپ کے دعا کی قبولیت دیکھ کر مسکرایا تھا، کہا وہ کیسے؟ کہا جب تک آپ نے دعا نہ کی تھی تو سو روپے کا مقروض تھا، دعا کے بعد ۱۱۰ روپے کا مقروض ہو گیا۔

بار بار دعا کو کہنے کا مطلب

ایسے مریدین تو ضرورت مند ہیں، پیر کو چاہئے کہ خود ان کو دے نہ کہ ان سے وصول کرے، بلکہ جو مرید بار بار دعا کو کہہ رہا ہے تو پیر کو خود سمجھ جانا چاہئے کہ یہ حاجت مند ہے اس کو دیا جائے، وہ کھلے لفظوں میں نہیں کہتا مگر بار بار دعا کو کہنا یہ اشارہ دے رہا ہوتا ہے کہ اے پیر میری مدد کر، مگر پیر تو اپنی خودی میں مست ہے، اپنے گھر کو بھرنے میں ہی مست ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کبھی بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے

لگا دیتا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن میں لوگوں کی گزر گاہ پر بیٹھ ہوا تھا (جبکہ بھوک کی شدت تھی) حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہاں سے گزرے تو میں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے قرآن پاک کی ایک آیت کا مطلب پوچھا اور پوچھنے کی غرض یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائیں لیکن حضرت سیدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ گزر گئے اور مجھے ساتھ چلنے کے لئے نہ کہا، پھر میرے پاس سے حضرت سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ گزرے اُن سے بھی میں نے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا اور غرض یہی تھی کہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے لیکن حضرت سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی گزر گئے اور مجھے اپنے ساتھ نہ لیا۔

اس کے بعد دو جہاں کے والی حضور رحمت عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میرے پاس سے گزرنے لگے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے چہرے پر بھوک کے آثار اور میرے دل کی تمنا کو سمجھ گئے پھر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو ہریرہ!''میں نے عرض کی: ''لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ! یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔'' فرمایا: ''آؤ چلیں۔''آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چلے اور میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

پس حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گھر میں داخل ہوئے اور مجھے بھی اجازت عطا فرمائی جب اندر گئے تو حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا، تو گھر والوں سے استفسار فرمایا: ''یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ''انہوں نے عرض کی: ''فلاں شخص یا فلاں عورت (یہاں راوی کو شک ہے) نے آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے تحفہ بھیجا ہے۔'' آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! ''میں نے عرض کی:

''لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ! یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔''

ارشاد فرمایا: ''اہل صفّہ کے پاس جائو اوران سب کو میرے پاس بلالاؤ۔''

پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''مجھ پر یہ معاملہ بہت شاق گزرااور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دودھ اہل صفہ کو کفایت نہیں کرے گا، میں اس کا زیادہ حقدار تھا کہ یہ دودھ پینے کو ملتا اور اس سے اپنی کمزوری دور کرتا پس جب آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گھر آئے تھے تو مجھے پینے کا حکم فرمادیتے، پس اگر میں نے یہ دودھ ان کو پلادیا تو مجھے اس میں سے کچھ بھی ملنے کی امید نہیں، لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ اوراس کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت بھی ضروری ہے، اس لئے میں جا کر اہل صفہ کو بلالایا، انہوں آکر داخل ہونے کی اجازت چاہی، آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت عطافرمائی اور وہ سب گھر میں آکر بیٹھتے گئے۔

حضور نبیٔ اکرم، شفیع معظم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوہریرہ '' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں حاضر ہوں۔ ''ارشاد فرمایا: ''پیالہ اٹھائو اوران کو پلاتے جائو۔ ''آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے پیالہ اٹھایااورایک شخص کو دیااس نے پینا شروع کیا یہاں تک وہ سیر اب ہو گیا تو اس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا، پھر دوسرے شخص کو پیالہ دیا اس نے بھی پیا حتی کہ وہ بھی سیر اب ہو گیا تو اس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا، اسی طرح ہر ایک پی کر پیالہ مجھے لوٹا دیتا حتی کہ میں حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم، محبوب ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچ گیا اور تمام کے تمام لوگ سیر اب ہو گئے۔

پھر حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پیالہ لے کر اپنے دستِ مبارک میں پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمانے لگے اورارشاد فرمایا: ''اے ابوہریرہ!'' میں نے عرض کی: ''لَبَّیْكَ

یَارَسُوْلَ اللہ! یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ " ارشاد فرمایا: "میں اور آپ رہ گئے ہیں۔ "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ نے سچ کہا۔ "رحمتِ عالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "بیٹھو اور پیو۔ " میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ "آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر فرمایا: "اور پیو۔ "حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ "میں برابر پیتا جاتا تھا اور آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بار بار ارشاد فرماتے: "اور پیو۔ "یہاں تک کہ میں نے عرض کی: "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ بھیجا! اب تو جگہ ہی نہیں بچی۔ "آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "تو مجھے دکھاؤ۔ "میں نے پیالہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء بیان کی اور بِسْمِ اللہ پڑھ کر باقی دودھ پی لیا۔ "

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۴۵۲، ص۵۴۲)

کیوں جناب بو ہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اس واقعہ کا ایک اور دلچسپ نکتہ

اس واقعہ میں لطف تو بہت آتا ہے کہ واہ واہ کیا معجزہ ہے، ایک پیالہ ستر صاحبوں کو کافی ہو گیا، مگر ذرا اس پر بھی تو غور کرو کہ ستر کا جھوٹا اور بچا ہوا دودھ رحمتِ عالم نوش فرمارہے ہیں، اور آج کل مرید تو پیر کا جھوٹا کھا پی لیتا ہے مگر پیر اپنے کسی مرید کا جھوٹا نہیں کھاتا پیتا، مگر قربان جائیں اس مرشدِ اوّل ﷺ پر جن کا انداز یہ ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے اسی وقت کہا تھا

توجب ڈاکٹر اقبال کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو اسی وقت ڈاکٹر اقبال نے بڑے دکھ بھرے لہجے میں کہا تھا:

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن
شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ مانند بُتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

پیر تو دکھ اور غم کا ساتھی ہوتا ہے، نہ کہ پیسے کا، امیر کو گھر کے اندر لے جایا جاتا ہے، اور غریب مرید کو وظیفہ بتا کر اسے آنگن ہی میں رکھا جاتا ہے، کہ تو ایک لاکھ مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھ، یہ کیا ہے؟ پہلے پیروں کی نظر مرید کے دل پر ہوتی تھی اور اب دل کے اوپر لگی ہوئی جیب پر ہوتی ہے۔

وہ نگہباں بن کے جو چمن کی آبرو لوٹے
چمن والو عقیدت چھوڑ دو ایسے نگہباں کی

آو انہیں تلاش کریں

آو انہیں تلاش کریں جن کے قدم جہاں لگ جائیں، وہاں اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، جن کی زندگی لوگوں کے لیے ہدایت کا سبب ہوتی ہے، جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، ذکر خدا سے منور و تاباں ہے، اور تلاش کرتے وقت ان بیان کردہ ضابطوں کو سامنے رکھو ان شاء اللہ کبھی نہیں دھوکہ کھائیں گے، اور جب وہ تمہیں مل جائیں گے تو زندگی میں بہار آجائے گی، دل کی کلیاں کھل اٹھیں گی، اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضور ﷺ کی امت ایسے اولیائے کرام سے کبھی بھی خالی نہیں ہوگی، یہاں تک کہ خاتم الاولیاء حضرتِ مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں، لیکن ان لوگوں تک پہنچنے کے لئے ان کے معیار کو سمجھنا

ہو گا جو قرآن و احادیث میں بیان کئے گئے ہیں، اللہ مجھے اور آپ کو اپنی راہوں کا مسافر بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت سیِّدُنا امام مُحَمَّد بِن سِیْرِیْن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن

حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن سِیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن ۳۳ھ بمطابق ۶۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ تابعی بزرگ اور بصرہ میں علوم دینیہ میں اپنے وقت کے امام تھے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اوراونچا سنتے تھے، علم فقہ حاصل کیا اور حدیث کی روایت بھی کی، تقویٰ و پرہیز گاری اور خوابوں کی تعبیر بتانے میں مشہور تھے۔ حضرت سیِّدُنا انَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فارس میں انہیں اپنا کاتب مقرر کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد حضرت سیِّدُنا انَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی وفات ۱۱۰ھ بمطابق ۷۲۹ء کو ہوئی۔ (الاعلام للزرکلی، ابن سیرین (محمد بن سیرین)، ج۶، ص۱۵۴)

فرامین

☆ ...میں نے دنیا کی چیز پر کسی سے حسد نہیں کیا کیونکہ اگر وہ جنتی ہے تو میں دنیا کی چیز پر اس سے کیسے حسد کر سکتا ہوں حالانکہ وہ جنت کی طرف جارہا ہے اور اگر وہ جہنمی ہے تو میں دنیا کی چیز پر اس سے کیسے حسد کر سکتا ہوں حالانکہ وہ جہنم کی طرف جارہا ہے۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم: ۶۴۴۴ محمد بن سیرین، ج۵۳، ص۲۱۶)

☆ ...جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کے دل میں ایک واعظ پیدا فرمادیتا ہے (جو اسے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے)۔ (تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم: ۶۴۴۴ محمد بن سیرین، ج۵۳، ص۲۲۱)

☆ ...شعر اس قوم کا علم ہے جن کے پاس اس کے علاوہ دوسرا علم نہیں ہے اور شعر تو محض کلام ہے تو جو شعر اچھا ہے وہ اچھا کلام ہے اور جو برا ہے وہ برا کلام ہے۔

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(4) سنت اور بدعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا (۲۱) (پ۲۱ الاحزاب ۲۱)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْآنِ وَ زَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ

وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِالْقُرْآنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْآنِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا مَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمام حمد ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جل مجدہُ الکریم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبحِ ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج کی نشست میں ان شاء اللہ سنت اور بدعت کے کے عنوان سے کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنی ہیں، اللہ تبارک و تعالی میری زبان پر کلمۃ الحق جاری فرمائے۔

سنت کی تعریف

سنت ایسے طریقہ مسلوکہ کو کہتے ہیں، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چل کر امت کو دکھایا، اور اسی راستے پر چل کر امت کو دنیاوی و اخروی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں، جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، یا اس کے کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، یا حضور کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا، ایسے کاموں کو اصطلاحِ شریعت میں سنت کہتے ہیں۔

اللہ نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو ایسا حسین بنایا

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ حیات کو ایسا حسین بنایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنے والا ہر ہر قدم حسن و جمال کا مُرَقَّع ہے، جدھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے گئے، روشنیاں پھیلتی گئیں، اور جہاں چند لمحوں کے لیے ٹھہرے، وہاں اجالے بھی ٹھہر گئے، وہ کیا ہی خوب کسی نے کہا ہے:

چند لمحوں کے لیے ٹھہرے تھے تم جس پیڑ کے نیچے
سنا ہے آج تک اس پیڑ کا سایہ مہکتا ہے

اس پیڑ کے سائے سے آج بھی خوشبو نکل رہی ہے، اجالے پھیل رہے ہیں، جہاں سے وہ گزرے زمین لالہ زار بنتی چلی گئی، اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

پھر فرماتے ہیں: ایسا کیوں نہ ہو؟ کہ جدھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرام ناز فرمائیں، اور روشنی نہ ہو کہ:

ہے انہی کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گروہ نہ ہوں عالم نہیں

پھر رب عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

سایۂ دیوار و خاکِ دَر ہو یاربّ اور رضاؔ
خواہشِ دَیُہِیم قیصر شوقِ تخت جم نہیں

ان ذروں کی ستارے بلائیں لیتے ہیں، جن ذروں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم ناز لگے ہیں۔

تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں

ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک غوشہ ایسا ہے، جو ہمیں ہدایت کی روشنی دے رہا ہے، اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتوں پر چلنے کی ترغیب ارشاد فرمائی، اور ارشاد فرمایا:

تحقیق میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے، (پہلی) اللہ کی کتاب، اور (دوسری) میری سنت۔ (مشکوۃ المصابیح ج۱ ص۵۶ ح۱۸۶)

سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا

کتاب و سنت کے دامن کو تھامنے والا، ہدایت کی راہوں کا مسافر ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

" قَالَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَعَضُّوْاعَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ "تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو۔

(سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث ۴٦٠٧، ج۴، ص۲٦۷)

جو میری سنّت سے روگردانی کرے

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ۔

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری فطرت (یعنی اسلام) سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت کو اپنائے۔ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب الرغبة فی النکاح، الحدیث ۱۳۴۵۱، ج۷، ص۱۲۴)

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ جو میری سنّت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۷، ۷۵۸)

نکاح کو سنت قرار دیا اور ساتھ میں ارشاد فرمایا، یہ میری سنتوں میں سے ایک سنت ہیں اور جس نے میری کسی بھی سنت کو چھوڑا اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں۔

یہ کتنی بڑی وعید ہے، ان لوگوں کے لیے، جو اپنے آقا و مولی ﷺ کی سنتوں کو ترک کرتے ہیں، بلکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ لوگوں پر لعنت

میں چھ لوگوں پر لعنت کرتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اُن پر لعنت فرماتا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ وہ چھ لوگ یہ ہیں: (۱) کِتابُ اللہ میں اضافہ کرنے والا (۲) تقدیر کو جُھٹلانے والا (۳) میری امت پر ظلم کے ساتھ تَسَلُّط کرنے والا کہ ایسے کو عزت دے جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ذلیل کیا اور ایسے کو ذلیل کرے جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عزت عطا فرمائی (۴) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حرم (حرم مکہ) کو حلال ٹھہرانے والا (۵) میرے اہْلِ بیت کی حُرمَت جس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اس کو پامال کرنے والا اور (۶) میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (ترمذی، کتاب القدر، باب ۱۷، ۴ / ۶۱، حدیث: ۲۱۶۱)

سنت پر عمل کرنے کی چار برکتیں

اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں، ان کے لیے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَفِظَ عَلٰی سُنَّتِیْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَرْبَعِ خِصَالٍ۔ (تفسیر حقی ج۳ ص۸)

جس نے میری سنتوں کی حفاظت کی اللہ عزوجل اسے چار چیزیں عطا فرمائے گا۔

سنت پر عمل کرنے کی پہلی برکت

(۱)۔۔۔ اَلْمَحَبَّةُ فِیْ قُلُوْبِ الْبَرَرَةِ۔ (تفسیر حقی ج۳ ص۸)

ترجمہ: عامل سنت کی محبت اللہ تعالی نیک لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا۔

عاملِ سنت کی تعظیم

ایک عامل سنت بزرگ گزرے ہیں جن کا نام ملا عبد الحکیم میر سیالکوٹی ہے، جب آپ مطالعہ کے لیے بیٹھتے تو وقت کا حاکم ایک نوکر آپ کے لئے مقرر کیے ہوئے تھا، جس کا کام یہ تھا کہ جب آپ مطالعہ کرنے بیٹھے تو وہ مٹی کے پیالے میں بادام روغن ڈال کر آپ کے پیروں کے نیچے رکھے تا کہ آپ کو اس کی تراوٹ پہنچتی رہے، آٹھ دس دن کے بعد وہ بادام کا روغن بدلا جاتا، اور حاکم کا حکم تھا کہ اس بادام کے روغن کو پھینکا نہ جائے بلکہ میرے دربار میں پیش کیا جائے، بادشاہ جب اپنے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتا تو اس بادام کے روغن کو ساتھ لیکر بیٹھتا اور کھانے کے دوران کہتا، اسے کھاؤ، اسے کھاؤ، اس نے ایک عامل سنت اور عالم سنت کے قدموں کے بوسے لیے ہیں۔

آہ! اب وہ نہ رہے

یہ تھا ایک عالم کی تعظیم کا حال مگر اس زمانے میں جس سے ہم گزر رہے ہیں نہ عالم دین کی تعظیم کا خیال رہا، نہ ان کے مرتبہ و منزلت کا شعور، ڈاکٹر اقبال کہتا ہے:

آں کدا بہ شکست و ساقی نہ ماند
ذوق و شوق و آگہی باقی نہ ماند

آج وہ پیالہ ہی ٹوٹ گیا، اور آج وہ ساقی بھی نہ رہا، اور اگر کہیں کوئی ہو بھی، تو اقبال کہتا ہے:

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ میکش رہے باقی نہ مے خانے رہے
رو رہے ہیں آج وہ دشت جنوں پرور جہاں
رقص میں لیلی رہی نہ لیلی کے دیوانے رہے

عامل سنّت کی تعظیم آج بھی ہوتی ہے

لیکن اس گئے گزرے دور میں بھی، جہاں حد درجہ اہل علم و عمل کی قدر میں کمی واقع ہوئی ہے مگر یہ بات آج بھی موجود ہے کہ جو عامل سنت ہو، اور مخلص عاشق رسول ہو، اس کی تعظیم و توقیر، لوگ آج بھی کرتے ہیں، اور یہ "مَنْ حَفِظَ سُنَّتِیْ اَکْرَمَهُ اللهُ تَعَالٰی بِاَرْبَعِ خِصَالٍ: اَلْمَحَبَّةُ فِی قُلُوْبِ الْبَرَرَةِ" کا نتیجہ ہے۔

سنت پر عمل کرنے کی دوسری برکت

(۲)۔۔۔وَالْهَيْبَةُ فِی قُلُوْبِ الْفَجَرَةِ۔ (تفسیر حقی ج۳ص۸)

ترجمہ: اور جو برے لوگ ہیں، ان کے دلوں میں اس شخص کا رعب پیدا ہو جاتا ہے۔

اس نے کوئی ہتھیار نہیں اٹھایا، لیکن عمل بالسنہ سے اس کی ہیبت برے لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے، پس نیک لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور برے لوگ اس سے خائف ہو جاتے ہے۔

سنت پر عمل کرنے کی تیسری برکت

(۳)۔۔۔وَالسِّعَةُ فِی الرِّزْقِ۔ (تفسیر حقی ج۳ص۸)

ترجمہ: اللہ عزوجل اسے رزق میں برکتیں عطا فرماتا ہے۔

سنت پر عمل کرنے کی چوتھی برکت

(۴)۔۔۔وَالثِّقَةُ فِی الدِّیْنِ۔ (تفسیر حقی ج۳ص۸)

ترجمہ: اللہ عزوجل اسے دین میں پختگی عطا فرماتا ہے۔

دین میں پختگی، دین میں استقامت کا ملنا بہت بڑی دولت ہے، ورنہ تو آج لوگ چائے کی پیالی کے بدلے دین بیچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس لیے اگر کہیں عامل بالسنہ ملے تو اس کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے، اور اس کی برکتیں حاصل کرنی چاہیئے۔

علماء سے دور بھاگنے کا وبال

ویسے بھی امام خبیری نے ایک روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَأْتِيْ زَمَانٌ عَلٰى أُمَّتِيْ يَفِرُّوْنَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَ الْفُقَهَاءِ

"میری امت پر ایسا زمانہ آنے والا ہے، کہ لوگ علما اور فقہا کی صحبت سے دور بھاگے گیں"

پھر اس کی نحوست کیا ہو گی؟ فرمایا:

فَيُبْتَلٰى هُمُ الثَّلَاث: پس انہیں تین چیزوں میں مبتلا کیا جائے گا۔

(۱)۔۔۔ يُرْفَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ كَسْبِهِمْ۔ ان کے رزق سے برکت اٹھالی جائے گی۔

(۲)۔۔۔ ان پر ظالم حکمران مسلط کر دئے جائیں گے۔

ہم آج دیکھ لیں کہ ایسا ہے کہ نہیں، اس طرح حالات کبھی بہتر نہیں ہوں گے، جب تک ہم خود صحیح نہیں ہوں گے، اس وقت تک اللہ کی رحمت کی چھتری بن کے حکمران ہمارے اوپر نہیں آسکتے جب تک ہم اپنے عمل زندگی کو نہ بدلیں۔

تم ابوذر بن جاؤ میں عمر بن جاؤں گا

کسی نے حجاج بن یوسف کو کہا کہ تونے حضرت عمر فاروق کا دور خلافت دیکھا ہے تو ان جیسا عادل حکمران کیوں نہیں بن جاتا؟ تو اس نے جواب میں کہا تم ابوذر کیوں نہیں بنتے؟ تم ابوذر جیسے عوام بن جاؤ میں عمر جیسا حکمران بن جاتا ہوں۔

نافرمانی کے باعث اوپر و نیچے سے عذاب

تو جس طرح کے لوگ ہوں گے ان کے اوپر حکومت کرنے والے بھی اسی طرح کے ہوں گے، یہ ہمارے اعمال بد کی سزا ہوتی ہے، بلکہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ایک موقع پہ ارشاد فرماتا ہے اگر تم اس کی دنیا میں نافرمانی کرو گے، اس کے حکموں کو توڑو گے تو تمہارے اوپر اور نیچے سے عذاب آئے گا۔

اوپر کا عذاب کیا ہے؟ اوپر کا عذاب بارشیں آسمان سے نہ برسنا، پتھروں کا برسنا، آندھیاں چلنا، یہ سب اوپر کے عذاب ہیں، نیچے کا عذاب کیا ہے؟ زلزلے اور زمین کا فصل نہ دینا یہ نیچے کا عذاب ہے۔

عبداللّٰہ بن عباس کا قول

لیکن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اوپر کا عذاب یہ ہے کہ تمہارے حکمران ظالم ہو جائیں گے اور نیچے کا عذاب یہ ہے کہ تمہاری اولادیں اور تمہارے ماتحت تمہارے ملازمین خائن ہو جائیں، نافرمان ہو جائیں گے، گستاخ ہو جائیں گے، تو یہ نیچے کا عذاب ہے، تو اوپر سے بھی عذاب، نیچے سے بھی عذاب، سارے دن کا تھکا ہوا بندہ شام کو گھر پہنچا تو گھر میں بہو اور ساس کا جھگڑا جاری تھا اب اگر بیوی کو کچھ کہے تو گھر اجڑتا ہے اور ماں کو کچھ کہے گا تو دونوں جہاں اجڑتے ہیں، بندہ پھنس گیا نا، وہ بات سمجھتی ہے، نہ وہ بات سمجھتی ہے، تو یہ ہے اوپر سے بھی عذاب اور نیچے سے بھی عذاب، اللہ تعالی ان عذابوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

تو کہا دوسرا عذاب، ظالم حکمران مسلط کر دئے جاتے ہیں۔ اور تیسرا عذاب:

(۳)۔۔۔يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ الْإِيمَانِ۔

ان کا دنیا سے بغیر ایمان کے رخصت ہونے کا اندیشہ غالب ہو گا۔

قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے

اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی جیسا کہ:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبیٔ اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”ان فتنوں سے پہلے نیک اعمال کے سلسلے میں جلدی کرو! جو تاریک رات کے حصوں کی طرح ہوں گے۔ ایک آدمی صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو گا اور شام کو مومن ہو گا اور صبح کافر ہو گا۔ نیز اپنے دین کو دنیاوی ساز و سامان کے بدلے فروخت کر دے گا۔

(مسلم ، کتاب الایمان ، باب الحثّ علی المبادرة بالاعمال،،، الخ ، ص ۷۳ ، الحدیث: ۱۸۶)

ایمان پر ثابت رہنے کی مثال

جامع ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ: ایمان پر ثابت رہنا اتنا مشکل ہو جائے گا جیسے ہاتھ میں انگارہ رکھنا۔(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی النھی عن سب الریاح، ۴/ ۱۱۵، حدیث : ۲۲۶۷)

بندہ کہے گا: کیا کروں ؟ کوئی چارہ ہی نہیں ہے، دین پہ چلنا تو بڑا مشکل ہو گیا ہے، جھوٹ کے بغیر تو کاروبار ہی نہیں چلتا، بندہ طرح طرح کے بہانے کرے گا مگر اس کے بہانے کوئی کارآمد نہ ہوں گے، اور وہ راہ جہنم کا مسافر ٹھہرے گا، کوئی اپنے کاروبار کی وجہ سے، کوئی اپنے اعمال کی وجہ سے ، اور کوئی اپنے اہل و عیال کی وجہ سے سوئے جہنم جائے گا۔

ایک عورت چار مردوں کو لے گئی

بلکہ ایک روایت میں ہے: ایک عورت چار مردوں کو جہنم میں لے جائے گی، عرض کی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے ؟ فرمایا:

پہلا مرد باپ

(۱) باپ۔۔۔ایک عورت کو جہنم کا حکم ہو گا، وہ عرض کرے گی ، مولی عزوجل ! میرے باپ کو بلایا جائے، اس کو بلایا جائے گا، وہ عورت کہے گی: یا اللہ عزوجل ! یہ میرا باپ اور میں اس کی بیٹی ہوں، میری تربیت کا جوہر اس کے ہاتھ میں تھا، آج جن گناہوں کے سبب سے میں جہنم میں جارہی ہوں، اس کا ذمہ دار میرا باپ ہے، اس نے دینی خطوط پے میری تربیت نہ کی۔

اب وہ باپ جس نے اپنی بیٹی کی ہر فرمائش پوری کی، لیکن اسے دین نہ دیا، قیامت کے دن رب عزوجل کے سامنے کیا جواب دے پائے گا؟ حکم ہو گا: اس کو پکڑو اور اس کے باپ کو بھی پکڑو اور دونوں کو جہنم میں لے جاؤ۔

دوسرا مرد بھائی

(۲) بھائی۔۔۔ عرض کرے گی: نہیں مالک! میرے بھائی کو بلایا جائے، لہذا بھائی کو بلایا جائے گا، کہے گی، میرے مولی عزوجل! یہ میرا بھائی ہے، اور میں اس کی بہن، میں اس کی غیرت تھی، جب میں بے پردہ گھر سے بے حیائی کی لالی سجا کر، سڑکوں پہ آتی تھی، تو اس کی غیرت کا جنازہ نہیں نکلتا تھا؟ اس نے مجھے کبھی روکا تھا، نہ کبھی منع کیا تھا، اگر اس کی غیرت جاگتی، اس میں احساس موجود ہوتا، تو میں اتنی آوارہ نہ ہوتی، کہ آج جس کی وجہ سے مجھے جہنم کا ایندھن بننا پڑ رہا ہے۔

اب وہ بھائی کیسے جواب دے گا؟ جس کو خود چوکوں اور موڑوں پے کھڑے ہونے کا چسکا ہے، اور بد نگاہی کر کے اپنی آنکھوں کو تسکین دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی بہن دوسروں کی نظروں سے محفوظ ہے، ایسا بھائی قیامت کے دن جواب نہ دے پائے گا، اللہ عزوجل فرمائے گا، اسے بھی پکڑو، اور اس کے باپ اور بھائی کو بھی پکڑو اور جہنم میں لے جاؤ۔

تیسرا مرد شوہر

(۳) شوہر۔۔۔ پھر عرض کرے گی: نہیں مالک عزوجل! میرے خاوند کو بلایا جائے، پس اس کو بلایا جائے گا، کہے گی: یہ میرا شوہر اور میں اس کی بیوی، اس کی اطاعت میرے اوپر لازم تھی، طلاق کی دھمکی ایک ایسی دھمکی تھی جو اس کے پاس تھی، یہ مجھ سے جو چاہتا منوا لیتا اور کروا لیتا، مجھے اپنے انداز میں ڈھال لیتا، ماں باپ کے پاس میری زندگی جیسی بھی گزرنی تھی گزر گئی تھی، لیکن میں جب اس کے پاس آئی تھی تو یہ مجھے اپنا ہی رنگ دے دیتا۔

اب وہ شوہر کیا جواب دے گا، جو خود عورت کی باہوں میں باہیں ڈال کر، پارکوں میں گھومتا ہے، اور دوستوں کو بلوا کر، اپنی بیوی کو بے پردہ سامنے بٹھا کر، کہتا ہے: بتاؤ بھابھی کیسی ہے؟ جو اپنے دوستوں

سے، اپنی بیوی کے حسن کی داد مانگتا ہے، کل قیامت کے دن وہ بے غیرت شوہر کیا جواب دے گا؟ حکم ہو گا: اسے بھی پکڑو، اس کے باپ، بھائی، شوہر کو بھی پکڑو اور جہنم میں لے جاؤ۔

چوتھا مرد بیٹا

(۴) بیٹا۔۔۔ عرض کرے گی: نہیں مالک عزوجل! میرے بیٹے کو بھی بلایا جائے، بیٹے کو بلایا جائے گا، کہے گی: یہ میرا بیٹا اور میں اس کی ماں، میرے سینے میں تو نے تڑپتی ہوئی مامتا رکھی تھی، اس کے چہرے کی اداسی، میری زندگی میں اجاڑ ڈال دیتی تھی، میری زندگی کا سارا حسن اس کے چہرے کی خوشی سے وابستہ تھا، اگر یہ مجھے کہتا کہ امی میں کھانا نہیں کھاؤں گا، کہ تو نماز نہیں پڑھتی، تو گھر سے بے پردہ نکلتی ہے، تو کیا میں اپنے اس بچے کے لیے اپنے مزاج کو نہ بدلتی؟

اب وہ بیٹا بھی جواب نہ دے سکے گا، جس نے ہر خواہش پر مچلنا تو سیکھا تھا، اور اپنی ہر فرمائش کو ماں باپ سے پورا کرواتا تھا، لیکن دین کے بارے میں اپنے ماں باپ سے کوئی بات نہ کہی تھی، پس حکم ہو گا: اسے بھی پکڑو، اس کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو بھی پکڑو اور پانچوں کو جہنم میں لے جاؤ۔

اپنے وابستگان کو سنت کی تلقین کریں

اللہ اکبر! اس طرح ایک عورت چار مردوں کو جہنم میں لے جائے گی، پیارو! ہماری زندگی گزر رہی ہے، ہم دیکھیں، کہ کہیں ہم دوسروں کے شامتِ گناہ سے نہ پھنس جائیں، اپنے معاملات کو بھی حسن دیں اور اپنے سے وابستہ لوگوں کو بھی سنت کی راہ پر چلانے کی کوشش کریں، کیونکہ قیامت کے دن ان لوگوں کے بارے میں بھی سوال ہو گا اور کل کوئی عذر مسموع نہیں ہو گا۔

اپنی جان اور گھر والوں کو بچاؤ

قرآن پاک کے پارہ ۲۸ سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۶ میں فرمادیا گیا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا" کہ اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔ کیسے؟ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی فرمانبر داری اختیار کر کے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر اور گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کر کے، اور انہیں علم و ادب سکھا کر۔

" وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ" اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔" عَلَیْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ(۶) "اس پر سخت کرّے فرشتے مقرّر ہیں، جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

نہ ادھر ادھر کی بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

خاندان کیوں لٹ گیا؟

تو خاندان کا سربراہ تھا، خاندان کیوں لٹ گیا؟ اس کے مزاج میں لادینیت کیسے آگئی؟ آوارگی کیسے آگئی؟ تو تو اس خاندان کا سربراہ تھا، تو قیامت کے دن سربراہ سے سوال کیا جائے گا، اللہ تعالی جل شانہ ہمیں ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے کہ کل قیامت کے دن ہم سرخرو ہو جائیں۔

اب حضور علیہ السلام کی سنت ایک ایسا نور ہے جس کو اپنانے سے بندہ اللہ کی رحمتوں کا حقدار بنتا ہے، اس کی ایک سادی سی مثال میں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا، جو حضرات حج وزیارت کے لیے حرمین طیبین میں حاضری کا شرف پائیں ہیں ان کو معلوم ہے کہ بڑا خوبصورت منظر وہاں ہوتا ہے۔

صفا اور مروہ پر کیوں دوڑتے ہیں؟

صفا اور مروہ پر ہر حاجی اور ہر معتمر وہاں دوڑتا ہے، دوڑ لگی ہوئی ہے، بچے بھی دوڑ رہے ہیں، بوڑھے بھی دوڑ رہے ہیں، جوان بھی دوڑ رہے ہیں، اور جس سے دوڑا نہیں جاتا اس نے اپنے آپ کو ریڑھی میں ڈلوایا

ہوا ہے، وھیل چئر میں بیٹھ کر جا رہا ہے، یا اللہ! یہ دوڑنا بھی کوئی عبادت ہے؟ اسلام تو ایک لمحہ بھی بے مقصد گزارنے سے ہمیں روکتا ہے، یہ اسلام کا حسن ہے۔

چار ہزار احادیث میں چار کا انتخاب

حضرت ابو بکر بن داسہ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو داؤد نے اللہ کے رسول علیہ السلام کی پانچ لاکھ حدیثوں کو جمع کیا اور ان پانچ لاکھ حدیثوں میں چار ہزار حدیثوں کا انتخاب کیا، پانچ لاکھ حدیثوں کا خلاصہ جو تیار کیا وہ چار ہزار حدیثیں تھیں، ان میں سے مناقب اور زہد کی احادیث نکال کر جن سے احکام ثابت کیے، وہ صرف آٹھ سو حدیثیں تھیں،، اور فرمایا میں ان آٹھ سو حدیثوں میں سے پھر چار حدیثوں کا انتخاب کیا، کہا اگر ان چار حدیثوں پہ عمل کر لو تو تمہاری دنیا اور تمہارے دین کے لیے یہ چار حدیثیں ہی کافی ہیں، سبحان اللہ، ان چار حدیثوں میں سے ایک حدیث یہ ہے:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ (جامع الترمذي' ج ۲ صفحه ۵۵)

آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ ہر بے مقصد کام کو چھوڑ دے۔

تو یہ اسلام کا مزاج ہے، قدم اٹھانے سے قبل مؤمن سوچتا ہے اس کا فائدہ کیا ہو گا؟

بچے بوڑھے سب دوڑ رہے ہیں

اب ساڑھے تین میل کی دوڑ ہے اور وہاں حاجی اور معتمر دوڑ رہا ہے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں مقصد کیا ہے؟ حضرت ہاجرہ پانی کے لیے دوڑ رہی تھی، بیٹے کو پانی چاہیے تھا، بیٹا تڑپ رہا تھا، حاجی کی تو بغل میں پانی کی بوتل ہوتی ہے وہ پانی کے لیے تو نہیں دوڑ رہا ہوتا، امیر بھی دوڑ رہے ہیں غریب بھی دوڑ رہے ہیں، بچے بھی دوڑ رہے ہیں، بوڑھے بھی دوڑ رہے ہیں، بعض ساری فیملیاں گئی ہوتی ہیں، ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی دوڑ رہے ہیں

اولیاء و انبیاء بھی دوڑے ہیں

کیا وہ منظر ہوتا ہے؟ اللہ اکبر! بادشاہ بھی دوڑ رہے ہیں، کجکلاہ بھی دوڑ رہے ہیں، غریب بھی دوڑ رہے ہیں، امیر بھی دوڑ رہے ہیں، اور ان راہوں پہ نبی بھی دوڑے ہیں، ولی بھی دوڑے ہیں، غوث و قطب اور ابدال بھی دوڑے ہیں، خود امام الانبیاء بھی دوڑے ہیں، یا اللہ یہ دوڑنا بھی کوئی عبادت ہے؟ یہ دوڑ لگی ہے، سروں کا سمندر نظر آرہاہے، کوئی ادھر جارہاہے کوئی ادھر آرہاہے، پانی کی بوتلیں بغل میں رکھی ہوئی ہیں پانی بھی نہیں چاہیے، بیٹے بھی ساتھ ہیں یہ کیوں دوڑ رہے ہیں؟ اللہ نے کہا، کہ میری بندی ان راہوں پہ دوڑی تھی۔ یہ پروٹوکول ہے، یہ اعجاز ہے یہ تکریم ہے، ذرا منظر تصور میں لائیں نا۔

وادئ بے آب و گیاہ میں تنہا چھوڑ دیا

جب سیدہ ہاجرہ کو حضرت ابراہیم نے چھوڑا، اللہ کا حکم تھا، رات کو چھوڑا صبح رخصت ہونے لگے، حضرت ہاجرہ آگے بڑھیں دامن کو تھام لیا، کہا میرے شوہر نامدار! ہمیں اس وادئ بے آب و گیاہ میں چھوڑ کے کہاں جارہے ہیں؟ ایسی وہ وادی جہاں انسان تو کیا حشرات الارض بھی نہیں پائے جاتے تھے، وہاں انسانی اور حیوانی زندگی کیا، وہاں نباتات بھی نہیں تھے، مؤرخ اسلام، حفیظ جالندھری اس وادی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے:

وہ وادی جس میں وحشت بھی قدم رکھتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ سر سر کے
جہاں پہ گھاس اگتی ہے جہاں نہ پھول کھلتے ہیں
مگر یہ سرزمین ہے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

چھوڑ کے کہاں جا رہے ہو؟

وہ بے آب و گیاہ وادی، اور تنہا عورت، گود میں بچہ اور کوئی وہاں پانی کا انتظام بھی نہیں ہے، تو دامن پکڑا اپنے شوہر کا، کہا: اس تنہائی میں چھوڑ کے کہاں جارہے ہو؟ حضرت ابراہیم نے کوئی جواب نہیں

دیا، پھر قدم اٹھایا پھر دامن پکڑ لیا، کہا: چھوڑ کے کہاں جا رہے ہو؟ پھر کوئی جواب نہ دیا، جب تیسری بار قدم اٹھایا تو حضرت ہاجرہ نے خود کہا: کیا ہمارے رب کا یہ حکم ہے؟ کہا: ہاں! کہا: پھر خیر سے جائیں، اگر اس کا حکم ہے، اس کی قسم! وہ ہمیں، ضائع نہیں ہونے دے گا، پھر وہاں حضرت ہاجرہ نے دن اور رات گزارے، وہاں دن کو خوف آئے، پہاڑ ایسے مہیب جیسے فولاد پگھلا کے ڈال دیا گیا ہو، اور وہاں حشرات الارض بھی نہیں ہیں، اور اللہ کی بندی نے اللہ پر توکل کرنے کی حد کر دی، آسان کام نہیں تھا، یہاں تو بڑے بڑے پہلوانوں کے پتے پانی ہو جائیں۔

ہاجرہ نے بھی اللہ پر توکل کی حد کردی

ایک عورت ذات اور مہیب پہاڑ اور رات اور دن اور تنہائی اور غربت اور معصوم بچہ ساتھ میں، پانی نہ ملا تو ضائع ہو جانے کا ڈر الگ، لیکن سیدہ ہاجرہ نے بھی اللہ پر توکل کی حد کر دی، کہا تو نے توکل کی حد کر دی، لیکن کل قیامت تک جن راہوں پہ تو دوڑی ہے، میں بھی نبیوں اور ولیوں کو ان راہوں پہ دوڑاؤں گا، تو یہ عبادت قرار پایا، اس بندی کی ادا کو ادا کیا جا رہا ہے، یہاں کیوں سارے دوڑ رہے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ کی رحمتیں ان دوڑنے والوں پہ اترتی ہیں، جو اس راہ پہ دوڑتے ہیں، اللہ کا کرم ہو جاتا ہے ان کے اوپر، اس کے بعد سر منڈوا کے عمرہ مکمل۔

جن راہوں پہ امام الانبیاء چلے تھے

ان راہوں پہ دوڑ، جن راہوں پہ سیدہ ہاجرہ چلی تھیں، ان راہوں پہ چلو تو عمرہ مکمل ہوتا ہے، تو یارو! جن راہوں پہ امام الانبیاء چلے تھے، اگر کوئی اس طریقہ مسلوکہ پر چلتا ہے، تو اللہ اس پہ اپنی کتنی کرم نوازیاں فرماتا ہو گا، اور ہم صحابہ کو دیکھتے ہیں، انہوں نے ساری زندگی اتباع سنت میں گزار دی، اور ہمارے اسلاف سنت نبوی پر بڑی مضبوطی سے کاربند تھے۔ چنانچہ:

کدو کیوں کھایا؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ شوربے سے کدو کے ٹکڑے نکال نکال کر کھا رہے ہیں، کسی نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ فرمایا: مجھے نہیں پتا، لیکن ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

مزاج کو بدل دیا

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اپنے مزاج تک کو بدل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے موافق کر لیا، میری آپ سے محبت کا رشتہ بڑا گہرا ہو سکتا ہے، لیکن آپ کا مزاج اپنا، میرا مزاج اپنا ہے، گھر کے افراد خانہ کا مزاج مختلف ہوتا ہے جبکہ ان میں خونی رشتہ ہوتا ہے، بعض اوقات بڑی اماں کو مسئلہ بن جاتا ہے کہ آج پکائیں کیا؟ ایک بچہ یہ کھاتا ہے دوسرا یہ نہیں کھاتا ہے، یہ چیز فلاں نہیں کھائے گا، یہ چیز فلاں نہیں کھائے گا، گھر کے افراد کے مابین محبت بھی بڑی گہری لیکن آپس میں انسان کی جو طبیعت ہے اس میں ہم آہنگی نہیں ہوتی ہے، لیکن صحابہ پہ قربان جائیں انہوں نے اپنے مزاج کو بھی حضور ﷺ کے مزاج میں ڈھال دیا، کہا میں اس لیے کھا رہا ہوں کہ یہ حضور ﷺ کو پسند تھا، اللہ اکبر!

کوڑے مارے جائیں

اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ جو یہ کہے کہ مجھے کدّو پسند نہیں، اسے کوڑے مارے جائیں۔

حالانکہ کدو کھانا سنن زوائد میں سے ہے، اگر کسی شخص کی طبیعت نہیں بھی راغب ہوتی نہ راغب ہو، بس یہ نہ کہے کہ میں نہیں پسند کرتا، ورنہ امام مالک کے فتوے کے اعتبار سے اس کو کوڑے مارے جائیں گے، لیکن اگر فرض کرو کوئی نہیں کھاتا کئی قسم کے کھانے لگے ہوئے ہوں، اس کے سامنے کدو شریف بھی موجود ہے وہ نہیں کھاتا، نفی بھی نہیں کرتا اور کھاتا بھی نہیں تو شریعت اس پہ کوئی حکم نہیں لگاتی اور نہ کوئی

جبر ہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ سنن ہدی سے نہیں ہے یہ سنن زواہد سے ہے، لیکن صحابہ نے سنن زوائد کا بھی انتظام واحترام رکھا۔ تو سنن ہدی کا عالم کیا ہو گا؟

اب ہم اپنے معاشرے کو دیکھیں

اور آج کے اس معاشرے میں جس میں ہم جی رہے ہیں، یہاں سنت کی تو پرواہ ہی نہیں کی جاتی، سنت کیا فرضوں کی پرواہ نہیں کی جاتی، کیسا ماحول اور کیسے حالات آ گئے، اور ہمارے اوپر جو طرح طرح کی نحوستیں اور عذاب نازل ہو رہے ہیں، اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے اور لازمی یہ وجہ ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی سنتوں سے رخ پھیر لیا ہے، اور حضور علیہ السلام کی سنت سے منہ پھیرنا یقینا اللہ کے محبوب ﷺ کی ناراضی کا باعث ہے۔

کن پر شفاعت حرام ہے؟

امام قرطبی نے ایک روایت نقل کی، کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری سنتوں کو چھوڑا اس کی شفاعت میں نہیں کروں گا۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ٦٦٢)

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ایک سہارا ہوں گے، اور اگر وہ بھی سہارا جاتا رہا تو ہم ہلاک وبرباد ہو جائیں گے، کس کے در پر جائیں، اور کوئی در ہو گا بھی کس کا؟ ''اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِی'' کی صدا سارے نبی لگا رہے ہوں، صرف ایک ہی تو وہ ذات ہو گی جو ''اَنَا لَهَا'' کی صدائے دلنواز لگا کر ڈھارس دے رہا ہو گا کہ گھبر انا مت میں ہوں، اور اگر یہ سہارا بھی جاتا رہا تو پیارو! سوچو! ہمارا کیا بنے گا؟۔ اللہ اکبر

سنتیں پر عمل کا ثواب

سنت پر عمل مؤمن کا شعار ہے، اور مؤمن کا مزاج ہے، اور آقائے کرایم ﷺ نے اپنی سنتوں کے احیاء پر کتنا پیارہ وعدہ دیا، چنانچہ سنت پر عمل کرنے کی فضیلت میں آیا:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ یعنی فسادِ امت کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کریگا اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہو گا۔"

(کتاب الزهد الکبیر للامام البیهقی، الحدیث۲۰۷، ج۱، ص۱۱۸، مؤسسة الکتب الثقافية بیروت)

ایک شہید کا رتبہ یہ ہے

ایک شہید کا درجہ تھوڑا نہیں ہے اس کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے قبل قبل اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اس نے اپنی جان جیسی متاع عزیز وار دی ہوتی ہے، لیکن جو سنت کا عامل ہو گا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اس لیے کہ سنت پہ عمل کرنا فساد امت کے دور میں انتہائی مشکل ہے، نفس روکتا ہے، معاشرہ روکتا ہے، گھر والے روکتے ہیں، جگہ جگہ طعنے ملتے ہیں، طعنوں کے تیروں سے ہر دن ہر لمحہ عاملِ سنت کو چھلنی کیا جاتا ہے، اس لئے فرمایا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

خونِ جگر سے سینچی ہوئی کمائی

ایک زمانہ تھا کہ ایک نوجوان کی شادی ہونے لگی تو اس کے گھر والوں نے اس کو کہا کہ آپ داڑھی کٹوا دیں، لیکن وہ اڑ گیا، اس کے گھر والے میرے تک پہنچے کہ یہ آپ کے درس وغیرہ سنتا ہے، آپ اسے سمجھائیں کہ یہ داڑھی منڈوادے، میں نے کہا: اس داڑھی رکھنے میں کیا حرج ہے؟ تو اس کا بھائی کہنے لگا کہ یہ میرے سے چھوٹا ہے، لیکن داڑھی کی وجہ سے مجھ سے بڑا نظر آتا ہے، میں نے کہا یہی تو حضور ﷺ کی سنت کا کمال ہے، کہ سنت چھوٹوں کو بھی بڑا بنا دیتی ہے، تم کہتے ہو یہ بڑا نظر آتا ہے یہی تو سنت کا کمال ہے، سنت عزت دیتی ہے اور بڑھائی دیتی ہے۔

میں نے کہا: پتہ نہیں یہ میرے کتنے درسوں کا نتیجہ ہے، اور اللہ سے کتنی دعائیں مانگتا ہوں اپنے سامعین کے لیے، کہ یااللہ جو میں کہوں ان کے دل میں اتار دے، تو میں نے جس کو خون جگر سے سینچا ہو، کیا تمہارے کہنے پہ اس کو روک دوں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: میں تو اس کو تھپکی دوں گا کہ جمے رہنا، ڈٹے رہنا، تیرے اوپر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فضل و کرم رہے گا۔

کیسے حالات آگئے ہیں؟

تو یہ کیسا ماحول آگیا ہے؟ کیسے حالات آگئے ہیں؟ کسی کو مسیتڑ کا طعنہ، کہ فلاں تو مسیتڑ ہو گیا، کسی کو کچھ کہہ دیا، کسی کو کچھ کہہ دیا، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص جس نے سنت رسول ﷺ چہرے پہ رکھی ہے، تو ہمارے معاشرے میں جھٹ اس کے اوپر حملہ ہوتا ہے، کوئی اس سے غلطی ہو گئی، بھول ہو گئی، فوراً اس کو طعنہ دیتے ہیں۔

داڑھی ہے بریک تو نہیں

ایک شخص سائیکل پر جا رہا تھا، لمبی لمبی اس کی داڑھی تھی، تو بریک نہ لگی، کسی چیز میں اس کی سائیکل لگ گئی، کسی نے اس سے کہا: بڑی بڑی داڑھی رکھی ہوئی ہے دیکھ کر چل، اس نے کہا یار! داڑھی ہے break تو نہیں ہے، یعنی داڑھی کا تعلق کیا ہے break سے؟ لیکن ہمارے معاشرے کے اندر سنت کو خفیف جانا جاتا ہے، اور جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے اوپر یہ وبال ہے کہ ہم ہر وقت مشکلات اور دکھوں میں مبتلا ہیں۔ ایک تو خود سنتوں پر عمل نہیں، اور اگر کوئی عمل کرے تو اسے طعنہ، کیسا ماحول بن گیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

جب تک عمامہ تب تک غلبہ

حضور ﷺ نے فرمایا: عرب جب تک عمامے کا انتظام رکھیں گے دنیا پہ غالب رہیں گے، اور جب عمامہ چھوڑ دیں گے تو ان کا غلبہ دنیا سے ختم ہو جائے گا۔

اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے انہوں نے یہ لباسِ سنت کو اتارا، اور اپنا الگ قومی لباس بنالیا، تو ان کا رعب زمانے سے ختم ہو گیا، اور سنت کے فیضان سے محروم ہو گئے۔

عمامہ فرشتوں کے تاج ہیں

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔" (کنزالعمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۱۹۰۶ھ ج۱۵، ص۲۰۵)

اور جب بدر کے دن فرشتے نازل ہوئے تھے تو ان کے سروں کے اوپر عمامے بندھے ہوئے تھے۔

داڑھی پیاری سنت ہے

اسی طرح داڑھی شریف یہ حضور علیہ السلام کی بڑی پیاری سنت ہے، خسرو پرویز کے دو قاصد حضور ﷺ کی خدمت میں آئے، لیکن ان کی مونڈی ہوئی داڑھیاں اور بڑھی ہوئی مونچھیں تھیں، جب وہ حضور ﷺ کے سامنے آئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ تم نے کیا شکل بنارکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارے خداوند خسرو پرویز نے ہمیں داڑھی منڈانے کا حکم دیا ہے، تو حضور علیہ السلام غصے میں آگئے، اور فرمایا: تمہارے جھوٹے خدا نے تمہیں داڑھی منڈانے کا حکم دیا ہے، اور میرے سچے خدا نے مجھے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

داڑھی کو لپیٹا نہ جائے

داڑھی کی ترغیب دی بلکہ یہاں تک، ایک تو ہے کہ داڑھی نہ ہو، اور دوسرا یہ ہے کہ داڑھی تو ہے مگر سنت کی مقدار تک نہ ہو، اور تیسرا یہ ہے کہ داڑھی بھی ہے اور سنت کی مقدار بھی ہے مگر اس کو لپیٹ کر رکھتا ہے جس سے کہ داڑھی چھوٹی نظر آتی ہو، اب حضور ﷺ کا فرمان سنیے: اور ذرا اس پہ غور کیجیے، ایک تو داڑھی رکھنا سنت ہے، دوسرا کم از کم مٹھی بھر رکھنا سنت ہے، اور تیسری صورت یہ ہے کہ داڑھی کا استر سال یعنی داڑھی کو چھوڑ دینا تاکہ وہ لمبی دکھائی دے، لپیٹا نہ جائے، اس کے اندر گانٹھے نہ بنائی جائیں،

جس طرح کہ کفار موتی کی طرح بٹ لیتے ہیں، یا اس کو تاؤ دے کر بالکل اس انداز سے اس کی setting کرنا کہ جس سے چھوٹی نظر آئے، اس کو کہتے ہیں "عِقْدُ اللِّحْیَۃِ"۔

داڑھی میں گانٹھ لگانے سے منع فرمایا

داڑھی کو اس طرح لپیٹنا کی دیکھنے میں چھوٹی لگے، ایسا کرنا منع ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَقَدَ لِحْیَتَہٗ اَنَّ مُحَمَّداً بَرِیٌّ مِّنْہُ ترجمہ: جس نے اپنی داڑھی میں گانٹھ لگائی، محمد ﷺ اس سے بری ہے۔ اللہ اکبر! کتنی بڑی محرومی کی بات ہے۔

جس نے اپنی داڑھی کو گانٹھیں دی، اس کو تاؤ دیئے فرمایا: میری خبر پہنچادو کہ اس سے محمد ﷺ بیزار ہے، اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے، اور ہے بھی وہ مقدار جو سنت کو مطلوب ہے لیکن اس کو تاؤ دیتا ہے، تو حضور ﷺ نے بیزاری کا اظہار کیا، اور جو حضور ﷺ کی سنت کو پامال کرتا ہو اور زبان سے دعوی کرے کہ میں عاشق رسول ﷺ ہوں، تو یہ کس طرح قبول کیا جائے۔

کسی کا دل تھوڑے ہی چھیل رہا ہوں

مرزا قتیل دہلی کا بہت بڑا شاعر تھا اور فارسی اس دور میں قومی زبان تھی، ایران کا کوئی شخص تھا جس نے مرزا قتیل کے اشعار پڑھے تو بڑا خوش ہوا، دل میں ارمان جاگے کہ میں اس کی زیارت کر کے آؤں کہ وہ بڑا صوفی مزاج کوئی بزرگ ہوں گے، کیونکہ شعروں کے اندر جو مضامین تھے وہ صوفیانہ تھے، وہ سفر کر کے جب پہنچا، گھر کے دروازے پر دستک دی تو کسی نے کہا کہ مرزا صاحب حجام کے پاس گئے ہوئے ہیں، وہ شخص حجام کے پاس چلا گیا، تو اس نے دیکھا کہ حجام کے سامنے بیٹھ کے اپنی داڑھی کٹوا رہا ہے، منڈوا رہا ہے، اس کے ذہن میں کوئی اور نقشہ تھا، کوئی اور تصور تھا، جب اس نے اس حال میں دیکھا، تو کہنے لگا: مرزا یہ کیا کر رہے ہو؟ داڑھی تراش رہے ہو، تو وہ شاعر تھا، اس نے کہا کہ میں اپنی داڑھی تراش رہا ہوں اپنا ہی منہ

چھیل رہا ہوں، کسی کا دل تو نہیں تراش رہا، تو اس نے کہا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں کسی کا دل نہیں تراش رہا یہ تو حضور ﷺ کا دل تراش رہا ہے، یہ تو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔

بعض اوقات کوئی ایک جملہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ دل پہ اتر جاتا ہے، تو فوراً وہ چیخ مار کے بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا، اور جب ہوش آیا تو مرزا قتیل نے کہا:

جزاک اللہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہم راز کردی

تو نے تو میری آنکھیں کھول دی اور مجھے یار کی چوکھٹ تک پہنچا دیا، تیرا شکریہ۔

یہ اعمال بھی سنت سے ہیں

سنت کا اتباع کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ صرف داڑھی میں ہی نہیں ہے، صرف عمامے میں ہی نہیں ہے، اس کے علاوہ حضور ﷺ کا جو عمل زندگی ہے، وہ بھی سنتیں ہیں، ساری زندگی حضور علیہ السلام نے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، دکھ نہیں دیا کسی کو، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتے تھے، اور بوڑھی عورتوں کا سامان اٹھا کر حضور ﷺ جہاں وہ کہتی وہاں اتار آیا کرتے تھے، وہاں رکھ آیا کرتے تھے، یہ سارے حضور ﷺ کے طریقے ہیں، اور ان طریقوں کو اپنانے والا حضور ﷺ کا محبوب ہوتا ہے۔

اللہ تک پہنچنے کا بہترین وظیفہ

حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی سنت کے اتباع سے بڑھ کر خدا تک پہنچانے والا کوئی اور وظیفہ نہیں ہے، سب سے بڑا وظیفہ جو بندے کو اللہ تعالی تک پہنچاتا ہے وہ حضور ﷺ کی سنت کا اتباع ہے۔

ہمارا کام پیری مریدی کرنا نہیں بلکہ

اس لیے حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند بخاری علیہ رحمہ فرماتے ہیں: ہمارا کام سنت کا احیاء کرنا ہے اور شریعت کو رواج دینا ہے، دنیا کے اوپر ہم پیری مریدی کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم تو اللہ اور اس کے محبوب علیہ السلام کے نظام کو رائج کرنے اور حضور ﷺ کی سنت کو عام کرنے کے لیے آئے ہیں، تو حضور ﷺ کی سنت کا اتباع ہر معاملے میں اور ہر حال میں ہمارے اوپر ایک تو لازم ہے، اور دوسری بات بدعت کو مٹانا ہے۔ بدعت کیا ہے؟ بدعت کسے کہتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

بدعت کی تعریف

بدعت ایک ایسا طریقہ ہے جس کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ پائی جائے، اس کو بدعت کہتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بدعت وہ ہے جس سے رفع سنت ہو یعنی اس چیز کو سنت کی جگہ رکھنا، جس سے سنت مٹ جائے، جیسے داڑھی رکھنا سنت ہے، اب داڑھی رکھنے کی جگہ اسے کٹوادینا، ایسا کام ہے جس کی وجہ سے سنت اٹھ گئ تو یہ بدعت ہے۔

بدعت کی غلط تعریف

اور بعض لوگ کہتے ہیں: کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہو وہ بدعت ہے، جبکہ ایسا نہیں، ورنہ تو جینا دوبھر ہو جائے گا، گیس کا چولھا پہلے نہ تھا، بدعت ہے، کیسے کھانا تیار کروگے؟ ہوائی جہاز پہلے نہ تھا، بدعت ہے سفر مکہ، سفر مدینہ کیسے کروگے؟ موبائل پہلے نہ تھا، بدعت ہے، بات کیسے کرو گے؟ کولر، اے سی پہلے نہ تھے، بدعت ہیں، گرمی میں ٹھنڈی ہوائیں کیسے حاصل کروگے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ صحیح یہ ہے کہ جو بھی چیز شریعت و سنت سے ٹکرائے وہ بدعت ہے، وہ جو شریعت و سنت سے نہ ٹکرائے وہ بدعت نہیں، چاہے وہ زمانۂ رسالت میں موجود ہو یا نہ ہو، جیسے ایٹم بم یہ تیر و تلوار کی جگہ میں ہے، اس کی مثال زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود ہے، اس وقت اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر

ہوتا تھا، آج گاڑیوں اور جہازوں میں ہوتا ہے، پس یہ رفع سنت نہیں، کہ اس کی مثال سواری کی صورت میں موجود ہے۔

بدعت کی پانچ قسم

حضرت ملا علی قاری اور عبد الحق محدث دہلوی نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض اچھی اور بعض بری ہیں، جیسے تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا بدعت حسنہ ہے، قرآن میں اعراب لگانا، مینار بنانا، گنبد خضری کی تعمیر، یہ سب زمانۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھا بعد میں ہوئیں، بدعت ہیں، مگر اچھی بدعت ہیں، بری بدعت نہیں ہیں۔ اور دلیل میں حدیث شریف پیش کی:

اِسلام میں اچھا اور بُرا طریقہ اِیجاد کرنا

حضرت سَیِّدُنا جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ و الہ و سلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ"

"جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اُسے اُس کا ثواب ملے گا اور اُس کا ثواب بھی جو اُس اچھے طریقے پر عمل کرے گا اور اس عمل کرنے والے کا اپنا ثواب بھی کم نہ ہو گا۔

اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ اِیجاد کیا اُسے اُس کا گناہ ملے گا اور اُس کا گناہ بھی جو اُس بُرے طریقے پر عمل کرے گا اور اُس کا اپنا گناہ بھی کم نہ ہو گا۔"

(مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة ۔۔۔ الخ، ص۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷)

جس نے اسلام کے اندر کوئی غلط طریقہ رائج کیا تو اس کے اوپر اس کی سزا ہے، تو بدعت ہر وہ عمل ہے جس سے سنت کا رفع ہو، سنت اٹھ جائے اس کو بدعت کہتے ہیں۔

ان کو بدعت کہنا درست نہیں

پھر موجودہ دور کے اندر کچھ نئی چیزیں وہ ہیں جو کہ اس دور میں نہیں تھیں مگر وہ اسلام کی روح کے منافی نہیں ہیں، ان چیزوں کو بدعت کا الزام دے کر ان چیزوں کو بدعت قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن شریعت کے مزاج سے اگر کوئی چیز ٹکراتی ہے، کوئی نیا عقیدہ کسی نے گڑھ لیا، کوئی نیا عمل کسی نے گڑھ لیا، جس کی اسلام میں مثال ہی موجود نہیں ہے، تو وہ بدعت ہو گا۔

تراویح کتنی اچھی بدعت ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے جب دیکھا کہ مسجد نبوی کے اندر کچھ لوگ متفرق طور پر نمازِ تراویح پڑھ رہے ہیں، تو آپ نے ان سب کو جمع کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کو بلایا، اور کہا کہ تم ان کی جماعت کرواؤ تاکہ یہ لوگ اکٹھے ہو کے پڑھ لیں، عشاء کی نماز اور وتر کی جماعت حضرت عمر فاروق نے خود کروائی، لیکن جو تراویح تھی وہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے پڑھائی۔

ابی بن کعب کون ہیں؟

اور ابی بن کعب وہ صحابی تھے جن کی آواز بڑی اچھی تھی، ایک دن یہ پڑھ رہے تھے اور حضور علیہ السلام سن رہے تھے، انہیں نہیں پتہ تھا کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں، یہ اپنے گھر میں اپنے مکان میں کسی گوشے کونے میں پڑھ رہے تھے، حضور ﷺ سن کے خوش ہو رہے ہیں، انہوں نے تلاوت ختم کی، بعد میں جب حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آقائے کریم علیہ السلام نے فرمایا: کہ ابی تم بڑا خوبصورت پڑھا رہے تھے، مجھے تمہارا پڑھنا بڑا پسند آیا، حضرت ابی کا جواب سنئے، حضرت ابی کہنے لگے: حضور ﷺ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور سنوار سنوار کے پڑھتا۔

کسی کو دکھانے کے لئے کرنا ریاکاری ہے

اب یہاں حاشیہ لگایا ہے اعلی حضرت نے، ذرا اس پہ توجہ چاہوں گا، اعلی حضرت فرماتے ہیں: کہ کسی کو دکھانے کے لیے پڑھنا، تلاوت کرنا، ریاکاری ہے، کسی کو دکھانے کے لیے میں اگر تقریر کروں کہ آپ کہیں گے واہ واہ کمال ہو گیا، اس لیے میں نکتے بیان کروں کہ آپ میری واہ واہ کریں گے، تو یہ میرا سب کچھ ریاکاری ہو گا، مجھے کوئی ثواب نہیں ملے گا، اور اگر میرا مقصد ہے کہ آپ تک کوئی پیغام حق پہنچاؤں، اللہ کا دین پہنچاؤں، اس جذبے کے ساتھ بات کروں، تو یہ میرا دین ہے، اور مجھے ثواب بھی ملے گا، لیکن اگر مجھے یہ ہو کہ اس بات پہ لوگ سبحان اللہ زیادہ کہیں گے، اس پہ زیادہ خوش ہوں گے، اور میں اس انداز کے ساتھ اپنی گفتگو کو مرتب کروں تو یہ دینداری نہیں ہو گی دنیاداری ہو گی، ریاکاری ہو گی۔

مقررین کو ایسا ہونا چاہئے

بلکہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ عوارف المعارف کے اندر لکھتے ہیں: کہ جو بیان کرنے والا ایسا ہو کہ اس کی زبان لوگوں سے محوِ گفتگو ہو لیکن اس کا دل اپنے رب کے یہاں کشکول کی صورت میں پھیلا ہوا ہو، اور عرض کرے مالک! لفظ میرے ہیں تاثیر تو بھر دے، اور اللہ سے لحہ لحہ اپنے سامعین کے لئے ہدایت مانگے، تو حضرت شیخ شہاب الدین کہتے ہیں: پھر ہو ہی نہیں سکتا کہ بات سننے والوں کے دلوں میں اثر نہ کرے۔

حضور ﷺ کو دکھانے کے لئے کرنا ریاکاری نہیں

تو کسی کے دکھلانے کے لیے قرآن پڑھنا، نعت پڑھنا، ریاکاری کہلاتا ہے، تو حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں: آقا ﷺ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں، تو میں اور سنوارتا، اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ پھر یہ ریاکاری ہونی چاہیے تھی مگر فرمایا: یہ ریاکاری نہیں ہے، اس لیے کہ کسی اور کو دکھلانے کے لیے پڑھنا تو ریاکاری ہے لیکن جو عمل حضور ﷺ کو دکھلانے کے لیے کیا جائے تو وہ ریاکاری نہیں ہے، کیونکہ حضور ﷺ کی رضا حاصل کرنا اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، اور اللہ کی رضا ریاکاری نہیں اخلاص ہے۔

اللہ اکبر! تو حضرت ابی بن کعب چونکہ بہت اچھا پڑھتے تھے، تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ تم نماز پڑھاؤ، ابی بن کعب نے نمازِ تراویح پڑھائی، کافی لوگ اکٹھے ہو گئے، جو متفرق پڑھتے تھے، اب ان کی جماعت بن گئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا تو بڑے خوش ہوئے اور خوش ہو کے فرمانے لگے: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" یہ بڑی اچھی بدعت ہے، ہے بدعت، لیکن ہے بڑی اچھی۔ یہ نمازِ تراویح کی جماعت حضرت عمر فاروق کے دور میں شروع ہوئی ہے۔

جمعہ کا خطبہ عربی میں دینا سنت ہے

اسی طرح حضور ﷺ جمعہ کے دن عربی میں خطبہ کہا کرتے تھے اور اس کو سننا واجب ہے، اور اس دوران پنکھے بھی نہیں ہلا سکتے، اب جب زمانہ گزرا، اور اسلام جگہ جگہ پہنچا، عجم کے لوگ جو تھے وہ عربی نہیں جانتے تھے، اور خطبہ دین سکھانے کے لیے ہے، لوگوں کو اللہ سے ڈرانے کے لیے، پیغامِ حق کے ابلاغ کے لیے ہے، خطبہ عربی میں اور عجمی لوگ عربی سمجھتے نہیں ہیں، تو اب کیا کریں؟ پھر علماء نے مل بیٹھ کے یہ فیصلہ دیا کہ ایک اذان پہلے دی جائے اور اذان ثانی سے قبل قبل اردو میں یا جو جس علاقے کا رہنے والا ہے اس زبان کے اندر وہ ایک خطبہ دے تاکہ اس سے لوگوں کو مسائل دین سمجھائے جائیں، اور جو اصل سنت ہے عربی میں خطبہ دینا وہ سنت رفع نہ ہو۔

اذانِ ثانی سے قبل اردو میں خطاب کرنا

اب اگر عربی خطبہ کی جگہ آپ اردو میں تقریر کریں تو پھر یہ بدعت ہوتا، کہ سنت کو مٹا کر اس کو لایا گیا، لہٰذا ایسی بدعت صحیح نہیں ہوتی جس سے رفع سنت ہو، لیکن عربی میں خطبہ جو کہ سنت ہے اپنی جگہ پہ بر قرار رکھ کر اردو میں خطبہ جو امام جمعے کے اندر پہلے دیتا ہے، اذان ثانی سے قبل یہ حضور ﷺ کے دور میں نہیں تھا، بعد میں ایجاد کیا گیا، بالخصوص عجم کے علاقوں میں جہاں دین کو سمجھانے کے لیے یہ ایک موئثر ذریعہ تھا، تو اب یہ بدعت نہ رہا، کیونکہ اگر یہ بھی نہ ہو تو لوگوں تک پیغامِ حق کیسے پہنچے؟

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اصل چیز کو اپنی جگہ پہ رکھیں اور اس کے ساتھ ضرورت کے تحت اگر آپ کوئی چیز شامل کر لیتے ہیں تو وہ بدعت بھی ہو گی تو وہ بدعت سئیہ نہیں ہو گی بلکہ بدعت حسنہ ہو گی۔

اذان سے قبل درود کا رواج کب سے ہوا؟

سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب حالات پہ قابو پایا تو آپ جانتے ہیں کہ اس دور میں جو خلفاء تھے ان کا حال کیا تھا؟ جب آذان ہوتی تو آذان سے قبل ان کے نام کے قصیدے پڑھے جاتے تھے، سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہ بات جاری کی اور علماء سے تصدیق لی کہ جب اذان پڑھی جائے تو بادشاہوں کے قصیدے نہ پڑھے جائیں محمد عربی ﷺ پہ درود پڑھا جائے، آذان اصل اپنی جگہ پہ رہی، جس طرح عربی خطبہ اصل اپنی جگہ پہ رہا اور ساتھ اردو خطبہ ملحق کر لیا گیا، اسی طرح آذان اصل اپنی جگہ پہ رہی، اور ساتھ ملحق کر لیا گیا درود شریف کو۔

اذان سے قبل درود پڑھنا بدعت نہیں

اب کچھ لوگ کہتے ہیں تم درود شریف کو آذان کا حصہ سمجھتے ہو، تو یہ بات غلط ہے، اگر آذان کے اندر کوئی چیز شامل کی جاتی تو پھر حصہ بنتا، درود شریف تو اذان سے بالکل الگ ہے، پھر اذان کی ٹون الگ ہے اور درود کا انداز الگ ہے، اذان میں کھڑے ہونے کی حالت الگ ہے کہ کانوں کے اندر انگلیاں دیتے ہیں، لیکن درود میں کھڑے ہونے کی حالت مختلف ہے، اور سننے والا سمجھتا ہے کہ اب درود ہو رہا ہے اور اب آذان شروع ہو گئی ہے، پھر اذان کا جواب دینا لازم ہے، واجب ہے، درود کا جواب دینا لازم و واجب نہیں ہے، اور پھر درود کو کبھی چھوڑ بھی دیا جائے تو کوئی نہیں کہتا کہ آج اذان نہیں ہوئی، ہر جمعہ میں جو اذان ثانی ہوتی ہے دوسری اذان، اس کے ساتھ درود نہیں پڑھا جاتا، لیکن کبھی کسی نے آپ سے یہ نہیں کہا کہ کیسی اذان دی، اگر یہ حصہ سمجھا یا مانا یا خیال کیا جاتا تو وہاں لوگ اعتراض کرتے کہ تم نے کیوں درود ساتھ نہیں پڑھا؟ تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ اس دور کے اندر ایسا ہوا کہ جب کہ بادشاہوں کے قصیدے پڑھے

جاتے تھے تو سلطان صلاح الدین ایوبی یہ وہ شخص ہے جس سے اللہ نے کام لیا تھا، تو اس سے یہ بھی کام لیا گیا۔ اس نے کہا چھوڑو! بادشاہوں کے قصیدے، اذان سے پہلے محمد عربی ﷺ کے قصیدے پڑھو۔

گائے کی قربانی کرنا لازم ہے

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اذان سے پہلے درود کو لازم قرار نہیں دیتے، اس کے باوجود آج کل تقریباً یہ اذان کے ساتھ لازمی ہی پڑھا جاتا ہے، اذان کا حصہ نہیں لیکن پھر بھی پڑھا جاتا ہے، ایسا کیوں؟

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر شریعت کے کسی کام سے کسی جگہ پہ روکا جائے تو وہاں وہ کام لازم ہو جاتا ہے، اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ ایک فتویٰ لکھا ہے """قربان البقرہ" کے نام سے، ہندوستان کے اندر اس دور کے کچھ حکومت کے زر خرید لوگوں نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ ہندوستان کے اندر گائے ذبح کریں گے تو ہندوؤں کو تکلیف ہوگی اس لیے اور باقی جانور بھی تو ہیں وہ ذبح کر لئے جائیں، آپ بکری کی قربانی دے لیں، آپ بھینس یا کسی اور جانور کی قربانی دے لیں، لازمی ہے کہ آپ نے گائے ہی ذبح کرنی ہے، اور کسی کو تکلیف پہنچانا ویسے بھی اسلام میں منع ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس دور کے اندر "قربان البقرہ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس کے اندر دلائل قاہرہ اور باہرہ سے اس بات کو ثابت کیا کہ اور کسی جگہ پہ کسی اور طرح کی قربانی کا ثواب زیادہ ہو گا جس کا گوشت زیادہ ہے اس کا ثواب زیادہ ہے لیکن ہندوستان کے اندر زیادہ ثواب تب ہو گا جب گائے کو ذبح کیا جائے، کیوں کہ اسلام کے اس شعار کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، لہٰذا ردِ عمل کے طور پہ اس کو آگے بڑھاؤ اور رواج دو۔

اہلسنت کی علامات یہ ہو گی

حضرت امام زین العابدین کا قول امام سخاوی القول البدیع کے اندر لکھا ہے، کہ جب لوگوں نے پوچھا کہ جب قرب قیامت میں بڑے فتنے ہو جائیں گے تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ حق پر کون لوگ ہیں؟ تو

آپ نے فرمایا کہ جو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں گے اور جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر بہت سارے لوگ یہ دعوی کریں کہ ہم سنت اور جماعت سے وابستہ ہیں تو پھر ہمیں کیسے پہچان ہو گی کہ ان میں سے کون حق والا گروہ ہے؟ تو سنو انہوں نے کیا کہا؟ کہا کہ اہل سنت کی پھر اس دور میں علامت یہ ہو گی "مِنْ عَلَامَاتِ اَھْلِ السُّنَّةِ كَثْرَةُ الصَّلَاةِ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ" اہل سنت کی اس دور میں علامت یہ ہو گی کہ وہ کثرت کے ساتھ حضور پہ درود و سلام پڑھتے ہوں گے۔

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اذان سے پہلے اذان کے بعد، ہر لمحے ہر وقت انہیں کا تذکرہ کریں گے۔

یہ بات انصاف سے کہہ رہا ہوں

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں انصاف کی بنیاد پہ کہہ رہا ہوں، کہ کوئی غلط فہمی کی بنیاد پر حضور ﷺ کے درود پہ اعتراض نہ کر بیٹھے، اور آقائے کریم علیہ السلام کی رحمتوں سے محروم نہ ہو جائے۔

ہم بدعات کا ڈٹ کے مقابلہ کرتے ہیں

باقی جو بدعات ہیں ہم ان کو ڈٹ کر بدعت کہتے ہیں، اعلی حضرت سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو طاقوں کے اندر چراغ جلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہاں بزرگ آتا ہے، درخت کے ساتھ دوپٹہ باندھ دیتے ہیں کہ یہاں شہید کا ڈیرہ ہے، یہاں فلاں پیر کی حاضری ہوتی ہے، اور یہ مختلف جگہوں پہ ہمارے یہاں مروج ہے، سوال ہوا کہ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اعلی حضرت نے ڈٹ کے کہا: واہیات ہے اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، تو جہاں بدعات تھیں علماء نے اس کا تدارک کیا، لیکن جو حضور ﷺ کی محبت کو پیدا کرنے والے اعمال تھے وہاں انہوں نے ساری زندگی پہرا دیا، اور دلائل دئے اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کہا: نام لو مصطفی ﷺ کا، یہ نام شفاء دیتا ہے، اس نام میں برکتیں رکھی گئی ہیں، اور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس نام سے اور اللہ کی کرم نوازیاں ہیں اس نام کے اندر۔

سنت پر عمل طمانیت کا نور دیتا ہے

تو صاحبو! یہ مضمون اپنے دامن میں بہت وسعت رکھتا ہے، وقت بہر حال مجھے اور آپ کو ملحوظ خاطر ہے، اللہ مجھے اور آپ کو اپنی رحمتوں اور کرم نوازیوں کا حصار دے، اور عمل بالسنہ کی توفیق دے۔

یہ اس دور کا اہم اور ضروری فریضہ ہے، اس میں امن اور سکون اور طمانیت کا کا نور ہے، اور سعادتوں کے حصول کا ذریعہ ہے، اور ہماری خواہش بھی ہونی چاہئے کہ ہمیں حضور ﷺ کی سنت کا نور مل جائے۔

ظاہر میں کیا رکھا ہے؟ باطن صحیح ہو

آج لوگ کہتے ہیں: جناب! ظاہر کا کیا ہے؟ باطن ٹھیک ہونا چاہیے، تم زور دیتے ہو داڑھی پہ، عمامے پہ، لباس پہ، کھانے پینے کے انداز میں، زمانہ بدل گیا، دنیا کہاں چلی گئ؟ اور تم ابھی وہ پرانی باتیں دکیا نوسی چھوڑتے ہی نہیں ہو، لباس میں کیا رکھا ہے؟ جو مرضی آئے بندہ لباس پہن لے، بس اندر سے مؤمن ہونا چاہئے۔

معترضین کو سادے لفظ میں جواب

میں اس کے جواب میں ایک سادی سی مثال دیا کرتا ہوں، بات ختم کرتے کرتے میرے ذہن میں یہ بات آگئی میں نے کہا چلو شاید کسی کے دل میں اتر جائے، کہ لوگ کہتے ہیں لباس کا کیا ہے؟ جس کی جو مرضی ہو وہ پہنے بس اندر سے مسلمان ہونا چاہیے، تو میں آپ کو سادے سے الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں: اگر کوئی ہندوستان کا میجر یا کوئی فوجی اپنے دشمن ملک کے فوج کی وردی پہن لے، اس کا کیا انجام ہو گا؟ وہ کہے کہ وردی میں کیا رکھا ہے مجھے اچھی لگی، میں نے پہن لی، اندر سے تو میں ہندوستانی ہوں تو کیا اس کی حب الوطنی تسلیم کی جائے گی؟ سب کہیں گے جب تجھے ظاہر پسند نہیں ہے تو تیرے باطن کا کیسے اعتبار کریں۔

مکان زمین بوس کردیا

بس اس سے بہت کچھ سمجھا جاسکتا ہے، صحابہ کا تو انداز یہ تھا حضور ﷺ گزر رہے ہیں، ایک گنبد نما مکان دیکھا، کہا کس کا ہے؟ عرض کی کہ فلاں انصاری کا ہے، جواب حضور ﷺ نے کچھ نہیں دیا، چہرے پہ تھوڑی سی ناگواری آئی اور گزر گئے، کسی نے اس کو بتایا آج حضور ﷺ گزرے تھے حضور ﷺ نے تیرے مکان کو دیکھا تھا خوش نہیں ہوئے۔ اس نے کدال پکڑی برابر کر دیا۔ دو چار دن گزرے، حضور ﷺ پھر آئے دیکھا تو وہ مکان نہیں تھا، کہا وہ پرسوں ترسوں میں گزرا تھا یہاں مکان تھا، عرض کی حضور ﷺ وہ تو برابر کر دیا گیا ہے، کہا: بلاؤ، بلایا گیا، کہا: یہاں تیرا مکان تھا کیا ہوا؟ کہنے لگا: سنا تھا آپ کو پسند نہیں۔ صرف سنا تھا۔(ابو داؤد ج ۴ ص ۶۰ حدیث ۵۲۳۷ مُلَخَّصاً)

ہمارا کیا کیا حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے؟

اور آج میں اور آپ دیکھیں کہ ہمارا کیا کیا حضور کو پسند ہے اور کیا کیا پسند نہیں ہے، صبح سے لے کر شام تک، شام سے لے کر صبح تک، عقیقے، ولیمے سے لے کر اپنی زندگی کی آخری ہچکی تک، اپنے کاروبار سے لے کر اپنے گھر کے انداز تک، اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو دیکھیں، ہمارا کون کون سا عمل حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے، اور پھر اس پہ بار بار سوچیں، یہ میری آخری دو باتیں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں، یہ بڑے محبتوں بھرے جذبوں کے ساتھ رکھی ہیں، اور میں نے ان باتوں کے دوران اللہ سے توفیق مانگی ہے کہ اللہ اتار دے آپ کے دلوں میں میری یہ بات، اور آج کے بعد ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی آجائے، اور ہم سوچیں۔

تم سے پوچھا نہ جائے کہ تم کون ہو؟

میرے استاذ المکرم ایک جملہ کہا کرتے تھے، آج بھی جب میں ان کا جملہ دہرانے لگتا ہوں تو مجھے وہ چارپائی پہ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اجاڑ رت کو گلابی بنائے رکھتی ہے

میری آنکھ تیری دید سے وضو کر کے

آج بھی وہ منظر جاگ پڑتا ہے جب وہ حدیث پڑھایا کرتے تھے، آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے، جب قرآن پڑھتے تھے، لگتا تھا نزول قرآن کا سماں بندھ گیا ہے، تو آپ فرمایا کرتے تھے: بیٹا یہ نہ ہو کہ لوگ تمہیں پوچھیں کہ تم کون ہو؟ اور تمہیں بتانا پڑے کہ ہم مسلمان ہیں، یہ دیکھو ہمارے گھر کے طاق کے خانے میں اسلام لکھا ہوا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے: میاں نہ کسی کو پوچھنا پڑے اور نہ تمہیں بتانا پڑے کہ میں کون ہوں؟ بلکہ اپنی شکل وصورت، وضع و قطع اور کردار ایسا کرلو، کہ تم دور سے آرہے ہو، لوگ پہچان کے کہیں وہ دیکھو آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غلام آرہا ہے، تمہیں بتانا نہ پڑے، وہ خود کہیں آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غلام آرہا ہے۔

آقا کا نور آنکھوں پہ تو چہروں پہ اجالے ہوں گے
مصطفی والوں کے انداز نرالے ہوں گے
دنیا میں بھی ان کے دم سے مقدر چمکا
محشر میں بھی ان کی رحمتوں کے حوالے ہوں گے

سنت پر عمل کام آگیا:

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی مصنفہ بشر القی بلقاء الحبیب میں نقل ہے ایک شخص اپنی داڑھی میں مہندی لگاتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی میں ۱۸ سے لیکر ۲۱ بال تک سفید تھے، صحابہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بھی گنے ہیں، کیسی نظر رہتی تھی جمال رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، اور انہیں ناز تھا اس پر، کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ کا اعلان

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ کا سب سے آخر میں انتقال ہوا ہے، ۱۱۰ سن ہجری ان کی سال وفات ہے، حج کا موقع تھا، لوگوں کا ہجوم تھا، پس آپ ٹیلے پر چڑھ گئے اور کہنے لگے، میرے قریب آجاؤ، ان دو

آنکھوں کے سواد نیا میں کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جس نے جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، مجھ سے پوچھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تا کہ میں تمہیں بتاؤں! انہیں فخر تھا کہ میں نے جمال رخ آرا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو دیکھا ہے۔

ذوق کا شعر

ایک شاعر ہوا ہے ذوق، اس نے اپنے شاگردوں سے ایک دن کہا:

آنے والی صدیاں تم پہ ناز کریں گی اے لوگو!
تم نے ذوق کو دیکھا ہے تم نے ذوق سے باتیں کی

تو جن لوگوں نے ذوق کو دیکھا ان پر زمانہ ناز کرے، اور جس نے رخ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، وہ کیوں نہ ناز کرے؟

باسی روٹی مہنگی

بغداد میں ایک شخص روٹی بیچتا تھا، تازی روٹی ایک درہم کی اور باسی روٹی دو درہم کی، کسی نے کہا یہ کیا بات ہے؟ باسی روٹی تو آدھے درہم کی ہونی چاہیے جبکہ تو اسے دو درہم کے بیچ رہا ہے، اس نے کہا آپ کو لینا ہے تو لو ورنہ چلے جاؤ، میرا ریٹ یہی رہے گا، کہا: مہنگی ہونے کی وجہ تو بتا، کہنے لگا باسی روٹی تازی روٹی کے مقابلے میں سرکار صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے زمانے سے ایک دن قریب ہے۔ اللہ اکبر!

جو شے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو جائے، تو اس کا ریٹ بڑھ جائے اور جس نے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اس کا عالم کیا ہوگا؟

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے تھے

پس لوگ قریب آ گئے اور کہا کہ صِفْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے، فرمایا: "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَلِیْحاً مُقَصَّراً اَبْیَضَ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمکین حسن والے تھے، گوری رنگت والے تھے اور قد و قامت میں اعتدال رکھتے تھے۔

سنی کو تسکین ذکرِ مصطفی ﷺ سے ملتی ہے

تو سنی کو تسکین ہی تب ہوتی ہے، جب وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سنتا ہے۔ وہ کیا کسی شاعر نے کہا تھا:

جنگل میں کوئی مہ خوار مرا ہے
انگور کے پتوں کا اسے کفن دو

کیلے کے پتے سے کفن کیوں نہیں؟ وہ تو بڑا ہوتا ہے، کم پتے لگے گیں یا کسی اور درخت کے پتے کیوں نہیں؟ انگور کے پتے تو چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن شاعر کہتا ہے اسے انگور کے پتوں سے کفن دو، ایسا کیوں؟ کیونکہ مرنے والا مے خوار ہے اور شراب بنتی ہے انگور سے، تو مے خوار کو تسکین تب ہو گی جب اسے انگور کے پتوں کا کفن دیا جائے گا، اور سنی کو تسکین تب ہو گی جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا گوئی کر لے گا۔

سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی میں مہندی لگایا کرتے تھے، آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ شخص بھی مہندی لگاتا تھا، جب وہ فوت ہوا اور نکیرین آئے تو ایک نے کہا کہ مَنْ رَبُّكَ، تیرا دین کیا ہے؟ تو دوسرے نے کہا: تو نہیں دیکھ رہا کہ اس کے چہرے میں اسلام کا نور ہے۔

باطن کے ساتھ ساتھ ظاہر بھی سنوارو

تو پیارو! صورت ایسی بناؤ کہ فرشتے بھی پہچان جائیں اور باطن کے ساتھ ساتھ ظاہر بھی سنوارو، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ظاہر سنت کے مطابق نہیں ہے تو کیا ہوا ہمارا باطن تو ہے؟ دل میں تو عظمت مصطفی

ﷺ ہے، تو ان سے ایک سوال ہے کہ اگر آپ کو گندگی میں لپیٹ کر رس گلہ دیا جائے تو کیا آپ کھالیں گے ؟ کیونکہ اندر تو مٹھائی ہے اگرچہ باہر گندگی لگی ہوئی ہے تو کیا ہوا، کھالیجئے، مگر آپ نہیں کھائیں گے، پس اسی طرح اپنے ظاہر کو بھی سنت کے مطابق سنوارو، تمہارا لباس، تمہارا چہرہ، تمہارا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔

اللہ تبارک و تعالی مجھے اور آپ کو حضور ﷺ کی سنتوں کا حصار عطا فرمائے۔

☆…☆…☆…☆…☆…☆

(5) نور حسی اور نور معنوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (۱۵) (پ۶ المائدہ ۱۵)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَ زَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ

وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِالْقُرْاٰنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ شَانِ حَبِیْبِهِ الْكَرِیْمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا مَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمام حمد ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جل مجدہُ الکریم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبحِ ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے آج یہ خوبصورت محفل منعقد ہے، اللہ تعالی جل شانہ ہماری حاضری کا ایک ایک لمحہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین، آپ کے سامنے کچھ باتیں گوش گزار کر کے اپنی گفتگو کو سمیٹوں گا، اللہ تعالی میری زبان پہ کلمۃ الحق جاری فرمائے، آمین

مؤمن کا دل نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرۂ دلنواز، باعث تسکین قلب و جگر ہے، حضرت مہدی الفاسی رضی اللہ تعالی عنہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر جس دل میں ٹھنڈ نہیں پڑتی تو اس کے سینے میں دھڑکنے والا دل کسی مؤمن کا دل ہی نہیں ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور دل کو سکون نہ ملے، یہ کیسا دور آ گیا ہے کہ بحث کی جاتی ہے کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنا چاہیے یا نہیں؟ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھلا دلیل کی بھی ضرورت ہے؟ پھولوں کا تذکرہ چل رہا ہو، تو وہ بلبل کیسا، جو دلیل مانگے، بات شمع کی چل رہی ہو اور پروانہ کہے کہاں لکھا ہوا ہے؟ مؤمن تو وہ ہے کہ جب ذکر رسول ﷺ سنتا ہے تو اس کا دل کھل اٹھتا ہے۔

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تمام لوگ تو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہتے ہیں، مگر اللہ عزوجل نے کس انداز میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا، سماعت فرمائیے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ﴿۱۵﴾ (پ۶ مائدہ،۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

یہاں جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق نور سے مراد مصطفی جان رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں، اب آنے والا اس شان سے آیا کہ اللہ عزوجل نے پورا پورا اختیار عطا فرمایا۔

آنے والے کی دھوم مچی ہوئی تھی

آنے والے کی دھوم مچی ہوئی تھی، لوگ تذکرے کر رہے تھے، کسی نے کہا میں جا رہا ہوں میرے بعد وہی آئے گا:

وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ (پ۲۸ الصف،۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اس کا نام بھی بتا دیا، آنے والے کا تذکرہ ہو رہا تھا اور جب وہ آیا، تو اللہ عزوجل نے اس آنے والے کی خبر پورے اہتمام سے لوگوں تک پہنچائی: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ﴿۱۵﴾ ذرا غور کیجئے، پہلے قد ہے، پھر جاء کے اوپر مد ہے پھر شد ہے، مطلب آنے والا یونہی نہیں آیا، بلکہ بڑی شان و شوکت کے کے ساتھ آیا ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسی نور ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے میں کسی مذہب، کسی فرقے کا اختلاف نہیں، سارے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نور مانتے ہیں، مگر نور کی تقسیم کے بارے میں امت کے درمیان اختلاف پڑ گیا، حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نور ہدایت ہیں، اس بات کو تمام تسلیم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معنوی نور ہیں، اس کا کوئی فرقہ انکار نہیں کرتا، وہ نور، جو جہالت کی ضد، وہ نور، جو ظلمت کی ضد، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ہر سمت اجالے پھیل گئے۔

گمی ہوئی سوئی مل گئی

مگر ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم معنوی نور تو تھے ہی، لیکن حسی نور کا بھی ظہور ہوتا رہتا تھا، مگر غلبہ نور معنوی کا تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت موجود ہوتے اور اندھیرا رہتا، یہ معنوی نور کا ظہور ہوتا، اور کبھی ایسا ہوتا کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں اندھیرا ہے، سوئی گم ہوگئی، عرض کرتی ہیں: حضور ﷺ! سوئی نہیں مل رہی ہے؟ تو آقائے کریم ﷺ مسکرادیتے ہیں، تو اتنا اجالا پھیل جاتا ہے کہ گمی ہوئی سوئی بھی مل جاتی ہے، چنانچہ:

اُمُّ الْمُؤمِنِین، صَحابیہ بنتِ صحابی حضرتِ بی بی عائِشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا رِوایت فرماتی ہیں: میں سحری کے وقت گھر میں کپڑے سی رہی تھی کہ اچانک سُوئی ہاتھ سے گر گئی اور ساتھ ہی چَراغ بھی بجھ گیا۔ اِتنے میں نور والے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر میں داخِل ہوئے اور سارا گھر نور والے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ اَنور کے نور سے روشن ہو گیا اور گمی ہوئی سُوئی مل گئی۔

(القول البدیع، الباب الثالث فی التحذیر من ترک الصلاۃ علیہ عند ذکرہ، ص۳۰۲)

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ اِس واقعے کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سُوزَنِ گُمشُدہ ملتی ہے تبسُّم سے ترے
شام کو صُبح بناتا ہے اُجالا تیرا

حضور ﷺ نور ہیں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "مَا كُنَّا نَحْتَاجُ إِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ أَخَذْنَاهُ" جب سے یہ پیارا ہمارے گھر آیا ہے ہمیں دیا جلانے کی کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

جب کہیں روشنی کی ضرورت ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمرے میں لے جاتیں اور وہاں روشنی پھیل جاتی۔

تم اتنی امیر ہوگئی ہو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری کے اندر لکھتے ہے: با قاعدہ خواتین نے آکر حلیمہ سعدیہ سے کہا کہ تم اتنی امیر ہو گئی ہو، جو رات کو بھی چراغ نہیں بجھاتی، جبکہ امیر امیر خاندان بھی رات کو چراغ بجھا کر سوتے ہیں، مگر رات کو تیرے گھر سے نور کی کرنیں نکلتی رہتی ہیں، کون سا خزانہ تیرے ہاتھ لگ گیا ہے؟ کہا آجاؤ، تمہیں دکھاتی ہوں، عورتوں کو ساتھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں، دیکھو "مَا كُنَّا نَحْتَاجُ إِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ أَخَذْنَاهُ" جب سے یہ آیا ہے میں نے دیئے توڑ دیئے ہیں۔

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جدھر گزرتے گئے، نور ادھر پھیلتا گیا، اجالے پھیلتے گئے۔

بیربل اور اکبر کا قصہ

بیربل اکبر بادشاہ کا ہندو وزیر گزرا ہے، دربار لگا تھا، رات کا وقت تھا اچانک کسی روشن دان سے ایسی ہوا آئی کہ سارے چراغ بجھ گئے اور اندھیرا ہو گیا، بادشاہ گھبرا گیا، تھوڑی دیر کے بعد چراغ روشن ہو گئے، کہا: میں بڑا پریشان ہوا ہوں، قبر میں کیا بنے گا؟ وہاں تو سخت اندھیرے ہوں گے، یہاں تو تم میرے ساتھ تھے اور ہم ایک دوسرے کی آوازیں سن رہے تھے، لیکن جی گھبرا گیا، تو قبر کے اندھیرے میں کیا بنے گا؟ بیربل نے کہا بادشاہ سلامت، گھبرانے کی کیا ضرورت، دنیا میں تھوڑا اندھیرا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

آئے تو اندھیرے چھٹ گئے، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں چلے گئے ہیں، تو وہاں بھی اجالے ہی اجالے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن راہوں سے گزرتے وہاں روشنیاں پھیل جاتیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور معنوی ہونے میں اختلاف نہیں

پس گاہ گاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسی نور کا بھی ظہور ہوتا رہتا، مگر آج کی نشست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی نور کے بارے میں مجھے گفتگو کرنی ہے، جس میں کسی فرقے، کسی گروہ کا اختلاف نہیں ہے۔

معنوی نور کسے کہتے ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہدایت ہیں، معنوی نور کسے کہتے ہیں؟ جسے عقل نور قرار دے، یہ جو سورج کی روشنی ہے اس کا ادراک قوت باصرہ سے ہوتا ہے، یہ حسی نور ہے، لیکن قرآن نور ہے، اسلام نور ہے، عقل نور ہے، سچائی نور ہے، یہ معنوی اعتبار سے نور ہیں، کہ عقل ان کو نور قرار دیتی ہے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی نور ہونے میں کسی کا امت میں اختلاف نہیں، کہ جب اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں آئے تو تمام ظلمتیں چھٹ گئیں، اس قدر اندھیرے اور ظلمتیں پھیلی ہوئی تھیں، قرآن کے دامن میں موجود ہے کہ

بیٹی کو زندہ درگور کرنا

جب کسی کو یہ خبر دی جاتی کہ تیرے یہاں بیٹی نے جنم لیا ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا، آبرو بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کھڈا کھود کر اپنی بیٹی کو اس میں گرا کر اوپر سے مٹی ڈال دے، اس کی چیخیں اس کے دل میں اثر نہ کریں، وہ روتی رہے یہ مٹی ڈالتا رہے، اگر کوئی اتنا سفاق ہے، ظالم ہے، تو سمجھ لو، وہ معاشرے

میں جینے کے قابل ہے اور اگر کسی میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی سکت نہیں تو وہ اس قابل نہیں ہے کہ معاشرے میں سر اٹھا کر چل سکے۔

بیٹی کا مرتبہ اسلام کے نزدیک

یہ عرب معاشرہ تھا، جسے قرآن مجید نے بیان کیا، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس ڈگر کو بدلا، حدیث آپ نے علماء سے سیکڑوں بار سنی ہوگی، مگر اس گہرائی کے اندر شاید کبھی نظر نہ گئی ہو، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے لئے جو جملۂ محبت کہا، آج اگر میں اور آپ اپنی بیٹی کے لیے کوئی جملۂ محبت کہیں تو بڑی بات نہیں، کہ ہمارے معاشرے کے اندر بیٹی کی آبرو ہے، اس کی عزت ہے، بوڑھا باپ اپنی کمر پر بوریاں لاد لاد کر مزدوری کرتا ہے کہ میں نے بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں، یہ باپ تو سفاک تھا، یہ تو بیٹی کو قتل کرتا تھا، مگر آج وہی باپ اوور ٹائم کام کر رہا ہے، بیٹی کے لیے مزدوری پر مزدوری کر رہا ہے، فیکٹری میں بھائی اوور ٹائم کام کر رہا ہے، یہ تو زندہ درگور کرتے تھے، کیا ماجرا ہوا، کس نے ڈگر بدلی، کس نے زمانے کا رخ پلٹ دیا؟

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے

چودہ صدی پہلے کی تاریخ پڑھ کر دیکھو، جو بیٹی کو دھکا دے کر زندہ درگور کرتے تھے، اور ان کو اس پر افتخار تھا، فخر تھا، آقائے کریم ﷺ نے اس دور میں فرمایا: اے بیٹیوں کو درگور کرنے والوں اور منحوس سمجھنے والوں سن لو، فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ میری فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس دور میں بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جارہا تھا، اس دور میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کو عزت دی۔

دو بیٹیاں جس کی ہوں

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، "جس

کی تین بیٹیاں ہوں اور ان کی پرورش کی وجہ سے پہنچنے والی سختی، تنگ دستی اور خوشحالی پر صبر کرے اللہ عزوجل اسے ان بچیوں پر شفقت کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا۔" ایک شخص نے عرض کیا،" یا رسول اللہ! اور جس کی دو بیٹیاں ہوں؟" فرمایا،" اور جس کی دو بیٹیاں ہوں اسے بھی۔" ایک شخص نے عرض کیا،" یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم اور جس کی ایک بیٹی ہو؟" فرمایا،" اور جس کی ایک بیٹی ہو اسے بھی۔" (مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، رقم ۸۴۳۳، ج ۳، ص ۲۳۴)

حدیث کا فلسفہ دیکھیں

اللہ اکبر! اس حدیث کے پیچھے کا فلسفہ تو دیکھئے، جہاں بیٹیوں کو قتل کیا جارہا تھا، درگور کئے جانے پر فخر کیا جارہا تھا اب وہاں دو بیٹیاں نہ ہونے پر افسوس کیا جارہا ہے، جس کی ایک بیٹی ہے وہ سوچ رہا ہے، کاش! میری بھی دو بیٹیاں ہوتیں تاکہ مجھے یہ فضیلت ملتی۔

بیٹیاں جنت میں جانے کا سبب ہیں

اللہ اکبر! اگلی حدیث سماعت فرمائیں:

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی۔ پھر جس کھجور کو وہ خود کھانا چاہتی تھی، اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ کھجور بھی ان کو کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں اس عورت کے ایثار کا بیان کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا:" اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کے لئے جنت کو واجب کر دیا۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، الحدیث ۲۶۳۰، ص ۱۴۱۵)

مطلقہ عورت کی شفاعت

اور حدیث میں آتا ہے: اِمْرَأَةٌ مَرْدُوْدَةٌ جس کے شوہر نے طلاق دیدی ہو، کم خوبصورت ہونے کی وجہ سے یا جہیز کم لانے کی وجہ سے، پھر اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو، ساری زندگی اپنے باپ کے پاس رہ کر گزار دی، حدیث میں آتا ہے جب اس کے باپ کو جہنم میں جانے کا حکم ہو گا، تو یہ اللہ عزوجل سے بحث کرے گی: مالک! نہ تو نے مجھے عقل دی، نہ تو نے مجھے شکل دی، سسرال نے دھکہ دے دیا، شوہر نے قبول نہ کیا، معاشرہ مجھے دوبارہ قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا، یہ میرا باپ تھا، جو میری وجہ سے مزدوری کرتا رہا، اپنی بوڑھی پیٹھ پر بوریاں اٹھاتا رہا اور میری کفالت کرتا رہا، میں تو اس کو جہنم میں نہ جانے دوں گی۔

لوگو! وہ رابعہ بصریہ نہیں، عام سی عورت ہے، اللہ عزوجل اس کی سفارش قبول کر کے اسے جنت کی راہیں عطا فرمادے گا۔

جو بیٹی ماں باپ کے لئے ناگوار تھی

جو بیٹی ماں باپ کے لیے باعث ناگوار تھی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبے پہ بیٹی کو بٹھایا کہ ماں باپ کے لیے جنت کی بشارت بن گئی، اور جنت میں داخل ہونے کا سبب بن گئی۔

بیٹی اور بہنوں کو زندہ درگور کیوں کیا جاتا تھا؟

آپ تاریخ عرب پڑھیں جس طرح وہ سگی بیٹی کو قتل کر دیتے تھے، اسی طرح وہ سگی ہمشیرہ کو بھی قتل کر دیتے تھے، میں نے اس پر دیکھا مختلف کتب سیر کا مطالعہ کیا، کہ بیٹی کو قتل کرنے کا رواج کیوں پیدا ہوا، اس کے بارے میں مختلف آراء، مختلف لوگوں نے بیان کی ہیں، لیکن ایک رائے یہ بھی ہے، چونکہ جو عرب کے شاعر تھے، وہ بڑی فحش شاعری کرتے تھے اور اگر کسی کی بہن بیٹی خوبصورت ہوتی تو اس کے اعضاء کا تذکرہ کر کر کے اپنے شعروں کو سجاتے تھے، تو بعض قبائل نے اس وجہ سے قتل کا سلسلہ شروع کیا جو معاشرے کے اندر مقبول ہو گیا، حتی کہ بعض قبائل میں سو فیصد اور بعض قبائل میں جزوی طور پہ خود کشی کا رواج موجود تھا، اللہ کے محبوب علیہ السلام نے آکر اس رواج کو ختم کیا۔

اور جو سبب بیٹی کو قتل کرنے کا تھا وہی سبب بہن کے قتل کا تھا، کہ کل اس کی شادی ہو گی اور کوئی ہمارا بہنوئی کہلائے گا، تو وہ بہن کو بھی قتل کر دیتے تھے، سگا بھائی اپنی سگی بہن کو، اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیتا تھا، اور جب باپ بیٹی کو زندہ در گور کرنے کے لیے جاتا تو بسا اوقات بھائی بھی ساتھ ہوتا اور باپ بیٹا مل کر اپنی بیٹی اور اپنی بہن کو زندہ در گور کرتے تھے، اب اللہ کے محبوب علیہ السلام نے جہاں بیٹی کو وقار دیا بیٹی کو عزت دی، وہاں بہن کو بھی عزت دی۔

موسی علیہ السلام کی بہن کا وقعہ قرآن میں ہے

قرآن مجید میں حضرت موسی علیہ السلام کی ہمشیرہ کا تذکرہ کتنی محبت سے کیا گیا ہے کہ جب ان کی والدہ حضرت موسی علیہ السلام کو دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دیا تو حضرت موسی علیہ السلام کی ہمشیرہ پانی کے کنارے کنارے چلتی ہیں، دریائے نیل کے کنارے کنارے اس صندوق پر نظر رکھے ہوئے آگے بڑھتی ہیں، اور جونہی صندوق ڈوبنے لگتا ہے، بہن کا کلیجہ بھی ڈوب جاتا ہے اور جب وہ تیر کے سطح آب میں آتا ہے تو بہن کے دل کو ایک گنا تسکین ہوتی ہے۔

بہن سے محبت اسلام کے نزدیک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بہن کوئی نہیں، حضور ﷺ درِ یتیم ہیں، سینۂ صدف میں اکیلا پرورش پانے والا موتی درِ یتیم کہلاتا ہے، تو بطنِ آمنہ کے اندر حضور ﷺ اکیلے پرورش پائے، اور اللہ کے محبوب ﷺ کو درِّ یتیم کہا جاتا ہے، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے یہاں گئے تو حلیمہ سعدیہ کی ایک بیٹی تھی، جن کا نام شیما تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن ہیں۔

بہنیں بھائیوں کو باہر لے جاتی ہیں

وہ حضور ﷺ کو اپنی گود میں اٹھا کر قبیلہ بنو سعد کے کھلے میدان میں آجایا کرتی تھی، اور آپ نے بھی دیکھا ہو گا، ہمارے دیہاتوں میں یہ رواج آج بھی موجود ہے، کہ شام کے وقت جب عورتیں کھانا

بنانے میں مصروف ہوتی ہیں تو بہنیں اپنے بھائیوں کو اٹھا کر وہاں کی کھلی جگہ پہ لے آتی ہیں، اور ہر بہن کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ میرے بھائی سے پیارا زمانے میں کوئی نہیں۔

وہ ایک مفکر نے کہا ہے کہ خوبصورتی دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے، تو ہر بہن اپنے بھائی کو چاند کا ٹکڑا کہتی ہے چاہے اس کا بھائی کالا کلوٹا کیوں نہ ہو۔

ہر بہن اپنے بھائی کو چاند کہتی ہے

اسی لیے ہر بہن اپنے بھائی کو چاند کہتی ہے، جب بچیاں اپنے بھائی لے کر قبیلہ بنو سعد کے میدان میں آتیں، تو ہر کوئی کہتی کہ میرے بھائی کا جوڑ نہیں، اگر کسی کی رنگت کالی ہوتی تو وہ نقوش کو معیار حسن قرار دیتی کہ حسن کا تعلق رنگت سے نہیں نقوش سے ہے، میرے بھائی کے نقوش تو دیکھو، اور اگر کسی کا رنگ سفید ہوتا تو وہ کہتی رنگ نہیں تو کچھ نہیں، میرے بھائی کا رنگ بڑا سفید اور صاف ہے لہٰذا میرا بھائی بڑا خوبصورت ہے، بحث و مباحثہ ہو رہا ہوتا اور کوئی ماننے کو تیار نہ ہوتی کہ میرا بھائی کسی سے کم ہے۔

تیرے بھائی کا مقابلہ تو نہیں نا

اتنے میں حضرت شیما اپنے بھائی محمد کو اٹھا کے لے آتیں، اور جونہی وہ آتیں اور کہتیں کہ ہاں میرا بھائی بھی آ گیا، تو وہ کہتیں نہیں شیما تیرے بھائی کا مقابلہ تو نہیں نا، کتب میں آتا ہے کہ حضرت شیما کا سینہ فخر سے بلند ہو جاتا، اور پھر حضور ﷺ کو سینے سے چمٹا لیتیں اور دعا دیتیں: اے اللہ! میرے بھائی محمد کو سلامت رکھنا، اس کو نظر نہ لگے، آج میرا بھائی بچوں کا سردار ہے کل میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ میرا بھائی جوانوں کا بھی سردار ہے۔

جہاں حضور ﷺ نے بیٹی کو عزت دی وہیں بہنوں کو بھی عزت دی اور بہنوں کو کتنی عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی سنیئے:

حضور ﷺ نے رضاعی بہن کو عزت دی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ جب اس قبیلے سے ہوئی جس قبیلے میں حضرت شیما کی شادی ہوئی تھی، اس قبیلے کے کافی لوگ پکڑے گئے، لہذا گرفتار لوگوں کو چھڑانے کے لئے ان کے قبیلے والے فدیے کی رقم اکٹھی کر رہے تھے، چلتے چلتے شیما کے گھر پر آ پہنچے، کہا: یہ رقم تم کیوں اکٹھی کر رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ایک شخص سے ہماری جنگ ہوئی ہے، جس کا نام محمد ہے، اس نے ہمارے آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے، انہیں چھڑانے کے لیے رقم جمع کی جا رہی ہے، کہا: اب رقم مت جمع کرو، لوگوں نے کہا: کیوں؟ کہا: میں تمہارے بندے چھڑاؤں گی، کہا: تو کیسے چھڑائے گی؟ کہا: وہ میرا بھائی لگتا ہے، قوم کے سردار ساتھ ہیں، حضرت شیما انہیں لے کر سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حجرۂ نوری کی طرف بڑھ رہی ہیں، یہ وہ وقت تھا کہ ادب کی آیتیں اتر چکی ہیں، صحابہ ننگی تلوار لیکر پہرا دے رہے ہیں، شیما اس خیال سے کہ میں اپنے بھائی کے گھر جا رہی ہوں، بڑی تیزی سے گزرنا چاہا، لیکن پہرے داروں نے راستہ روک لیا، تلوار سونت لی، کہا، اے دیہاتی عورت! جانتی نہیں کہ آگے کوچۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آگے تو بغیر اذن کے جبرئیل بھی نہیں جاتے، تو کون ہے؟ حضرت شیما تلوار کو جھٹک کر بولیں: خَلُّوْا سَبِیْلِیْ میری راہیں چھوڑ دو، جانتے نہیں کہ میں تمہاری نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بہن ہوں، بس یہ جملے سننے کی دیر تھی، تلوار خم ہو گئیں، آنکھوں پر پلکے آ گئیں، نظریں نیچی ہو گئیں، حضرت شیما خیمے میں داخل ہوئیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر استقبال کیا، پوچھا بہن کدھر آئی ہو؟ کہا: آپ کے لوگوں نے ہمارے لوگوں کو پکڑ لیا ہے، ان کو چھڑانے آئی ہوں، فرمایا: بہن! آنے کی زحمت کیوں کی؟ تو پیغام بھیج دیتی، میں سارے چھوڑ دیتا، پھر آقا نے کچھ گھوڑے، چند جوڑے اور ساز و سامان دیا۔

جب بھائیوں کے دروازے پر بہن آئے تو بھائی اپنی بہن کو خالی تو نہیں موڑا کرتے، پھر رخصت کرنے کے لیے باہر تک چھوڑنے آئے، صحابہ کی جماعت منتظر تھی، فرمایا: صحابہ جب میں قیدیوں کو چھوڑا

کرتا ہوں، تو تم سے مشاورت کیا کرتا ہوں، آج پہلا موقع ہے کہ تم سے مشورہ بھی نہ کیا اور قیدیوں کو بھی چھوڑ دیا، کہا: بندہ نواز آپ چاہے جو کریں، لیکن آپ ارشاد تو فرما دیں کہ مشورہ ضروری کیوں نہ سمجھا؟ فرمایا: آج میرے دروازے میں میری بہن آئی تھی۔ دنیا کے سامنے عملاً بہن کے وقار کو رکھا۔

ماں سے محبت اسلام کے نزدیک

جس معاشرے میں بہن کی توقیر نہیں تھی، بہن کی توقیر سکھائی، بیٹی کی کوئی عزت نہیں تھی، بیٹی کو عزت دی، سوتیلی ماں ترکے میں بٹتی تھی، اور سگی ماں کی بھی عورت ہونے کے ناطے کوئی آبرو نہیں تھی، لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً ماں کی آبرو لوگوں کے سامنے رکھی، اور فرمایا "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَات" جنت تو ماؤں کے قدموں کے سائے تلے ہے، ماں کے قدموں تلے جنت بچھا دی، اور حضور ﷺ نے عملاً ماں کے وقار کو لوگوں کے سامنے رکھا، چنانچہ:

کاش! میرے ماں باپ زندہ ہوتے

امام جلال الدین سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا: ایک دن آقا صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے، تاحد نگاہ صحابہ کا اجتماع کثیر تھا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو آتا دیکھ کر صحابہ کھڑے ہو گئے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار تھے، ایک ٹھنڈی آہ بھری، اور جو الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے الحاوی میں نقل ہیں، فرمایا: "لَوْ اَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا" کاش آج میرے ماں باپ زندہ ہوتے۔

انسان جب دکھوں کا دور دیکھا ہو، بعد میں اللہ خوشحالی دے دے تو انسان آرزو کرتا ہے کہ میرے ماں باپ نے میرے دکھوں کا دور دیکھا، کاش! میرے سر پہ عزتوں کی سجی ہوئی دستار بھی دیکھ لیتے، مجھے غربت کے وقت میں دیکھا، کاش! دولت کی ریل پیل میں دیکھتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا وصال پر ملال

تو حضور علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے تھے، جب باپ کا سایہ سر پہ نہیں تھا، اور چھ سال کی عمر ہے کہ والدہ بھی انتقال کر گئیں، ابوہ کی ریت ہے، مدینہ منورہ سے واپس آرہے ہیں، چھ سال کی عمر ہے، اور تین افراد پر مشتمل قافلہ ہے، حضرت ام ایمن حضور ﷺ اور حضرت آمنہ، جب ابوہ کی ریت کے ٹیلوں میں پہنچی تو سخت بخار ہو گیا، حضرت آمنہ سمجھ گئیں کہ یہ میرا بخار جان لیوا ثابت ہو گا، انہوں نے ام ایمن کو بلایا اور کہا کہ میرے اس بیٹے کو با حفاظت امیر قریش عبد المطلب تک پہنچا دینا، اور پھر حضور ﷺ کو سامنے بٹھا کے آخری باتیں کرنا چاہیں، لیکن ربط کے بندھن ٹوٹ گئے اور چھم چھم آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرتِ آمنہ کے آخری کلمات

بمشکل چند باتیں کر سکیں جو تاریخ نے محفوظ کر لی، ابن ہشام میں سیرت نبویہ کے اندر ان الفاظ کو لکھا، حضور ﷺ کے سر پہ حضرت آمنہ نے ہاتھ رکھا، کہا بیٹا! ہر نئی چیز نے پرانی ہو جانا ہے، ہر باقی چیز نے فنا ہو جانا ہے، میں بھی جا رہی ہوں، لیکن میرا ذکر نہیں مٹے گا، اس لیے کہ تیرے جیسا ستھرا بیٹا چھوڑ کے جا رہی ہوں۔

جن ماؤں کے بیٹے اچھے ہوں ان ماؤں کے تذکرے نہیں مٹا کرتے، یہ جملہ کہا اور پھر ان کا انتقال ہو گیا، حضور ﷺ پھر اپنی والدہ کے پاس پھوٹ پھوٹ کے روئے اور بار بار پوچھتے تھے امی آپ بولتی کیوں نہیں، چھ سال کی عمر، انہیں ریت کے اندر اپنی ماں کی تدفین کی، اور آنکھوں کے آنسوئں سے ماں کی قبر پر چھڑکاؤ کیا، آج ہو بھی کیا سکتا تھا، اگر اب مدینے میں حضور ﷺ کی ماں کا انتقال ہوتا، تو فرشتے جنت سے پھول لے کر آتے، کتنے صحابہ جنازے کے جلوس میں ہوتے، لیکن غربت اور تنہائی، وہ کیا کسی شاعر نے کہا تھا:

تجھے کن پھولوں سے ہم کفن دیں
تو جدا ہی ایسے موسموں میں ہوا

جب درختوں کے ہاتھ پھولوں سے خالی تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کا وصالِ پر ملال

اللہ کے محبوب ﷺ نے اس حالت میں ماں کی قبر کو چھوڑا اور ام ایمن کے ساتھ چمٹ کر بیٹھ گئے، روایات میں آتا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی عمر ابھی آٹھ سال کی تھی کہ جناب عبد المطلب کا انتقال بھی ہو گیا، جب امیر قریش کا جنازہ اٹھا، تو سارا مکہ امنڈ آیا، لیکن آٹھ سال کا بچہ کبھی اس دیوار کے ساتھ لگ کے روتا تھا کبھی اس دیوار کے ساتھ لگ کے روتا تھا، پھر شعب ابی طالب کی گھاٹیاں بھی آئیں، مکے کی سختیاں بھی آئیں، طائف کے بازار بھی آئیں، رستے کے اندر کھدے ہوئے گڑھے، بچھے ہوئے کانٹے، پھینکی جانے والی اوجڑیاں، اور ڈالا جانے والا کوڑا، کن کن مراحل سے حضور ﷺ نہیں گزریں، کبھی عرش پر کبھی فرش پر، اللہ اکبر! کیا معاملے ہیں؟ کن کن راہوں سے حضور ﷺ نہیں گزریں۔

ادب کی آیتیں اتر چکی ہیں

اور آج مدینہ کا ماحول ہے، آیتیں ادب کی اتر چکی ہیں، خبردار! میرے نبی کی آواز سے آواز بھی اونچی نہ کرنا ورنہ عمل ضائع کر دوں گا اور تمہیں خبر بھی نہیں ہونے دوں گا، وہ وقت گزر گیا جب پتھر مارتے تھے، اب صحابہ نبی کی چوکھٹ پہ حاضر ہونا چاہتے ہیں، اللہ انہیں ادب سکھاتا ہے، پہلے جاؤ گھر سے صدقہ لو، پھر فقیر کو ڈھونڈو، پھر فقیر کو صدقہ دو، پھر نبی کی چوکھٹ پہ آؤ، تمہیں پتا چلے کہ ہم کس کی بارگاہ میں جا رہے ہیں۔

میرے بیٹے میری بات سنو!

اب حضور ﷺ تشریف لائے، صحابہ ادب سے کھڑے ہو گئے، امنڈتے ہوئے محبتوں کے جذبات کو دیکھا، آنکھیں چھلک پڑیں، اور فرمایا: کاش! آج میری ماں زندہ ہوتی، ”وَاَنَا اُصَلِّیْ صَلَاۃَ الْعِشَاءِ“ اور میں لوگوں کو نماز عشاء پڑھا رہا ہوتا، اور نماز میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر رہا ہوتا، پھر میری ماں کو میرے

ساتھ کوئی کام یاد آجاتا، وہ دروازے پر آتی، چلمن سرکاتی، اور اپنے میٹھے اور مد بھرے لہجے میں فرماتی: "اِبْنِی مُحَمَّد" میرے بیٹے میری بات سنو، فرمایا: لوگوں! میں نماز چھوڑ کر ان کی بات سنتا۔

ماں سے پیار و محبت کیسی ہونی چاہئے؟ لوگوں کے سامنے عملاً رکھا۔

تو فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" یہ ہے وہ نور جس نے دنیا کی ڈگر ہی بدل کر رکھ دی، جس نے انسان کو انسانیت سکھائی۔

جب بیٹی درگور کی جاتی تھی، ماں ترکے میں بٹتی تھی، بہن کی کوئی عزت نہ تھی، تو اس دور میں بیوی کی کیا عزت ہوگی؟ آج بھی کہیں کہیں بیوی کو پاؤں کا جوتا خیال کیا جاتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے ساتھ جو داستانیں رقم کیں، وہ قابل تحسین ہیں، کسی کو حمیرہ کہہ کے پکار رہے ہیں، کسی کی سہیلیوں کے یہاں گوشت بھیج رہے ہیں۔

خدیجہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ کثرت سے حضور ﷺ حضرت خدیجۃ الکبری کا تذکرہ کرتے۔ میرا ان سے جو رشتہ تھا اس اعتبار سے ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہہ ہی دیا حضور ﷺ آپ اس بوڑھی عورت کا تذکرہ نہیں چھوڑتے جبکہ اللہ نے آپ کو بہتر ازواج عطا کر دی، بس پھر کیا تھا؟ حضور ﷺ غصے میں آ گئے، فرمایا: عائشہ! مجھے خدیجہ کے بارے میں تکلیف مت دو، جب پورے مکے نے میرا انکار کیا تو اس نے میرا اقرار کیا تھا، اس کا تذکرہ میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ جب زمانہ میرا مخالف تھا، اس دن اس نے میرا ساتھ دیا تھا، فرماتی ہیں تب سے میں ان کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔

بیوی سے محبت اسلام کے نزدیک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میری ماں حضرت خدیجۃ الکبری کا وقت آخر آیا، تو کہا بیٹا جاؤ اور اپنے ابو سے چادر مانگ لاؤ، میں حاضر ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹا ماں سے پوچھو

چادر کا کیا کریں گی؟ میں پوچھنے کے لئے آئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیچھے آ گئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو میری کیفیت ہے اس سے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا وقت آخر ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ کی چادر سے مجھے کفن دیا جائے، تا کہ اس کی برکتیں مجھے قبر میں نصیب ہوں، اب سنیے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ، آنکھیں چھلک پڑیں اور فرمایا: خدیجہ! تو نے تو چادر مانگی ہے، لَوْ اَرَدتِّ جِلْدِیْ لَاٰتَیْتُكِ اگر تم میری جلد بھی مانگتی تو میں وہ بھی اتار کر دے دیتا۔

اللہ اکبر! بیوی کے ساتھ محبت کی یہ داستان رقم کی، کہ بیوی کو محبوبہ کی مسند پر بٹھایا۔

تو فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" یہ ہے وہ نور جس نے دنیا کی ڈگر ہی بدل کر رکھ دی، جس نے انسان کو انسانیت سکھائی۔

آپ ذرا غور کریں! جب بیٹی در گور کی جاتی تھی، ماں ترکے میں بٹتی تھی، بہن کی کوئی عزت نہ تھی، بیوی کو پاؤں کا جوتا خیال کیا جاتا تھا تو اس دور میں ایک غلام کی کیا عزت ہو گی؟

غلام سے محبت اسلام کے نزدیک

غلام کی تذلیل عرب معاشرے میں تھی، اگر آقا کی مرضی کے بغیر غلام دھوپ سے اٹھا کر جوتے چھاؤں میں رکھ دیتا، تو آقا کوڑے برساتا، کہ تو متکبر و خود سر ہو گیا ہے، تو نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں؟ کہتا جوتے خراب ہو رہے تھے، تو میں نے اٹھا کر چھاؤں میں رکھ دیا، مگر آقا اس پر بھی کوڑے مارتا، جس معاشرے میں غلام کی حالت یہ تھی، لیکن جب عرش کا راہی ﷺ، عرش کے سفر سے آیا تو فرمایا: بلال! تو کون سا نیک عمل کرتا ہے؟ میں نے جنت میں تیرے قدموں کی آہٹ کو سنا ہے۔

کیا خیال ہے؟ دور غلامی کی ساری تھکن اتر نہ گئی ہو گی، اور غلام فرش سے اٹھ کر فرازِ عرش پر نہ پہنچ گیا ہو گا؟

غلام سے مشورہ مانگا جا رہا ہے

جو غلام اتنی حیثیت نہیں رکھتا تھا کہ اپنے آقا کے جوتے کو آقا کی مرضی کے بغیر ہاتھ لگا سکے، اور یہاں آقا غلام سے پوچھ رہا ہے: بتا سلمان دشمن سامنے ہے، ان کی فوجیں آکھڑی ہوئی ہیں، بتا کیا کریں؟ دو جہاں کے سردار ہو کر، مالک و مختار ہو کر غلام سے مشورہ لے رہے ہیں، بتا اب کیا کرنا چاہئے، اور جب غلام مشورہ دیتا ہے تو یہ نہیں کہ ٹھکرا دیا جائے بلکہ اس کے مشورے پر عمل کیا جاتا ہے، اللہ اکبر! کیسی غلام کی عزت افزائی کی جارہی ہے۔

بلال تو میرا آقا لگتا ہے

اسی تعلیم کی وجہ سے عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ قریشیوں کے سردار اور امیر المؤمنین ہو کر حضرت بلال کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتے اور کہتے: "یَا بِلَالُ اَنْتَ سَیِّدُنَا" بلال! لوگ اگرچہ تجھے غلام کہیں ان کی مرضی، لیکن تو تو میرا آقا لگتا ہے۔

بلکہ معاشرے کے وہ پسے ہوئے طبقے جن کو نظر انداز کیا جاتا تھا وہ عزت کی مسند عطا کی کہ ان کی نسلیں فخر کرتی ہیں۔

تو فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" یہ ہے وہ نور جس نے دنیا کی ڈگر ہی بدل کر رکھ دی، جس نے انسان کو انسانیت سکھائی۔ بیٹی کی عزت، بہن کا وقار، ماں کا پیار، بیوی کی محبت اور غلاموں سے الفت کا انداز دنیا کے سامنے رکھا، اور ان کو مقام و مرتبے سے نوازا۔ یہ ہے وہ نور، جو ہمیں ملا۔

یتیم سے محبت اسلام کے نزدیک

ہمارے معاشرے میں اگر کوئی بچہ یتیم ہو جاتا ہے، تو ہر سمت سے اسے پیار ملتا ہے، لیکن عرب کی تاریخ پڑھیں، وہ لوگ یتیم کو منحوس جانتے تھے، پڑھیں آپ سورۂ ماعون: "فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ" اور اسے دھکے دے کر گھر سے باہر نکال پھینکتے تھے، کہ کہیں ہمارے بچوں میں نحوست نہ آجائے، اور بیوہ کی تذلیل ان کا شیوہ تھا۔

بیوہ ایک سال تک تاریک کمرے میں

اگر کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تھی، تو اسے ایک سال کے لئے تاریک کمرے میں بند کر دیا جاتا تھا، اور پورا سال بدلنے کے لیے کوئی کپڑا بھی نہیں دیتے تھے، وہ پیشاب اور پاخانہ اسی کمرے میں کرتی تھی، میلے کچیلے کپڑے میں وہ پورا سال گزارتی تھی، جب سال پورا ہوتا، تو اسے اس تاریک کمرے سے نکال کر اس کی جھولی میں اونٹ کی مینگنیاں ڈالی جاتیں، اور پھر وہ بازاروں سے گزرتی، اور راہ چلنے والوں کو وہ مینگنیاں مارتی، کیسی رسوائی تھی؟

مجھے قمیص لینی ہے تیرا دین نہیں لینا

کتابوں میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک یتیم بیٹا اپنی بیوہ ماں کے سامنے بیٹھا ہے، ماں کے کپڑے پھٹ گئے ہیں اور جگہ جگہ سے جسم نظر آرہا ہے، بیٹا بولا: کہ میں آپ کے لئے اپنے چچا کے پاس جاکر کپڑے لاؤں گا اس نے کہا: بیٹا نہ جاؤ، میں اسی حالت میں گزارا کرلوں گی، وہ سمجھتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ بیٹے نے ضد کیا تو ماں نے اجازت دے دی، وہ بچہ اپنے چچا کے گھر گیا اور دستک دی، چچا کے بیٹے باہر بھاگتے بھاگتے آئے، دروازوں کے سوراخوں سے دیکھا کہ ان کے چچا کا بیٹا کھڑا ہے، اپنے باپ کو جاکر بتاتے ہیں، تو وہ والد کہتا ہے، جاؤ جاکر کمروں میں چھپ جاؤ، کہیں اس کی نحوست تمہیں بھی نہ آلگے، اور دروازے کے پاس آکر کہتا ہے: کدھر آئے ہو؟ جلدی چلے جاؤ میرے دروازے سے، اپنی یتیمی کی نحوست میں کہیں میرے بچوں کو مبتلا نہ کر دینا، جب اس بچے نے سنا تو رونے لگا، اور بچوں کے دل ویسے بھی نازک ہوتے ہیں، ٹھیس لگی، روتا ہوا ماں کے پاس جانے لگا، راستے میں کسی نے پوچھا: بیٹا کیا ہوا؟ کیوں روتے ہو؟ کہا میری ماں کا لباس پھٹ گیا ہے، اپنے چچا کے پاس سوال لیکر گیا تھا، لیکن اس نے میرے ساتھ بڑا برا سلوک کیا، یہ کہتے کہتے اس کے آنسوں چھلکنے لگے، اس شخص نے کہا: تو کیوں اپنے چچا کے پاس گیا تھا، حرم کے صحن میں ایک شخص بیٹھتا ہے، جس کا نام محمد ہے، تو اس کے پاس چلا جاتا، وہ تیری فریاد پوری کر دیتا، بچہ یہ سن کر اپنی ماں

کے پاس جاتا ہے، ساری داستان سناتا ہے، اور کہتا ہے: راستے میں ایک شخص ملا تھا، میری پریشانی سن کر مجھے ایک نیا راستہ دکھایا ہے، کہ تو محمد کے پاس چلا جا، وہ تجھے خالی نہیں پھیرے گا، ماں نے کہا: بیٹا بات تو تیری ٹھیک ہے، لیکن وہ ہمارے دین کا نہیں ہے، وہ نئے دین کا پیغام لے کر آیا ہے، ہم تو بتوں کے پجاری ہیں، اور وہ ایک رب کا تصور دیتا ہے، ہم نے اس کے پاس نہیں جانا، بیٹے نے جب ماں کی حالت کو دیکھا، پھٹے پرانے کپڑوں کو دیکھا، تو کہنے لگا: ماں میں نے اس کا دین تھوڑے ہی لینے جانا ہے، میں نے صرف ایک قمیص لینی ہے، ماں نے کہا: بیٹا میں نے سنا ہے کہ اس کی جادو بھری نگاہیں لوگوں کو اپنا شکار بنالیتی ہیں، وہ جس کو دیکھتا ہے وہ اسی کا ہو کے رہ جاتا ہے، بیٹے نے کہا: نہیں نہیں ماں میں نے صرف اس کے پاس قمیص لینے جانا ہے، کہا بیٹا جاؤ مگر اس کا دین نہ قبول کرنا، بیٹا گیا حضور ﷺ صحن حرم میں بیٹھے تھے، وہ بچہ لڑکھڑاتا ہوا جب حرم میں پہنچا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے سینے سے لگایا، فرمایا آؤ بیٹا کدھر آئے ہو؟ باپ کا پیار دیا، بچے نے کہا میری ماں کے جسم پر پھٹا ہوا کپڑا ہے اور آپ کی سخاوت کی دھوم سن کر آپ کے پاس آیا ہوں، لیکن یہ سن لو کہ میں نے آپ کا دین نہیں قبول کرنا، میں صرف کپڑا لینے آیا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا: بیٹا میں نے کب کہا ہے کہ تو میرا دین قبول کر، آقا ﷺ نے اپنے بدن سے قمیص اتار کر اس بچے کو دیا، فرمایا: جا اور جا کر اپنی ماں کو پہنا دے، بچے نے قمیص وصول کی اور ساتھ کہتا ہے میں نے قمیص لی ہے، میں نے آپ کا دین نہیں قبول کرنا، آقا ﷺ نے فرمایا: میں کب کہتا ہوں، جاؤ جا کر اپنی ماں کو قمیص پہناؤ، وہ بچہ صحن حرم سے اپنی ماں کی طرف نکلتا ہے، جا کر ماں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص دی، کہا میں نے اس سے کہا تھا کہ میں نے تیرا دین نہیں قبول کرنا، لیکن اس نے کہا: تو قمیص لے جا، میں کب کہتا ہوں کہ تو میرا دین قبول کر اور ساتھ ہی وہ بچہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کہا: ماں یہ تو ٹھیک

ہے، میں نے اس سے کہہ دیا کہ تیرا دین ہم نے نہیں ماننا، لیکن جو ہمیں اپنے دروازے سے دھکے دیتے ہیں، ہم ان کا دین بھی کیوں مانیں؟ کون ہے جو اتنا پیار دے۔

لوگ یتیموں کو تکلیف دیا کرتے تھے لیکن اللہ کے محبوب ﷺ نے ان کی عزت کرنے کو فرمایا، سنیے ذرا:

بیٹا کہہ کر نہ پکارنا

ایک دن مجلس صحابہ لگی ہوئی تھی حضور ﷺ جلوہ گر تھے ایک صحابی نے عرض کی حضور ﷺ دعا کیجئے میرا بچہ صبح سے گم ہے کہ میرا بچہ مجھے مل جائے، میں اس کی جدائی سے بے تاب ہوں، اس کی ماں الگ ہو رہی ہے، قبل اس سے کہ حضور ﷺ ہاتھ اٹھاتے اور دعا کرتے، اسی مجلس میں ایک شخص بیٹھا تھا جو بعد میں آیا تھا، عرض کی حضور ﷺ میں اس کے بچے کو ابھی ابھی فلاں باغ میں بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھ کر آیا ہوں، باپ نے سنا، آؤ دیکھا نہ تاؤ، اور دوڑ لگا دی، صبح سے بچھڑا ہوا تھا خبر مل گئی، آقا کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو ذرا آواز دو، کہا: بڑی جلدی ہے، کہا: حضور ﷺ آپ جذبات جانتے ہیں، صبح سے بچھڑا ہوا ہے اور گلی گلی ڈھونڈ رہا ہوں، بیٹا مل نہیں رہا، ماں الگ رو رہی ہے، اب خبر ملی ہے تو میں اس سے جلدی ملنا چاہتا ہوں، فرمایا: جاؤ مگر میری ایک بات ضرور یاد رکھنا، جب باغ کے دروازے پر پہنچنا اور بچوں کو مشترک کھیلتے ہوئے دیکھنا تو تم اپنے بیٹے کو اس کا نام لے کر آواز دینا، اسے بیٹا کہہ کے آواز نہ دینا، عرض کی حضور ﷺ اگر میں اسے بیٹا کہہ کے آواز دے دوں تو حرج کیا ہے؟ جبکہ وہ میرا بیٹا ہے، فرمایا: تم کیا جانو، ہو سکتا ہے ان بچوں میں کوئی یتیم بچہ بھی کھیل رہا ہو، اور جب تم اپنے بچے کو بیٹا کہہ کے پکارو گے تو اس کے جذبات پر کیا گزرے گی، کاش! آج میرا باپ ہوتا تو مجھے بھی بیٹا کہہ کے پکارتا۔

تو حضور ﷺ نے یتیم کی نزاکت قلبی کر لحاظ کر کے فرمایا، اگر تم کو یہ شوق پورا کرنا ہے تو اپنے گھر میں کر لینا، لیکن جب بچے مشترک کھیل رہے ہوں تو اس وقت اپنے بیٹے کو بھی پکارنا ہے تو بیٹا کہہ کر نہیں پکارنا بلکہ اس کا نام لے کر پکارنا۔ اللہ اکبر!

یہ ہے اسلام اور شریعت کا مزاج

یہ شریعت کا مزاج ہے بیوہ کے سامنے اپنی بیوی سے پیار نہ کرو، یتیم کے سامنے اپنے بچوں سے پیار نہ کرو، غریب کے سامنے اپنی دولت کی نمائش نہ کرو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گوشت کی خوشبو سے ہمسایہ کو تکلیف نہ دو، یا تو تھوڑا سا پانی زیادہ ڈال لو اور ایک پیالی اپنے ہمسائے کے یہاں بھی بھیج دو، اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو ایسے وقت میں پکاؤ کہ ہمسائے کے بچے سو چکے ہوں، اگر بچے ضد کر بیٹھیں، اور مچل گئے، تو ان کا مداوا کس کے پاس ہے؟ مزدور اور غریب باپ کہاں سے گوشت لائے گا۔

دوپہر کو سلا دیتی ہے بچوں کو وہ اس ڈر سے
گلی میں پھر کھلونے بیچنے والا نہ آ جائے

اس شعر پر ذرا غور کرو! غریب ماں اپنے بچوں کو دوپہر کے وقت اس لئے سلا دیتی ہے، کہ اگر کھلونے والا آ گیا اور میرے بچوں نے کھلونے مانگیں تو میں کہاں سے دلاؤں گی۔ ایسی غربت والی حالت ہے۔

دوپہر کو سلا دیتی ہے بچوں کو وہ اس ڈر سے
گلی میں پھر کھلونے بیچنے والا نہ آ جائے

ہم لوگوں کی غربت کا مذاق اڑاتے ہیں

لیکن ہماری حالت کیا ہے؟ ہم تو لوگوں کی غربت کا مذاق اڑاتے ہیں، ہم نے شادی کے موقع پہ اپنی بیٹی کو جو جہیز دینا ہوتا ہے اس کو چارپائیوں پہ سجا کے رکھ دیتے ہیں، اور ایک عورت جا کے پورے محلے

میں پیغام دے کر آتی ہے کہ فلاں کی بیٹی کا جہیز دیکھ لو، تم نے دیا تو اپنی بیٹی کو لوگوں کو کیوں دکھلاتے ہو؟ یہ کسی نے نہ سوچا کہ جو بچیاں جہیز دیکھنے کے لیے آئیں گی ان میں یتیم بچیاں بھی ہوں گی، ان میں اس مزدور کی بیٹی بھی ہو گی، جو بوڑھی کمر پر بوریاں رکھ کر مزدوری کرتا ہے، کہ میں نے اپنی بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں لیکن اس غریب بچی کا کوئی رشتہ قبول کرنے کے لیے نہیں آتا، کہ جہیز کہاں سے دے گا، جو زخم اس یتیم بچی کے دل پر لگیں گے اس کا مداوا کس کے پاس ہے؟

تارا ٹوٹتا سب نے دیکھا یہ نہ دیکھا ایک نے بھی
کس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا کس کا سہارا چھوٹ گیا

غریبوں کا جینا دوبھر ہو گیا

تو ہم نے اس انداز سے اپنی دولت کی نمائش کی، اپنی شادیوں کو اس انداز سے مرتب کیا، کہ غریبوں کا جینا دوبھر ہو گیا، تو آقائے کریم ﷺ نے یہاں تک کہا کہ گوشت کی خوشبو سے ہمسائے کو تکلیف نہ دو۔

اس صحابی سے فرمایا: تم اپنے اس بیٹے کو بیٹا کہہ کے نہیں پکارنا، کہیں کسی یتیم کے دل میں جھٹکا نہ لگ جائے۔

اسلام نے نزاکتِ قلبی کا بھی خیال رکھا

معاشرے کے پسے ہوئے لوگ، جن کی کسی نے نزاکتِ قلبی کا خیال نہ رکھا، اللہ کے محبوب ﷺ نے ان کو کس منصب پر بٹھا دیا، اللہ کے محبوب ﷺ عید کی نماز پڑھنے کے لیے جا رہے ہیں، راستے کے اندر دیکھا کہ ایک بچہ روتا ہوا آ رہا ہے، پوچھا بیٹا عید کا دن ہے اور تم رو رہے ہو، عرض کی حضور ﷺ میرے باپ کا سایہ میرے سر پہ نہیں ہے باپ میرا بچھڑ گیا ہے۔

نالۂ یتیم

علامہ اقبال نے نالۂ یتیم کے نام سے ایک نظم لکھی، جس میں اقبال نے یتیم کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اور پھر حضور ﷺ نے جو اپنی امت سے کہا، اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے اقبال لکھتا ہے:

تم اگر سمجھو تو یہ سو بات کی اک بات ہے
آبرو میری یتیمی کی تمہارے ہاتھ ہے

آج سے یہ رشتے تیرے ہوئے

آقا کریم نے فرمایا: بیٹا تم کیوں رو رہے ہو؟ کہا حضور ﷺ میرے باپ کا سایہ میرے سر پر نہیں ہے، عید گاہ میں انتظار ہو رہا ہے، اہم اجتماع ہے، لیکن حضور ﷺ اس بچے کو لے کر گھر پلٹ آئے، اور کہا جو حسنین کو لباس اور جوڑے پہنائے گئے ہیں اس کو بھی وہی پہناؤ، بچے کو پہنایا گیا، وہ تیار ہو گیا پھر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو جب خوش دیکھا اور پھر اس کا احساسِ محرومی دور کرنے کے لئے حضور ﷺ نے اپنے سے قریب کیا، اور فرمایا: بیٹا کیا تو پسند نہیں کرتا "اَنَّ مُحَمَّدًا اَبُوْكَ، وَ عَائِشَةَ اُمُّكَ، وَ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اُخْتُكَ" محمد تیرا باپ لگے، عائشہ تیری ماں لگے، اور فاطمہ تیری باجی لگے، اس نے کہا اگر مجھے یہ رشتے مل جائیں تو پھر مجھے کیا چاہئے، فرمایا آج سے یہ رشتے تیرے ہوئے، پھر حضور ﷺ عید گاہ کی جانب بچے کو لے کر جا رہے ہیں، اور بھی بچے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ جا رہے ہیں لیکن وہ یتیم زبان حال سے یہ کہتا جا رہا ہے، تھا تو یتیم لیکن آج مزہ آ گیا، مصطفی ﷺ کی انگلی تھامے جا رہا ہوں۔

معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کو عزت عطا فرمائی یہ ہے اسلام کا حسن۔

مدینے کی دیوانی خاتون کے ساتھ حسنِ سلوک

اللہ کے محبوب ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، ایک خاتون دروازے پہ کھڑی ہوئی اور حضور ﷺ کو ہاتھ سے اشارہ کر کے بلایا، صحابہ کو یہ عمل بڑا ناگوار لگا، لیکن حضور ﷺ اٹھ کے اس کی بات سننے کے لیے دروازے پہ چلے گئے، اللہ اکبر! آج ہر شخص کو اپنے اسٹیٹس کا خیال رہتا ہے لیکن

حضور ﷺ سے بڑا کس کا اسٹیٹس ہو سکتا ہے، حضور ﷺ دروازے پر چلے گئے، فرمایا: کہو کیا کہنا ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ سے کوئی باتیں کرنی ہیں، کہا کرو، کہا یہاں نہیں کرنی، کہاں کرنی ہے؟ کہا مسجد سے باہر جو کھلا میدان ہے وہاں آؤ، وہاں کرنی ہے، حضور ﷺ وہاں چلے گئے، کڑکتی دھوپ چلچلاتا ہوا ماحول، مدینے کی سرزمین، اور عورت کی بے تکی باتیں حضور ﷺ سن رہے ہیں، گھنٹے گزر گئے، حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں ہمیں بڑا غصہ آرہا تھا لیکن کہہ کچھ نہیں سکتے تھے، کہ حضور ﷺ خود ہی تو سن رہے ہیں، وہ گھنٹوں سناتی رہی، حضور ﷺ گھنٹوں سنتے رہے، جب وہ خود تھک کے جانے لگی تو ہم نے عرض کی بندہ نواز! پورے مدینے میں یہ تاثر ہے کہ اس عورت کا توازن عقلی ٹھیک نہیں ہے، آپ کا وقت قیمتی، بدن نازک، دھوپ میں، اور اس کی بے مقصد باتیں، آپ ایسی عورتوں کی باتیں کیوں سنتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: عمر! پورے مدینے میں اس بیچاری کی کوئی نہیں سنتا، میں بھی نہ سنو۔ اور اس عورت کو بلا کر کہا: جب دکھڑے زیادہ ہو جائیں، مدینے کی جس گلی، جس کونے اور جس نکڑ میں کھڑا کر کے سنانا ہو، سنا دیا کر، اللہ اکبر!

یہ ہے وہ نور جس سے روشنی ہوتی ہے

فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" یہ ہے وہ روشنی، یہ ہے وہ اجالا جس سے ظلمتیں چھٹ گئیں اور ہر سمت اجالے اور روشنیاں پھیل گئیں۔

آفتابِ زندگی اک شعاع اولیں
نور سے تیرے فلک روشن درخشاں ہے زمیں
تیری ہستی روشنی کا ایک حسیں منار ہے
ہر کرن جس کی نشان منزل دنیا و دیں
تیری نظروں نے تراشے ظلمتوں سے آفتاب

پاؤں تیرے چوم کے ذرے بنے ہیں ماہِ مبیں
اے غریبوں کے سہارے اے یتیموں کی مراد
محسنِ انسانیت تجھ سا کوئی نہیں

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ و علی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

اسلامی احکام کی حکمتیں (حصہ دوم)

موضوع

پانچ نمازوں کی حکمت

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... قرآن میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا؟
☆... نماز کو صلوۃ کہنے کی چار حکمت
☆... نماز کی برکات
☆... انسانی زندگی کی پانچ حالت
☆... نماز کے شرائط و فرائض کی حکمتیں
☆... کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی نو حکمت
☆... احکامِ الٰہی کے مختلف ہونے کی حکمت
☆... فرضوں کے ساتھ سنن کی حکمت
☆... نماز کے اعظم الفرائض ہونے کی چھ حکمت
☆... نماز کے افضل العبادات ہونے کی پانچ حکمت
☆... پانچ نمازوں کے فرض ہونے کی سات حکمت
☆... سورج کی پانچ حالت
☆... قبلہ مقرر کرنے کی چار حکمت
☆... نمازوں کی رکعتوں کے مختلف ہونے کی حکمتیں
☆... پانچ نمازوں کے ناموں کی حکمت
☆... اعمالِ نماز کا شرعی جائزہ

مصنف

مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

ناشر: مکتبۃ السنۃ آگرہ

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(6) تفسیر سورۂ تکاثر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَ الْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ (۱) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۳)

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۴) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (۵)

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (۶) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (۷)

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (۸)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْآنِ وَ زَیِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ

وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِالْقُرْآنِ وَ نَجِّنَا مِنَ النَّارِ بِالْقُرْآنِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ ﷺ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !

وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ !

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا مَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمام حمد ثنا اور تعریف و توصیف اللہ جل مجدُہٗ الکریم کی ذاتِ بابرکات کے لئے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ شش جہات بھی، اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد حضور نبیٔ اکرم، شفیعِ امم، رسولِ محتشم، نبیٔ مکرم، اللہ کے پیارے، امت کے سہارے، رب کے محبوب، دانائے غیوب، فخرِ عرب و عجم، والیٔ کون و مکاں، سیاحِ لا مکاں، سیدِ انس و جاں، نیرِ تاباں، سر نشینِ مہوشاں، ماہِ خوباں، شہنشاہِ حسیناں، تتمۂ دوراں، جلوۂ صبحِ ازل، نورِ ذاتِ لم یزل، باعثِ تکوینِ عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، نیرِ بطحا، صاحبِ الم نشرح، معصومِ آمنہ، حضرت محمدِ مصطفےٰ ﷺ کے حضورِ ناز میں اپنی محبتوں کا نیاز پیش کرنے کے بعد واجبُ الاحترام، برادرانِ اسلام!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

سورۂ تکاثر کی تلاوت کا شرف حاصل ہوا ہے، آج کی نشست میں اسی کے ضمن و ذیل میں کچھ باتیں عرض کرنے کی کوشش کروں، اللہ تبارک و تعالی میری زبان پر کلمۃ الحق جاری فرمائے۔

سورہ تکاثر کا شان نزول

شیخ عبد العزیز دہلوی لکھتے ہیں، بنو سہم اور بنو عبد مناف، دو قبیلے آپس میں اس بات پر الجھ پڑے، کہ ہم میں سے مال کس کے پاس زیادہ ہے؟ افراد کس کے پاس زیادہ ہیں؟ اور عزت کس کی زیادہ ہے؟ اس سلسلے کے اندر انہوں نے اپنے افراد کی کثرت، اپنے اولاد کی کثرت اور مال کی کثرت کو بیان کرنا شروع کیا، حتی کہ جو لوگ فوت ہو چکے تھے ان کی قبروں کو بھی گنا، تا کہ ہم یہ ثابت کر سکیں کہ ہمارے قبیلے کے افراد دوسرے قبیلے کے افراد سے زیادہ ہیں، تو اللہ عز و جل نے اس موقع پر سورۂ تکاثر نازل فرمائی، اور ارشاد فرمایا:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

تمہیں کثرت کی آرزو نے ہلاک کر دیا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۲)

ترجمہ کنزالایمان: یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا

یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے، تم نے اپنی اس دنیاوی اور سپلی خواہش کے لیے قبروں کو بھی گننا شروع کر دیا گیا۔

یہ ہے اس سورتِ مبارکہ کا شانِ نزول جس کو مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اور یہ مکی سورت ہے۔

انسان کی عمومی حالت کا بیان

اس سورت میں انسان کے عمومی حالت کو بیان کیا گیا ہے، عمومی حالت اور عمومی رویہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ انسان اپنی ساری زندگی اس خواہش میں گزار دیتا ہے کہ اس کے پاس مال ہو، دولت ہو، شہرت و عزت ہو، اسی کی تکمیل میں زندگی کے انمول ایام گزار دیتا ہے، ایک زمانہ تھا جس کی اولاد زیادہ ہوتی تھی، معاشرے میں اس کی عزت ہوتی تھی، تو عرب اسی وجہ سے سو سو شادیاں کیا کرتے تھے، اسلام نے حد بندی کی ہے کہ چار سے زیادہ شادیاں کوئی شخص نہیں کر سکتا ہے۔

مال معزز ہونے کا باعث ہے

اور اب اس دور میں اور دیگر ادوار میں بھی مال کی کثرت کی بنا پر عزت و مرتبے کا قد ناپا جاتا رہا ہے، جس کے پاس دولت زیادہ ہے وہ معزز ٹھہرتا ہے اور جس کے پاس دولت نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس بے بہا صلاحیتوں کا سمندر موجے مار رہا ہو، اسے کوئی نہیں پوچھتا۔ میرے عہد کے کسی شاعر نے کہا تھا:

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق
تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

تفاخر کا طمغہ حاصل کرتا ہے

تو انسان دولت و مال و افراد کی وجہ سے ایک دوسرے سے تفاخر کا طمعنہ حاصل کرتا ہے، میرا گھر تیرے گھر سے بڑا ہے، میری گاڑی کا ماڈل تیری گاڑی کے ماڈل سے لیٹیسٹ ہے، میرے پاس اتنی دولت ہے، میرے پاس اتنی جائداد ہے، انسان ساری زندگی اسی چکر میں لگا رہتا ہے، ساری زندگی مال و جائداد کے حوالے سے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتا، اللہ عزوجل نے انسان کی اس کج روی کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

تمہیں کثرت مال کی طلب نے ہلاک کر دیا۔

حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا

یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے، تمہاری زندگی کا اوڑھنا بچھونا مال کی طلب بن گیا ہے، اور تمہارا جینا مرنا یہی بن گیا ہے کہ ہم دولت اکٹھی کر لیں، زندگی کا اصل مقصد تمہاری نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔

لفظ لہو کی تعریف

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لہو سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مقصد حقیقی سے انسان کو ہٹا دے، دولت جمع کرنے کی آرزو نے ہم کو اصل مقصد سے ہٹا دیا، ہمارا اصل مقصد کیا تھا؟ اللہ عزوجل قرآن پاک کے پارہ ۲۷ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر ۵۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔

دل بینا بھی طلب کر خدا سے

ہم نے یہاں آکر اپنے رب عزوجل کا قرب حاصل کرنا تھا، اگر وہ نہیں کیا تو کچھ نہیں کیا، "مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى وَهُوَفِي الْآخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا" جو اس دنیا میں اندھا رہا کل قیامت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا، اس سے مراد آنکھوں کی بے نوری نہیں ہے بلکہ دل کی بے نوری ہے۔

اسی لیے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

دل بینا بھی کر طلب خدا سے
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں ہے

بی اے کیا نوکر ہوئے اور مر گئے

تو ہمیں یہاں آکر دل کا نور حاصل کرنا تھا، مگر ہم اس کو چھوڑ کر کس چکر میں پڑ گئے، ہم اپنی زندگی کے مقصد سے ناواقف کچھ ایسے ہوئے کہ ہمیں ہوش ہی نہیں کہ ہم پیدا کس لیے کیے گیے؟ بس مال مال، اکبر الہ آبادی نے کیا ہی خوب منظر کشی کی ہے:

کیا بتائیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

کیا زندگی اس لیے تھی؟ ہمیں اپنے مقصد کو سمجھنا ہے اور اس کی طرف آنا ہے۔ زندگی کو یونہی برباد نہ کریں۔

اپنا مال کون سا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ کہتا ہے، مَالِي مَالِي، میرا مال میرا مال، ہر وقت یہی وظیفہ الاپتا رہتا ہے، لیکن فرمایا، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھایا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا اللہ عزوجل کی راہ میں خیرات کیا اور آخرت کے لیے بھیج دیا، باقی جو چھوڑا یہ اس کا مال تو نہیں، وہ تو اس کے وارثوں کا ہے وہ تو کفن بھی میلا نہیں ہونے دیتے اور اپنے اپنے حصے بانٹ لیتے ہیں، بلکہ وہ تو گھر کی چارپائی بھی تجھے نہیں دیتے، کہتے

ہیں وہ بھی مسجد سے لاؤ، اے انسان! سوچ تو سہی، وہ جن کے لیے تو نے کتنے ظلم اور گناہ کئے، لوگوں کا خون نچوڑا، وہ تو خود تیرے لیے قرآن پڑھنے کو تیار نہیں، بلکہ مدرسے کے بچوں سے قرآن پڑھا کر تجھے ثواب ایصال کرتے ہیں، دوسروں سے پڑھا ہوا قرآن مانگتے پھرتے ہیں، کہ اتنے قرآن مجید تحفے میں دے دو، ہمیں اپنے ابو کے نام فاتحہ کرنا ہے۔

تم خود نہیں پڑھ سکتے

اس کے لئے تم خود نہیں پڑھ سکتے؟ ساری زندگی تمہارے لیے کماتا رہا، مدرسے والوں کے لیے تھوڑے ہی کماتا تھا، موبائل تم کو لا کر دیا، ٹی وی تم کو لا کر دیا، آسائش کے سامان تم کو لا کر دیتا رہا، مدرسے والوں کو تو زکوۃ بھی سہی سے نہیں دیا، پڑھو، نا تم، تمہارا والد ہے، تمہیں فکر نہیں ہے کہ میرے باپ کے ساتھ قبر میں کیا ہو رہا ہو گا۔

اور اے مرنے والے! تو خود غور کر، تیری اولاد تجھے غسل دینے کو بھی تیار نہیں، تجھ سے ڈر لگتا ہے انہیں، تیری قمیص تک پھاڑ کر اتار لیں گے۔

جنہاں دی خاطر پاپ کمائے کِتّھے تیرے گھر دے
چین و سکون جن کے لیے تونے کیے اپنے برباد
دیکھ نہیں آتے وہ قبر پے تیری سال بھر کے بعد

اب اس کو تجھ سے ڈر لگتا ہے

جن کے لیے تونے رب عزوجل کی نافرمانی کی، جن کے لیے تونے رشوت و سود لیا، نمازیں قضا کر کے تونے مال کمایا، جن کے لیے تونے رمضان کے روزے چھوڑ کر رمضان میں کام کیا، دیکھ تو، اے انسان! عبرت کی نگاہ اٹھا کر دیکھ، یہ تیرا وہی لخت جگر ہے جو تیرے بغیر رہ نہ سکتا تھا، مگر آج تیرے مرنے کے بعد تجھے غسل دینے کو تیار نہیں، اب اس کو تجھ سے ڈر لگتا ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ تجھے کثرت طلبی نے ہلاک کر دیا۔

تیرا ایک ہی وظیفہ ہے

تیری جوانی ہو یا بڑھاپا، تیرا ایک ہی وظیفہ ہے، مال مال، صبح ہوئی کاروبار میں بھاگ گیا، شام ہوئی تو کاروبار وہیں چھوڑ آ، لیکن تیرے ذہن و فکر میں گھر آ کر کاروبار کی فکر ستا رہی ہے، سوتا ہے تو خواب بھی اسی کا دیکھتا ہے، زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی کاروبار کی فکر سے کھالی نہیں، جبکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب تو سوئے تو مدینے کی یادوں میں کھو جائے کہ:

میں سو جاؤں یا مصطفی کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علی کہتے کہتے

میں یہ نہیں کہتا کہ کاروبار نہ کرو، لیکن یہ بات ذہن میں ضرور رکھو کہ تمہیں تمہارا رزق کاروبار سے نہیں ملتا، بلکہ تمہارا رزاق اللہ ہے کہیں رزق کی تلاش میں رازق کو نہ بھول جانا۔

رزق لکھ دیا گیا ہے

جب بچہ شکم مادر میں ایک سو بیس دن کا ہوتا ہے، اللہ عزوجل اس کا رزق اسی دن ہی لکھ دیتا ہے، وہ تو تمہیں مل کر رہے گا، تمہارا رب تم سے جو مطالبہ کر رہا ہے اس کی طرف آؤ، نا، کہ وہ تم سے کیا کہہ رہا ہے مگر تمہاری حرص ہی ختم نہیں ہو رہی، لکھپتی بن گئے تو سوچو گے کہ کروڑ پتی بن جاؤں، کروڑ پتی بن جائیں گے تو سوچیں گے کہ ارب پتی بن جائیں، بتاؤ کوئی ایسی جگہ ہے جہاں یہ نشان لگا ہو کہ اس کے آگے بندہ نہیں جاتا۔

سونے کی وادی ملنے کے بعد بھی لالچ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انسان کو سونے کی ایک وادی دی جائے تو وہ آرزو کرے گا، ایک اور ایسی ہوتی تو اچھا تھا، اور دوسری حدیث میں ہے، دو مل جائے تو تیسری کی آرزو کرے گا، یعنی اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

آنت نہیں بھرتی

حضرت شیخ سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پیٹ تو بھر جاتا ہے آنت نہیں بھرتی، اور رومی کہتے ہیں، حریص کے پیٹ کے اندر کی آنت کا پیالہ نہیں بھرتا۔

اور مولانا روم مثنوی شریف میں لکھتے ہیں:

کوزہ چشم حریصاں پر نشد
تا صدف قانع نشد پُر دُر نشد

حریص کا پیالہ نہیں بھرتا، جب تک سیپ قناعت نہیں کرتی موتی نہیں بنتا، اور جب تک انسان قناعت نہیں کرتا اس کا دل غنی نہیں ہوتا، غنا مالداری دولت سے نہیں آتی، بلکہ غنا تو دل سے آتی ہے کہ بندہ اپنے رب کی عطا پر راضی رہ کر قناعت کی راہ اختیار کرے۔

غنا اور فقر کیا ہے؟

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يا أَبَا ذَرٍّ أَتَرٰى كَثْرَةَ الْمَالِ هُوَ الْغِنٰى"؟ قُلْتُ: نَعَمْ يا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "أَفَتَرٰى قِلَّةَ الْمَالِ هُوَ الْفَقْرُ"؟ قُلْتُ: نَعَمْ يا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: "إِنَّمَا الغِنٰى غِنَى الْقَلْبِ"

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھ سے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! کیا تم کثرتِ مال کو غنا سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مال کی کمی کو فقر سمجھتے

ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل غنا تو دل کی تونگری ہے۔(الترغیب والترھیب، کتاب الصدقات، فصل، الترھیب من المسألۃ وتحریمھا مع الغنی، الحدیث: ۲۲، ج۱، ص۳۰۴)

ہل من مزید

اللہ جس کے دل کو غنی کر دے، چاہے اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو وہ پھر بھی غنی ہے، اور جس کا دل غنی نہیں ہے وہ کروڑ پتی کھرب پتی بھی ہو جائے نفس کی کمینگی نہیں جاتی، انسان کہتا ہے "ھَلْ مَنْ مَزِیْد، ھَلْ مَنْ مَزِیْد" کہ مجھے اور ملے مجھے اور ملے، ساری زندگی کہتا ہے میرا مال، میرا مال، لیکن اس کا پیٹ بھرتا ہے نہ آنکھیں بھرتی ہیں، اور ساری زندگی اس کے طلب میں گزار دیتا ہے، اور جو اس کی زندگی کا اصل مقصد تھا، جس لیے اللہ نے اس کو بھیجا ہے، اپنی اس اصل زندگی کے مقصد سے ناآشنا رہتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱

ترجمہ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

تمہیں کثرت مال کی طلب نے ہلاک کر دیا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲

ترجمہ کنزالایمان: یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا

یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے، تم قبروں کا منہ دیکھا، تم قبروں میں چلے گئے، تمہارا سب کچھ یہاں رہ گیا۔

قبر روزانہ یہ پکارتی ہے

امام ترمذی نے حدیث کی تخریج فرمائی ہے، کہ روزانہ قبر پکارتی ہے:

"اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا الدُّوْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ"

میں تنہائی کا گھر ہوں، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، اور میں غربت و مسافرت کا گھر ہوں۔

روزانہ قبر بندے کو مخاطب کرکے پکارتی ہے: اور انسان غافل ہو کر زمین کے پیٹ پر چلتا رہتا ہے اور ساری زندگی گزار دیتا ہے اور جب موت آتی ہے تب ہاتھ ملتا ہے مگر اب ہاتھ ملنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ قبل اس کے کہ وہ وقت آئے اپنی زندگی کو حسن و جمال دے لو۔

وقت پر کافی ہے ایک قطرہ بھی آب خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت برسا مینہ پھر کس کام کا

پھر ہاتھ ملنے سے کیا فائدہ، جب کچھ پلے نہ رہا، آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب آنکھیں بند ہوں گی، لیکن اس وقت کوئی کام نہیں آئے گا، کاش کہ ہم آنکھیں بند ہونے سے پہلے پہلے آنکھیں کھول لیں اور دیکھیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

قبروں کی زیارت کیا کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کُنْتُ نُهِیْتُكُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُرُوْهَا لِاَنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ'' میں تمھیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا اب میں حکم دیتا ہوں کہ قبروں پر جایا کرو، اس لیے کہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

جب روکا تھا، اس وقت مشرکین کی قبریں تھیں، اس لیے فرمایا قبروں پر نہ جانا اور جب کچھ اہل ایمان فوت ہو گئے، مسلمانوں کا قبرستان بن گیا تو اب فرمایا جاؤ، جب کافروں کی قبریں تھیں منع فرما دیا، ''کُنْتُ نُهِیْتُكُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ'' ایک زمانہ تھا کہ میں تمھیں روکتا تھا کہ قبروں پر نہ جایا کرو لیکن اب میں

حکم دیتا ہوں کہ تم قبروں پر جایا کرو، کیوں؟ ''لِاَنَّهَاتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ'' اس لیے کہ تمہیں آخرت کی یاد آئے، ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ قبروں کو دیکھ کر تمہیں سوچ آئے گی کہ ہم نے بھی یہاں آنا ہے۔

قبر عبرت کی جا ہے

حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جاؤ جاکر ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ قبریں دیکھو کہ کتنے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے، جو اپنے بدن پر گرد و غبار نہ پڑنے دیتے تھے، آج ان کے کفن بھی تار تار ہو گئے۔ تمہیں ٹوٹی پھوٹی قبریں بھی آخرت کی یاد دلاتی ہیں، اور مرصع قبریں بھی تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں، کہ یہ لوگ بھی تو اس دھرتی کے واسی تھے کیا ہوا کہ ان کی قبروں کے اوپر میلا ہی ختم نہیں ہوتا ہے، تو دنیا کی گنبد نما قبریں بھی تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گی، آپ بڑے بڑے بادشاہوں کے مقبروں کو دیکھیں۔

جہانگیر کے مقبرے کی حالت

آپ دریائے راوی کے اس پار آئیں، جہانگیر کا مقبرہ ہے، جہاں آج بھی حسرتیں برستی ہیں، رات کو تو وہاں اندھیرا ہوتا ہی ہے، دن کو بھی وہاں کوئی قرآن پڑھنے والا نہیں ملتا، تاش کھیلنے والوں کی ٹولیاں تو ملیں گی، تمہیں وہاں لوگ گھومتے پھرتے تو نظر آئیں گے، لیکن تمہیں وہاں کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہوا نظر نہیں آئے گا، یہ ایسے شہنشاہ لوگ ہیں جن کے اشاروں پر ہندوستان کی تقدیر لکھی ہوئی تھی بلکہ جہانگیر کی بیٹی زیب النساء نے ایک دیوان لکھا تھا اور اس کا ایک شعر اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے:

بر مزار ما غریباں نہ چراغے نہ گلے
نہ پر پروانہ سوزد نہ سدائے بلبلے

ہم فقیروں کی قبر پر نہ کوئی چراغ جلانے آئے گا، نہ کوئی پھول ڈالنے آئے گا، نہ بلبل گیت گائے گا، نہ پروانہ پر جلائے گا۔

اولیاء کے مزارات کی حالت

یہ شہنشاہ، بادشاہ لوگ ہیں جن کا یہ حال ہے، مگر راوی کا کنارہ پار کر جاؤ، ایک لوح مزار وہاں بھی ملے گا، اوراس گنبد والے کو بھی تو دیکھو جن کے لوح مزار پر لکھا ہے:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

ارے مے نگسارو سویرے سویرے

خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے

کسی دن ادھر سے گزر کر تو دیکھو

بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

دن کو چلے جاؤ یا رات کو، کڑکتی دوپہر میں چلے جاؤ یا برستی بارش میں چلے جاؤ، چھٹی کا دن ہو یا ورکنگ ڈے ہو، وقت یا زمانہ کوئی بھی ہو، تمہارا جب بھی وہاں جانا ہو گا، لوگوں کے سروں کا سمندر نظر آئے گا۔

کل تک جن کے اشاروں پر فیصلے ہوتے تھے

جب جہانگیر دربار میں بیٹھتا تھا تو اس کے پیچھے اس کی بیگم نور جہاں بیٹھتی تھی جب کوئی فیصلہ نور جہاں کو ناپسند ہوتا تو وہ جہانگیر کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتی تو وہ اپنا فیصلہ بدل دیا کرتا تھا۔

کل تک جن کے اشاروں پر فیصلے ہوتے تھے آج ان کی قبروں پر خاک اڑ رہی ہے، اور وہ فقیر جس کا نہ کوئی یہاں گھر تھا، نہ گھر والے، نہ جس نے شادی کی، نہ اس کی اولاد تھی، لیکن ان کے دربار میں جس طرح کل رونقیں تھیں وہی آج بھی ہیں۔

تو فرمایا میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں، اب جایا کرو کیوں؟
"لِاَنَّھَا تُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ" اس لیے کہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ﴿۱﴾

ترجمہ کنز الایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

کثرت طلبی نے تمہیں برباد کر دیا، ہر وقت مال مال تمہاری زندگی کا مقصد بنا رہا۔

میری امت کا فتنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً وَ فِتْنَۃُ اُمَّتِیْ اَلْمَالُ" ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الرقاق ص ۴۴۲، مجلس برکات)

بلکہ نبیٔ رحمت، شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَ اِنِّیْ وَ اللہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ" کہ میرے بعد تم شرک نہیں کرو گے۔

مولوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے

یہ مولوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے کہ امت کو مشرک بنا رہے ہیں، سوچیں، بخاری شریف کتاب الرقاب کی روایت ہے، اس کو بار بار پڑھیں، امت کو مشرک نہ بنائیں، اور شرک و کفر کے لوٹے بھر بھر کے امت پہ نہ ماریں، یہ ظلم نہ کریں امت پر، حضور کے بھولے بھالے غلاموں پر شرک کا دھبہ نہ لگائیں، ڈریں قیامت کے دن سے، جب ہر شے کھل کے سامنے آجائے گی، کیا جواب دیں گے اللہ کے سامنے؟ اگر کوئی مزار پہ چلا جاتا ہے تو حضور ﷺ احد کے شہیدوں کے مزارات پہ نہیں جایا کرتے تھے، حضور ﷺ نے وہاں ممبر بچھوا کے خطبے نہیں دئے، عجیب سی کہانی ہے، امت کے اوپر شرک کا الزام نہ لگاؤ، امت مشرک نہیں ہو سکتی اور یہ میں نہیں کہہ رہا، یہ آمنہ کا لال ﷺ فرما رہا ہے، اور حضور ﷺ اس کو تاکید کے ساتھ فرما رہے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کو علم تھا کہ میری بھولی بھالی امت کو لوگ مشرک کہیں

گے، حضور ﷺ نے فرمایا: "وَاِنِّی وَ اللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِی "فرمایا: مجھے قسم ہے اس رب کی، اللہ اکبر! مجھے قسم ہے اللہ کی میرے بعد تم شرک نہیں کرو گے، حضور ﷺ کی امت مشرک نہیں ہو گی۔

امت سے نبی کی توجہ ہٹنے کا وبال

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پہ گئے، چالیس دن کا اعتکاف تھا، چالیس دن ساری توجہ اللہ کی طرف لگا دی، اور امت سے توجہ ہٹالی، اس کے بعد جب واپس پلٹے تو امت بچھڑے کو پوج رہی تھی، شرک میں مبتلا ہو گئی، معلوم ہوا نبی کی توجہ امت سے ہٹ جائے تو امت حق پر قائم نہیں رہ سکتی، نبی کی توجہ ہٹی، وہ امت جنھوں نے فرعون کو پانی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا تھا، آخری وقت ہاتھ جوڑتے ہوئے " اٰمَنْتُ بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی "موسیٰ اور ہارون کے رب پہ ایمان لاتا ہوں، سنا تھا، اس کے باوجود وہ لوگ بچھڑے کو پوجنے لگے، قوم کا کثیر حصہ شرک میں مبتلا ہو گیا، ایسا کیوں ہوا؟ ایسا اس لئے ہوا کہ جب نبی کی توجہ امت سے ہٹ جائے تو امت پھر حق پر قائم نہیں رہ سکتی۔

ہر وقت میری نگاہ کرم تم پر رہے گی

حضور ﷺ نے فرمایا: "وَاِنِّی وَ اللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِی "میرے بعد اللہ کی قسم تم مشرک نہیں ہو گے، مطلب کیا؟ نہ میں توجہ ہٹاؤں گا نہ تم شرک میں مبتلا ہو گے، ہر وقت میری نگاہ کرم تمہارے اوپر پڑتی رہے گی، اور میرا فیض تمہیں ملتا رہے گا، گنبد خضری سے نور نکلتا رہے گا اور تمہارے من روشن ہوتے رہیں گے، تو کہا: "وَاِنِّی وَ اللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِی " مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں، "وَ اِنِّی وَ اللّٰہِ مَا اَخَافُ " اللہ کی قسم مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، "وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا" ہاں یہ ڈر ہے مجھے کہ میرے بعد تم دنیا دار بن جاؤ، اور آج ہم دنیا دار بنے ہوئے ہیں، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا صرف دنیا کے لئے ہے، ہم دین سے دور ہٹے ہوئے ہیں۔

آج آنکھیں نہ کھلیں تو کل ضرور جان جاؤگے

آیئے! اس سورت کا نور حاصل کیجیے اور اپنے من میں اجالے کیجئے، تو فرمایا؛

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

آج آنکھیں نہ کھلیں تو کل ضرور جان جاؤ گے، جب ہماری آنکھیں بند ہوں گی اس وقت حقیقت میں ہماری آنکھیں کھل جائیں گی۔

ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

کیوں نہیں ہاں ہاں تم ضرور جان جاؤ گے۔

یہاں پر دو تاکید ہیں، پہلے فرمایا تم جان جاؤ گے، پھر فرمایا ہاں ہاں تم ضرور جان جاؤ گے، پھر فرمایا:

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ؕ﴿۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: ہاں! ہاں! اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبّت نہ رکھتے۔

تمہیں یقینی علم ہو جائے گا۔

یہ تیسری تاکید ہے اللہ عزوجل کی یہ شفقت ہے کہ لوگوں کو بار بار متنبہ فرمارہا ہے، بار بار ڈرارہا ہے کہ تم باز آجاؤ۔

قبر مراد ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، " كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" سے مراد قبر ہے اور "ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" سے آخرت ہے، کہ تم مرنے کے بعد قبر کو بھی جان جاؤ گے اور آخرت کو بھی جان جاؤ گے۔

قبر کے عذاب کا ثبوت

حضرت زرر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ہمیں اس بات پر شک تھا کہ قبر کا عذاب ہو گا یا نہیں لیکن جب یہ آیت کریمہ اتری تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد قبر ہے تو ہمیں یقین ہو گیا اور ہمارا شک جاتا رہا۔ تو فرمایا: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ عنقریب تم جان جاؤ گے۔

آج تمہیں نہیں پتا، اگر تمہیں پتا چل جائے تو راتوں کی نیندیں اڑ جائیں۔

جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً" جو میں جانتا ہوں اگر وہ تم جان جاتے تو تمہارے چہروں پے مسکراہٹیں نہ ہوتیں، بلکہ تم روتے رہتے۔

بڑا سخت مرحلہ ہے، جو آنے والا ہے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾

عنقریب تم جان جاؤ گے، ہاں ہاں تم عنقریب جان جاؤ گے، تمہیں یقینی علم آجائے گا۔

کاش! سمجھانے والوں کا سمجھانا مان لیتا

جب تمہارے آنکھوں کے سامنے سب کچھ ہو رہا ہو گا، منکر نکیر قبر میں اتریں گے، جب جنت کا دروازہ یا جہنم کی کھڑکی کھول دی جائے گی، پھر تو انکار کی گنجائش نہ رہے گی، مگر اس وقت جان کر پچھتاؤ گے، آرزو کرو گے، کاش! میں سمجھانے والوں کا سمجھانا مان لیتا، زندگی کو ان کے کہے کے مطابق گزار کر نور

حاصل کر لیتا، لیکن اس وقت کا پچھتانا، سوائے حسرت کے کچھ کام نہیں آئے گا، اس لیے آج وقت ہے، آج موقع ہے، اس دن تو سارے کرتوت کھول کے رکھ دیے جائیں گے، بندہ کہے گا:

وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری اس نوِشتہ (تحریر) کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔ (پ ۱۵ الکھف ۴۹)

ہائے اس کتاب کو کیا ہو گیا؟ کہ اس نے ہر چھوٹی بڑی شے لکھ دی۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

نیکوکار اور بدکار سب نادم ہوں گے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے: ”عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ، قَالُوْا وَ مَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَا يَكُوْنَ اِزْدَادَ وَ اِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَا يَكُوْنَ نَزَعَ“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک نادم ہو گا، عرض کی گئی اس کی ندامت کیا ہے؟ فرمایا: اگر وہ نیکوکار ہوا تو اس لئے نادم ہو گا کہ میں نیکیاں زیادہ کیوں نہ کیں، اور اگر گنہگار ہوا تو وہ اس لئے نادم ہو گا کہ اس نے گناہ ترک کیوں نہ کئے۔

قیامت کے دن نیکوکار بھی پچھتائیں گے، کہ ہم نے نیکیاں زیادہ کیوں نہ کی، آج ہمیں موقع ملا ہوا ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کر کے نیکی والی زندگی گزارنے میں لگ جائیں۔

مؤمن و کافر سب جہنم کو دیکھیں گے

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

تم ضرور ضرور جہنم کو دیکھ کر رہو گے۔ایک وقت آئے گا کہ تم جہنم کو دیکھو گے، کافر بھی دیکھے گا،مؤمن بھی دیکھے گا، کافر دیکھے گا تو اس میں رہے گا، اور مؤمن کو بھی دکھایا جائے گا تا کہ جنت کی اہمیت اجاگر ہو جائے۔اور ایک روایت میں ہے کافر کو جنت دکھائی جائے گی تا کہ وہ دیکھ لے کہ اگر وہ نیکی کی راہوں پر چلتا تو اسے جنت کی نعمتیں ملتی، پھر اس کی حسرت اور عذاب بڑھ جائے گا۔

رب کے وعدوں کا تمہیں یقین ہو جائے گا

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔

تمہیں یقین ہو جائے گا واقعی جو ہمارا رب ہمیں کہتا تھا وہ سب کچھ موجود ہے، تو قبل اس کے کہ وہ وقت آئے وہ لمحے آئیں ہم اپنی زندگی کو اچھائی کا حسن دے لیں۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۠﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

اس دن ایک ایک نعمت کے بارے میں تم سے سوال ہو گا۔

وہ کون کون سی نعمتیں ہیں؟ اللہ عزوجل فرمائے گا، کیا میں نے تجھے صحت و تندرستی نہ دی تھی؟ زندگی جیسی عظیم دولت نہ دی تھی؟

کون کون سی چیزیں نعمت ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمتیں کیا ہیں؟ فرمایا: مکانوں کے سائے، ٹھنڈے اور تازہ پانی ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا: نعمت سے مراد انسان کے اعضائے بدن ہیں جو اسے دیئے گئے ہیں، آنکھ کی روشنی، کان کی قوت سماعت، زبان کی قوت گویائی، ہاتھ کا پکڑنا، پیروں کا چلنا، عقل کی قوت فہم، یہ تمام چیزیں نعمتیں ہیں اور ان کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہو گا۔

یہ بظاہر جو نعمتیں اللہ تعالی نے ہمیں دی ہوئی ہیں ان کی قدر ابھی نہیں ہے، مگر ان میں سے ایک نعمت چھن جائے تو پھر اندازہ ہو گا، یہ تو کسی نابینے سے پوچھو نا کہ آنکھیں کیا ہوتی ہیں، کسی بہرے سے پوچھیں کہ کان کیا ہوتے ہیں، ہمیں نہیں پتہ ان نعمتوں کے بارے میں۔

کاش میری آنکھ کھل جاتی

یونان کا ایک امیر ترین شخص تھا جس کی جہازیں چلتی تھیں اور دنیا کا دسویں یا گیارہویں نمبر کا مالدار آدمی تھا، اس کے آنکھوں کی پلکیں کام کرنا چھوڑ دیا، اس کی آنکھ اپنی مرضی سے کھل نہیں سکتی تھی، جب آنکھ کھولنا ہوتا تو ڈاکٹر پٹی لگا دیتا تو وہ دیکھنے لگتا اور جب آنکھ بند کرنا ہوتا تو پٹی اتار لیتا، اور بظاہر اس نعمت کی قدر ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے مگر اللہ عزوجل نے ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ ادھر سے تنکا اڑا ادھر ہماری آنکھ بند ہو گئی، مگر وہ نہ اپنی مرضی سے آنکھ کھول سکتا تھا نہ بند کر سکتا تھا، اس سے کسی نے کہا تیری سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟ کہا: کاش! میں اپنی مرضی سے اپنی آنکھ کھول اور بند کر پاتا، کہا، اس کے لیے دولت لگانی پڑے تو کتنی لگائے گا؟ کہا، اگر ساری دولت بھی لگانی پڑ جائے تو لگا دوں گا، تاکہ اپنی مرضی سے آنکھیں تو کھول سکوں۔

منہ کا لعاب نعمت ہیں

ایک شخص کے منہ سے لعاب آنا بند ہو گیا، جس کی وجہ سے نظام انہضام میں گڑبڑی ہوئی پھر اس کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی، منہ میں لعاب کا آنا یہ بھی بہت بڑی دولت ہے، اور ہم سمجھتے ہے کہ تھوک بہت آتا ہے، اگر یہ نہ آئے تو نہ جانے کون کون سی بیماریاں ہمارے اندر جنم لینے لگ جائیں۔

بار بار تھوک کا آنا نعمت ہے، یہ دولت ہے، اللہ نے ہمیں عطا کی ہے آنکھوں کے پپوٹے دولت ہیں، ہمارے اندر دل رکھا گیا ہے، ہمارے سر میں دماغ رکھا گیا ہے، یہ نعمت ہیں، ماہرین کہتے ہیں اگر ایک انسانی دماغ کا کمپیوٹر تیار کیا جائے تو نیویارک شہر سے بڑا ایک شخص کے دماغ کا کمپیوٹر بنے، اتنی بڑی دولت ایک انسان کو دی ہے، چاہے وہ بکریاں چرانے والا ہی کیوں نہ ہو، اس کو بھی یہ دولت دی ہوئی ہے، کبھی انسان نے سوچا ہے؟ کتنا کرم کیا اس نے؟ "ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ" اللہ ایک ایک نعمت کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کرے گا، ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اور وہ نعمت کیا ہیں؟

نعمت سے مراد یہ بھی ہے

بعض نے کہا کہ نعمت سے مراد اعضائے بدنیہ ہیں، بعض نے کہا ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈے سائے ہیں، بعض نے کہا سمع و بصر ہے اور بعض نے کہا کہ نعمت سے مراد تخفیف شریعت ہے کہ اللہ عزوجل نے شریعت کو آسان بنایا ہے یعنی شریعت پر عمل کرنا مشکل نہیں ہے اگرچہ ہم فیشن کی وجہ سے کہتے پھریں کہ شریعت پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے، یہ الگ بات ہے، آج کل تو ہر شخص کہتا سنائی دیتا ہے، بھائی دین پر چلنا بڑا مشکل ہے۔

دین پر چلنا مشکل نہیں

اے مسلمان کہلانے والے، تیرے لیے دین پر چلنا مشکل ہے؟ یا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے لیے دین پر چلنا مشکل تھا؟ تو جب مسجد میں آتا ہے تو تیرے لیے قالین بچھے ہوئے ہیں، پنکھے اور اے سی لگے

ہوئے ہیں، سردیوں میں وضو کے لیے گرم پانی دستیاب ہے، اتنی آسانی کے باوجود تیرے لیے دین پر چلنا مشکل ہے، یا تپتے ہوئے ریگستان میں صحابہ کا سجدہ کرنا مشکل تھا، تیرا سجدہ کرنا مشکل ہے، یا ان کا سجدہ کرنا مشکل تھا۔

امامِ حسین کی داستان سنوٗ!

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی داستان سنوٗ! کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار پر حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا سجدہ کرنا مشکل تھا، انہوں نے تو نہیں کہا تھا کہ دین پر چلنا مشکل ہے، سجدے میں سر ہے اور دشمن کھڑا ہے کہ کب سر تن سے جدا کر دوں، زخموں سے چور چور ہیں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرتے ہے:

”اَللّٰھُمَّ رَضاً بِقَضَائِكَ وَصَبْراً عَلیٰ بَلَائِكَ سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ“ اے اللہ عزوجل میں تیری تقدیر پر راضی ہوں، جو دکھ آئے انہیں سہہ کر صبر کیا، مولی تیرا حسین تجھ سے راضی ہے اب تو بتا، تو بھی حسین سے راضی ہے یا نہیں؟

انتی تکالیف کے باوجود انہوں نے شکوہ نہ کیا

انہوں نے تو شکوہ نہیں کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کچی کھال میں لپیٹ کر دھونی دی گئی، کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ انہوں نے تو نہ کہا کہ دین پر چلنا بڑا مشکل ہے، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک نہیں کیا گیا، جسم میں کیلے ٹھوکی گئیں، زبان پر انگارہ رکھا گیا، چھاتی پر پتھر رکھے گئے، گلے میں رسی ڈال کر مکے کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، نوکیلے کنکروں پر لٹا کر کھینچا گیا، تپتے ہوئے کوئلوں پر رکھا گیا۔

مٹی کے برتن کو ٹھوک کر دیکھتے ہو

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے جارہے ہیں، مگر آپ ہنس رہے ہیں، کسی نے کہا بلال یہ ہنسنے کا موقع تو نہیں، آپ نے فرمایا جب تم بازار میں مٹی کا برتن لینے جاتے ہو تو ٹھوک ٹھوک کے اسے دیکھتے ہو کہ کہیں کچا تو نہیں ہے، بس میرا مالک بلال کو خرید رہا ہے اور وہ مصیبتوں میں ڈال کر دیکھ رہا کہ بلال کہیں کچا تو نہیں ہے اور میں کہتا ہوں، مالک خرید لے بلال کو، ساری چمڑی ادھڑ جائے گی، مگر یہ اف تک نہیں کرے گا۔

زخم پہ زخم کھاکے جی خون جگر کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی یہ عشق ہے دلّگی نہیں

پیار کی بات ہے، یہ محبت کی کہانی ہے، عاشق یونہی تو نہیں بنتا، ہم سارے عاشق رسول ہیں لیکن داڑھی رکھنا بوجھ بنا ہوا ہے۔

عاشق کیسے بنتا ہے؟

عاشق عاشق ہر کوئی آنکھیں پر عاشق بنتا مر کے
زہر کا پیالہ کوئی نہیں پیتا لیکن عاشق پیتا بھر کے

یعنی اپنے آپ کو عاشق تو ہر کوئی کہتا ہے مگر کیا آپ کو معلوم ہے کہ عاشق کیسے بنتا ہے؟ تو سنو! عاشق مر کر بنتا ہے، ان پر جان نچھاور کر کے بنتا ہے، اور زہر کا پیالہ کوئی پینے کے لئے تیار نہیں ہوتا مگر جو عاشق ہوتا ہے وہ عشق میں پیتا ہی نہیں بلکہ کہتا ہے بھر کر پیالہ دو خالی کیوں دے رہے ہو؟

کسی صحابی نے نہ کہا کہ دین مشکل ہے

بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کتنے دکھ سہے، شعب ابی طالب کی گھاٹی کے اندر صحابہ نے چمڑے کو بھگا بھگا کے کھاتے رہے، پر انہوں نے تو نہیں کہا تھا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تیرے دین پے چلنا بڑا مشکل ہے، انہوں نے نہیں کہا، جن کی پیٹھ پر کوڑے مارے گئے، انہوں نے نہیں کہا تھا، جن کی دونوں

ٹانگوں کو دو اونٹوں سے باندھ کر الگ الگ سمت دوڑا کر جسم کے دو ٹکڑے کئے گئے، تاریخ گواہ ہے، کہ جب جسم سے سرخ خون کے فوارے جاری ہوئے، تب سے لیکر جب تک زبان چلتی رہی "فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" کی صدائے دل نواز نکلتی رہی، کہ رب کعبہ کی قسم میں زندگی کی بازی جیت گیا، لوہے کی کنگھیوں سے جسم چھیدے گئے، سر پے آرا رکھ کے پاؤں تک چیر دیا گیا، لیکن اف تک نہ کہا، انہوں نے تو نہیں کہا تھا کہ دین پے چلنا مشکل ہے، آج ہم شور کر رہے ہیں کہ دین پے چلنا بڑا مشکل ہے۔

دین پے چلنا تو بڑا آسان ہے

دین پے تو چلنا بڑا آسان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل چیز ہم پے لازم ہی نہیں فرمائی، فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ امت پر مسواک کو لازم کر دوں، لیکن ڈرتا ہوں کہ امت مشکل میں نہ پڑ جائے اس لیے ہر نماز کے ساتھ مسواک لازم نہیں کر رہا۔ اللہ اکبر!

یہ تخفیفِ شریعت ہیں، اور ان کے بارے میں اللہ تعالی قیامت کے دن لوگوں سے پوچھے گا۔

ہماری شریعت پچھلی شریعتوں سے آسان ہے

قیامت کے دن سوال ہوگا، اتنی آسان شریعت ہم نے تمہیں دی تھی پھر بھی تم نے عمل نہ کیا، پچھلی شریعتیں دیکھو، اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے تو کپڑا کاٹ دو، کپڑا کاٹنا پڑتا تھا، دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا، نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں ہی جانا پڑتا تھا چاہے وہ قریب ہو یا دور، گھر میں نہیں پڑ سکتے تھے، مگر ہماری شریعت میں آسانی دیکھو، مسجد نہیں جاسکتے، گھر میں پڑھ لو، دکان پے مصلی بچھا لو، جہاں کہیں بھی ہو، وقت آگیا، اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ، وضو کے لیے پانی ہے وضو کر لو، پانی نہیں ہے تیمم کر لو، لیکن سجدہ نہ چھوڑنا، اس کے حضور سر جھکانا نہ چھوڑنا، کتنی سہولتیں تمہیں دی گئیں، پہلے کھڑے ہو کر پڑھو، کھڑے نہیں ہو پاتے، بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھا نہیں جاتا لیٹ کر پڑھ لو، اشاروں سے پڑھ لو، پڑھو ضرور، لیکن تم نے پھر بھی سجدہ نہ کیا، ان امتوں کے لیے کتنی مشکلات تھیں اور تمہارے لیے کتنی آسانیاں ہیں۔

قیامت کے دن پوچھا جائے گا، تمہیں اتنی سہولتیں دیں، اور محمد عربی ﷺ جیسا رسول دیا تم کو، اور تم نے قدر نہ کی۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمت ہیں

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس نعمت کے بارے میں بروز قیامت پوچھا جائے گا، ''هُوَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم'' وہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہتر نمونۂ عمل تھی، تم نے کیا قدر کی، تم مغرب کے پیچھے لگے رہے، تم دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹائیاں باندھتے رہے، ان کے طور طریقے اپناتے رہے، تمہیں آمنہ کا لال صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آیا، جس نے تمہارے لیے غار کے نوکیلے پتھروں پر پیشانی رکھ رکھ کر آنسو بہائے، جس نے تمہارے لیے پتھر کھائے، تمہارے لیے طائف کے بازاروں میں مصیبتیں برداشت کیں، کفار کی پھبتیاں سنی، آج انہی سے اپنا دامن بچارہے ہو، ان کے دشمنوں کی راہ پر چل کر، انہیں اذیت پہنچارہے ہو۔

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اے لوگوں سن لو! قیامت میں سوال ہوگا

اے لوگو! سن لو تم سے سوال ہوگا، ہم نے تمہیں عام نبی نہیں دیا ہم نے تمہیں ابراہیم و اسماعیل نہیں دیئے، ہم نے تمہیں یوسف و یعقوب نہیں دیئے، تمہیں عیسی و موسی نہیں دیئے، تمہیں وہ نبی دیا جس کی امت میں پیدا ہونے کی تمنا انبیاء کرتے رہے، ہم نے تمہیں اپنا چہیتا محبوب دیا، جس کی خاطر زمین و آسمان بنائے گئے، چاند و سورج کو وجود دیا گیا، جس کے نام کی قندیلیں عرش اعظم میں روشن ہیں، جس کے جھنڈے عرش عُلیٰ میں جھول رہے ہیں، جس کی بارگاہ میں جبرئیل بھی بغیر اجازت نہیں آتے، ایسا عظیم الشان رسول تمہیں دیا لیکن تم نے ان کی قدر نہ کی، ان کی سنتوں پر عمل کرنا، بار گراں سمجھتے رہے، انگریزوں کے لباس تو تجھے اچھے لگتے تھے لیکن میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس تجھے گھٹیا لگتا تھا، فیشن والے بال تو تجھے بھاتے تھے، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف واللیل تجھے راس نہ آئی، میرے دشمنوں کا کلین شیو چہرہ رکھنے میں تجھے فخر آتا تھا، لیکن میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ والضحی سے تجھے نفرت آتی تھی، ہر کام میں تجھے تو فیشن کے مت والے، اور جہنم والے تو نظر آتے تھے، لیکن تجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے تھے، ۵، اسٹار ہوٹل میں کرسی پر بیٹھ کر تجھے کھانے والے تو نظر آئے، لیکن چٹائی پر بیٹھ کر کھانے والا مدینے کا سلطان صلی اللہ علیہ وسلم تجھے نظر نہیں آیا، چاند پر جانے والے تو نظر آئے اور ان کی تعریفیں بھی کی، لیکن عرش اعظم پر جانے والا میرا پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آیا اور ان کی تعریفیں نہ کی۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں اچھی نہ لگیں

تجھے شادیوں اور دعوتوں میں رسوم شیطانی پر عمل کرنا تو آیا لیکن میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں نورانی پر عمل کرنا تجھے دشوار لگا، اپنے بچوں کو دنیا کا ہیرو بنانے کی سمجھ پڑ گئی، لیکن میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا دیوانہ بنانا تیرے سمجھ میں نہ آیا، اپنی اولاد کو فیشن کا متوالا تو بنایا، عاشق مدینہ کیوں نہ بنایا، اپنی بیٹی بہن اور بیوی کو بے پردگی سے گھمانے میں تجھے حیانہ آئی، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہ تجھے نظر نہ آئی، کیا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر کسی کی زندگی نمونہ عمل ہے؟ کیا میرے محبوب ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی تجھے عزیز ہے؟

ہم کتنے بدل گئے ہیں

جنہوں نے طائف میں پتھر کھا کر بھی بددعا نہ کی، بلکہ کہا مولیٰ:

الٰہی کرم کر کوہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا ان پتھروں والی زمینوں پر

لیکن ہمارا حال کیا ہے؟

تیرے صوفے ہیں فرنگی تیرے کالین ہیں ایرانی
خون کے آنسو رولاتی ہے جوانوں کی تنگ آسانی
ہر کوئی مست مئے ذوق تنگ آسانی ہے
تم مسلماں ہو یہ انداز مسلمانی ہے
حیدری فخر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم مسلماں ہو یہ انداز مسلمانی ہے
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تاریک قرآں ہو کر

قرآن نعمت ہے

حضرت امام رازی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: اس سے مراد تخفیف شریعت بھی ہے اور اس سے مراد قرآن بھی ہے، ہم نے قرآن پر عمل کرنے کو تمہارے لیے آسان بنا دیا، تم نے کہاں تک قرآن پر عمل کیا؟ اللہ قیامت کے دن یہ پوچھے گا، تم نے قرآن کو صرف تعویذ گنڈوں کے لیے رکھا، جب کوئی مر گیا، تو اس کے ایصال ثواب کے لیے ہی رکھا، تم نے دکان اور گھر میں برکت کے لیے قرآن رکھا، یہ ساری برکتیں قرآن کے دامن میں ہیں، لیکن کیا قرآن کو نازل کرنے کا مقصد یہ تھا؟ بڑی خوبصورت بات شاعرِ مشرق نے کی، ڈاکٹر اقبال کہتا ہے:

بہ بند صوفی و ملا اسیری
حیات از حکمت قرآن نگیری
بہ آیاتش ترا کاری جز این نیست
کہ از «یٰسین» او آسان بمیری

تونے قرآن سے صرف مرنا سیکھا

کہا: تو جاہل صوفی اور کاہل ملا کے ایسے پھندے میں پھنس گیا، کہ تونے قرآن سے زندگی تلاش نہ کی، بس قرآن کی آیتوں سے تجھے اتنا ہی سروکار تھا کہ جب تیرے باپ کی روح اٹک گئی، تو تو سورۂ یس لیکر بیٹھ گیا کہ روح آسانی سے نکل جائے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، یقیناً روح آسانی سے نکل جاتی ہے لیکن افسوس کا پہلو یہ ہے کہ تونے قرآن سے صرف مرنا سیکھا، اے کاش! کہ جس قرآن سے تونے مرنا سیکھا، اس قرآن سے جینا بھی سیکھ لیتا۔ اقبال کہتا ہے:

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم

گر تو میخواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

حرفِ او را ریب نے، تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

قرآن کا لفظ لفظ حیات آفریں ہے

تونے قرآن سے صرف مرنے کی راہیں ہی تلاش کیں، جبکہ اس کا لفظ لفظ حیات آفریں ہے، اس کا حرف حرف زندگی بخشنے والا ہے، یہ آیا ہی ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے، زندگی کی تمام بہار حسن و جمال اس کے دامن میں رکھا گیا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں انقلاب قرآن سے آیا صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کا امام قرآن رہا۔

قرآن نجات کا ذریعہ ہے

حضرت امام ترمذی نے اپنی مصنفہ جامع الترمذی میں نقل فرماتے ہیں: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرب قیامت کے فتنوں کا تذکرہ فرمارہے تھے کہ بارش کی طرح فتنے اٹھیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، بندہ نواز صلی اللہ علیہ وسلم بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا: اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مجید، جو اس کتاب سے جڑ جائے گا، وہ فلاح پا جائے گا۔

قرآن اللہ کی رسی ہے

آؤ قرآن سے جڑ جاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن اللہ عزوجل کی رسی ہے "حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ" پھر ایک حدیث سنئے اور جھوم جایئے، فرمایا: اس رسی کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے رب عزوجل کے دستِ قدرت میں ہے۔

اللّٰہ سے باتیں کرو

فرمایا جب تمہارا اللہ عزوجل سے باتیں کرنے کو جی چاہے تو قرآن کھول کر بیٹھ جایا کرو۔ اللہ اکبر!

میں تنہا نہیں رہتا

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ عنہ جنگل میں عبادت کیا کرتے تھے، ایک شخص ان سے ملنے کو گیا، کہا حضرت اس جنگل میں رہتے ہو، آؤ نہ شہر کی طرف، لوگوں سے ملو، تمہیں تمہارے مزاج کے لوگ بھی ملیں گے، یہاں تنہائی میں دن ورات کیسے کاٹتے ہو، فرمایا: تم کو کس نے کہا کہ میں تنہا رہتا ہوں؟ کہا: حضور میں نے خود دیکھا ہے کہ آپ تنہا رہتے ہیں، فرمایا: نہیں، جب مجھے اپنے رب عزوجل کی بات سننے کا جی چاہتا ہے تو میں قرآن کھول کر بیٹھ جاتا ہوں، اور جب اس سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے تو میں نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہوں، کبھی اپنی سناتا رہتا ہوں اور کبھی اس کی سنتا رہتا ہوں، تمہیں کس نے کہا کہ میں تنہا رہتا ہوں؟ میں تو دم بدم اپنے رب عزوجل کے ساتھ رہتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ اب بھی ہے

کسی امت کے پاس اس کے نبی کا معجزہ دنیا میں باقی نہیں، اگر وہ ہدایت لینا چاہیں تو انہیں نہیں مل سکتی کہ وہ چشمہ ہی سوکھ گیا ہے جہاں سے ہدایت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، مگر اے امت محمدیہ! تو اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کر کہ صدیاں گزر گئیں، لیکن تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ تیرے پاس اب بھی موجود ہے، یہ ایسا کلام ہے کہ اگر پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا، مگر مسلمانوں کے سینوں میں ایسے آکے بس جاتا ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا، شاعر کہتا ہے:

پروت پے گر اترتا ہو جاتا ریزہ ریزہ
پر کس قدر توانہ وہ سینۂ نبی ہے

قرآن قیامت کے دن شکایت کرے گا

تو اس قرآن سے اپنے من میں چراغاں کر سکتا تھا، اس قرآن کے ذریعے تو اپنے من کے سارے اندھیرے ختم کر سکتا تھا، لیکن تو نے اسے صرف کتابِ برکت سمجھا، اس کو ضابطۂ زندگی نہ سمجھا، تیرے گھر کے اندر علاقائی رسمیں تھیں، شادیوں میں ہندوانہ رسمیں تھیں، تیری زندگی کا سارا تانا بانا علاقائی رسموں سے تھا، کچھ رسمیں تیری خواہش سے تھیں اور کچھ تو نے کفار سے لے لیں اور قرآن کو تو تو نے پس پشت ڈال دیا، یہ قرآن اللہ عزوجل سے شکایت کرے گا، قرآن کہے گا: مالک! انہوں نے مجھے پس پشت ڈال دیا تھا، تو کیا جواب دوگے؟ ''لَنْ يَزُوْلَ قَدَمُ الْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' تو کل قیامت کے دن جو سوالات ہوں گے، ان میں قرآن کا بھی سوال ہو گا، اور بندہ اپنے قدم نہیں ہٹا سکتا ''حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعٍ'' یہاں تک کہ اس سے چار سوال نہ کر لئے جائیں۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی القیامۃ، الحدیث: ۲۴۲۴، ج۴، ص۱۸۸)

قیامت کے چار سوال

حضرت سیّدُنا مجاہد عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: روزِ قیامت بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عدالت سے اس وقت تک نہ چھوٹے گا جب تک اس سے چار سوال نہ کر لئے جائیں:

پہلا سوال عمر کے بارے میں ہوگا

(۱)۔۔۔ ''عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ'' عمر کس کام میں گزاری؟

(احیاء العلوم مترجم جلد ۵ ص ۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ہم نے تجھے زندگی دی تھی، تو نے چوکوں پے کھڑے رہ کر تو نہیں گزار دی، چائے کی دکان پے تو نہیں گزار دی، تو نے قیمتی عمر کو فلموں ڈراموں میں تو نہیں گزار دیا، تم نے آوارگی کرتے ہوئے عمر تو نہیں

گزار دیا، عمر کے بارے میں اللہ عزوجل پوچھے گا، یہ میری نعمت ہے اس نعمت کی تونے کیا قدر کی؟ اس نعمت کی کیا قیمت ادا کی تونے؟ اس عمر کو کہاں گزارا تونے؟

دوسرا سوال جوانی کے بارے میں ہوگا

(۲)۔۔۔"وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ" جوانو! تمہاری جوانی کے بارے میں سوال ہوگا، جوانی کہاں گزاری؟ مجنوں تو نہیں بن گیا تھا، دنیا کی محبت میں گرفتار تو نہیں ہوگیا تھا، تیری نظر بدکاری تو نہیں کرتی تھی، تیرے خیال بہک تو نہیں گئے تھے، تیری سوچیں آوارہ تو نہیں ہوگئی تھیں، تو جوان ہو کر اپنے رب عزوجل کے حکموں کو توڑتا تو نہیں تھا۔

تیری جوانی کی دین کو ضرورت تھی

تیری جوانی کی دین کو ضرورت تھی، مسلمانوں کی خستہ حالی تیرے سامنے تھی، بے نمازیوں کی تعداد کی کثرت تھی، دشمنان اسلام، اسلام پر حملہ کر رہے تھے، مسلمانوں کے ایمان کو چھین رہے تھے، تیری جوانی کی دین کو ضرورت تھی، معاشرے میں بڑھتے فتنے، لوگوں کی دین سے دوری اور ان کی بد اعمالیاں کیا تیرے سامنے نہ تھیں؟ تو صرف اپنے مال کی دھن میں ہی مست رہا، اپنے ہی کام کرتا رہا، دین کا کام تونے نہ کیا، تم اپنے ہی بہنوں بیٹیوں کا ناچ ریچھوں کی طرح دیکھتے رہے، تم اپنی نظروں کو گندہ کرتے رہے، تم پارکوں چوکوں اور بازاروں کالیجوں کے دروازے پر کھڑے ہو کر جوانی گزار دی، کیا جواب دو گے؟ تمہاری جوانی کی ضرورت تھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمہاری جوانی کی ضرورت تھی دین محمدی کو، تمہاری جوانی کی ضرورت تھی ان لوگوں کو جن کو کلمہ پڑھنا نہیں آتا، جن کو غسل وضو اور نماز نہیں آتی، ان کو ضرورت تھی جن کو قرآن پڑھنا نہیں آتا تھا، جو فیشن میں زندگی گزارتے تھے، تمہاری زندگی کی ضرورت تھی سنت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو، جوانو! تم سے پوچھا جائے گا، ہم اور آپ اس کی تیاری کر لیں، کہ جوانی کے بارے میں میں کیا جواب دوں گا، اگر آوارگی میں گزاری ہے تو کیا جواب دیں گے؟

لیکن اگر جوانی سنتوں کی خدمت میں لگ گئی، دین کے کاموں میں لگ گئی تو نظریں تو جھکی ہوں گی، رب عزوجل کے سامنے، مگر کہیں گے، مالک! تیرے قرآن کی نوکری کرتے رہے، جو جوانی تونے دی تھی، اس جوانی میں تیرے دین کا کام کیا، ہم راہ حق کے مسافر رہے۔

تیسرا سوال مال کے بارے میں ہوگا

(۳)۔۔۔"عَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَہٗ وَ فِیْمَا اَنْفَقَہٗ" مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(احیاء العلوم مترجم جلد ۵ ص ۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اللہ عزوجل دولت مند کو اتنی دیر تک اپنے سامنے سے ہٹنے نہیں دے گا، جب تک یہ نہ پوچھ لے گا کہ مال کہاں سے کمایا تھا؟ غریب کا خون تو نہیں نچوڑا تھا، رشوت تو نہیں لی تھی، جھوٹی قسموں سے تو سودا نہیں بیچا تھا، ذخیرہ اندوزی تو نہیں کی تھی، کسی کا حق تو پامال نہیں کیا تھا، اللہ عزوجل پوچھے گا، تونے یہ مال کیسے کمایا تھا؟ اس کے ذرائع کیا تھے؟ اگر ذرائع اچھے ہوئے تو بندہ کہے گا: مالک! عزوجل ان ہاتھوں سے مزدوری کی تھی۔

اللہ کا محبوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہِ" کمائی کرنے والا اللہ عزوجل کا محبوب ہے، اگر ذرائع اچھے ہوئے تو بندہ کہے گا: مالک! عزوجل میں نے تجارت کی تھی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" سچا تاجر قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

مال کہاں خرچ کیا؟

پھر سوال ہو گا "وَ فِیْمَا اَنْفَقَهٗ" صرف کمانا ہی کام نہیں ہے، خرچ کہاں کیا ہے؟ اَلّلُو تَلّلُو میں تو نہیں بہایا، آج بڑی نمائش کی جاتی ہے کہ میں نے اتنے روپے گھومنے میں خرچ کر دیا، بیٹے کی شادی کی تھی، ۵ لاکھ آتش بازی میں خرچ کر دیا، اتنے پیسے میں الیکشن میں لگا دئے، اتنے پیسے میں نے فلاں جگہ خرچ کر دیے، میرے گھر کا گیٹ دیکھو، یہ دس لاکھ کا بنا ہے، اللہ عزوجل پارہ ۳۰ سورۂ بلد کی آیت نمبر ۵ تا ۷ میں فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ(۵)

ترجمہ کنز الایمان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہر گز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا۔

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا(۶)

ترجمہ کنز الایمان: کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ(۷)

ترجمہ کنز الایمان: کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا

میں نے بڑا مال خرچ کیا

بندہ کہتا ہے: میں نے بڑا مال خرچ کیا، میں نے اپنا مال یہاں لگا دیا، اور گمان کرتا ہے کہ میرے اوپر کسی کا بس نہیں چل سکتا، مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا، اللہ عزوجل فرماتا ہے، کوئی نظر تجھے دیکھ رہی ہے، تیرا سارا حساب لکھا جا رہا ہے، اے انسان! تو خود دیکھتا۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ(۸) وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ(۹) وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ(۱۰)

ہم نے تجھے آنکھیں نہیں دی، تجھے ہونٹھ، زبان نہیں دیے، تو کبھی دیکھتا، تو نے اپنا مال آتش بازی میں لگا دیا اور تیرے گلی کی بیوہ کی جوان بیٹیاں بیٹھی ہوئیں نظر نہ آئیں، تو نے اپنے بچے کی شادی میں اتنا سارا روپیہ خرچ کر کے ڈینگے مار رہا ہے، اور تجھے نان شبینہ کو ترستے ہوئے لوگ نظر نہ آئے، تجھے ہوٹل کے پیچھے لائن میں لگے ہوئے لوگ نظر نہ آئے، جو چند روٹی کے ٹکڑوں کے لیے کھڑے ہیں، تمہیں دوسرے کے

گھروں میں برتن دھوتی ہوئی عورتیں نظر نہ آئیں، تجھے یتیم، لاچار، دکھی، مجبور، مساکین نظر نہ آئے، تجھے عید کے دن پاپڑ بیچتے ہوئے بچے نظر نہ آئے، تجھے بسوں میں پانی بیچتے ہوئے بچوں پر ترس نہ آیا، تجھے عید کے لیے گبارے بیچتے ہوئے بچے نظر نہ آئے، تجھے اسپتالوں میں لاوارث مریض دوا کے لیے تڑپنے والے نظر نہ آئے۔ تجھے کسی نے نہیں بتایا تھا، اگر کسی نے نہیں بتایا تھا تو کیا ہوا؟ ”اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ“ ہم نے تجھے دو آنکھیں نہیں دی تھیں، اگر تیرے پاس مال نہیں تھا تو مدد نہیں کر سکتا تھا تو کیا ہم نے تجھے زبان نہ دی تھی؟ ”وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ“ کہ چل تو مدد نہیں کر سکتا تو کسی کو تو کہہ دیتا، کسی کی تو توجہ دلا سکتا تھا، تجھے زبان دی ہے، دو ہونٹھ دیے ہیں، کیا مقصد ہے ان کا؟

عید کے دن کلیجہ پھٹتا ہے

تو ان چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، سوال ہو گا، تو نے مال کہاں خرچ کیا؟ عید کے دن کلیجہ پھٹتا ہے، ایک طرف ہم عید کی خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں اور ایک طرف غریبوں کے بچے روٹھ کر بیٹھے رہتے ہیں کہ اتنے پیسے دو گے تو ہم گھر سے جائیں گے، بچے تو بچے ہوتے ہیں، وہ تو کھیلنے کے لیے چاند بھی مانگ لیتے ہیں۔

چوڑی نہ ملی تو خودکشی کرلی

اس بچی کا واقعہ نہیں بھولتا، جس نے اپنے باپ سے کانچ کی چوڑیاں مانگی تھی، مگر بوڑھا غریب باپ اسے چوڑیاں نہ لا سکا، تو اگلے دن وہ بچی پھندے سے جھول گئی، اور مر گئی، وہ چھوٹی سی سات سال کی بچی نے خودکشی کر لیا، اس کا باپ اسے کانچ کی چوڑیاں نہ لے سکا، خودکشی بہت بری بات ہے لیکن اس پہلو پر ذرا غور کرو کہ اس کا باپ اس کی چھوٹی سی آرزو پورا کیوں نہ کر سکا؟ اس کی ماں کا کلیجہ پھٹتا نہ ہو گا؟

عالیشان محلوں میں رہنے والو! غریبوں کی جھوپڑیوں کو بھی دیکھو، بڑی بڑی کاروں میں گھومنے والو! پیدل چلنے والوں کے دکھوں کو بھی سمجھو، اپنے گھروں میں گھی کے چراغ جلانے والوں ان لوگوں کو بھی دیکھو، جو نان شبینہ کو ترستے ہیں، رات کو جن کے گھروں میں چولھا روشن نہیں ہوتا انہیں بھی دیکھو۔

مچھلی کا سر اور دم

ایک بزرگ فرماتے ہیں: عید کا دن تھا، بازار سے گزر رہا تھا، میں نے سوچا گھر کے لیے کچھ لیتا چلوں، تو میں مچھلی بازار چلا گیا، تو میں نے وہاں ایک عجیب منظر دیکھا جو آج تک نہ بھول سکا، فرماتے ہیں: میں نے دوکاندار سے کہا مجھے مچھلی دے دو، اس نے مچھلی اٹھا کر صاف کرنے لگا، جب اس نے اس کا سر کاٹا تو کاٹ کر ایک بالٹی میں ڈال دیا، اور اس مچھلی کی دم تھوڑی زیادہ کاٹ کر اسی بالٹی میں ڈال دیا، اس طرح جو بھی مچھلی وہ تیار کرتا تو سر اور دم اس بالٹی میں ڈالتا جاتا اور باقی غلاظت نیچے پھینکتا جاتا، مجھے تجسس تھا کہ یہ بالٹی میں کیوں ڈال رہا ہے؟ خیر تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اس نے اسے ۱۰ روپے دیے، دکاندار نے بالٹی میں ہاتھ ڈالا اور چند مچھلی کے سر اور دم نکال کے اسے دے دیا، میں حیران سا ہو گیا کہ یہ اس کا کیا کرے گا؟ سوچا کہ شاید کتے وغیرہ کو کھلانے کے لیے لیا ہو گا، لیکن اس کے باوجود تجسس بڑھتا گیا، مجھ سے نہ رہا گیا، میں اس کے پیچھے ہو لیا، اسے روک کر کہا، نوجوان! اسے کیا کرے گا؟ اس کی نظریں تھوڑی سی جھکی اور کہنے لگا اس کا شوربا بناؤں گا اس سے مچھلی کا مزہ مل جاتا ہے۔

پیارو! عید کے دن کی بات ہے

پیارو! عید کے دن کی بات ہے اور ہمارے معاشرے کی کہانی ہے اور جس معاشرے میں عید کے دن بھی لوگ اس طرح کی زندگی گزاریں گے تو وہ خوش تو نہ ہوں گے نا، وہ تو کہیں گے: ان محلات میں آگ لگ جائے، یہ محلات اور دنیا کی دیگر چیزیں کس کام کی، کہ ہمیں رات کا کھانا بھی میسر نہیں۔

غریبوں کو تو کوئی پوچھتا ہی نہیں

اللہ عزوجل قیامت کے دن اس شخص کو اپنے آگے سے ہٹنے نہ دے گا، جب تک یہ پوچھ نہ لے گا، "وَ فِيْمَا اَنْفَقَهُ" جو مال میں نے تجھے دیا تھا اسے کہاں خرچ کیا؟ آج جب افطار بھی کراتے ہیں تو یہ سوچ ہوتی ہے کہ فلاں سیٹھ صاحب بھی آجائے تو اچھا، غریبوں کو تو کوئی وہاں بھی نہیں پوچھتا جب ولیمہ ہوتا ہے تو اس میں بھی بڑے پیسے والوں کو دعوت دی جاتی ہے، کبھی غریبوں کا بھی خیال کیا۔

برا کھانا کون سا ہے؟

سنو! آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ" بدترین کھانا ولیمے کا کھانا ہے جس میں غریبوں کو نہ بلایا جائے بلکہ امیروں کو بلایا جائے۔ اللہ اکبر!

تو فرمایا، اللہ عزوجل بندے کو اتنی دیر تک اپنے سامنے سے ہٹنے نہیں دے گا، جب تک پوچھ نہ لے گا کہ تو نے خرچ کہاں کیا ہے؟

چوتھا سوال علم پر عمل کرنے کا ہوگا

(۴)۔۔۔"عَنْ عِلْمِهِ مَا ذَا عَمِلَ فِيْهِ" اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟

اور اللہ عزوجل بندے کو ہٹنے نہیں دے گا، جب تک یہ نہ پوچھ لے گا کہ تو نے اپنے علم پر عمل کہاں تک کیا، ممبر پر تو بولتا تھا، تیری خطابت کے چرچے تھے، کیا ان باتوں پر خود بھی عمل کرتا تھا، یا تیرا کردار کچھ اور تھا، لوگوں کے سامنے تیرا انداز کچھ اور ہوتا تھا اور تنہائی میں کچھ اور، اللہ عزوجل بندے سے پوچھے گا۔

اگر اس کے قول و عمل میں تضاد نہ ہوا تو ہاتھ باندھ کر عرض کرے گا: مالک! تیری توفیق سے تیرے دین کی خدمت کرتا تھا اور جتنا بن پڑا اس پر عمل پیرا بھی تھا۔

جس نے ممبر کی آبرو لوٹی ہوگی

لیکن اگر اس نے ممبر کی آبرو کو بیچا، اور چائے کی پیالی پر دین بیچتا رہا، اپنی آواز کے ذریعے دین کو تماشا بنا کر لوگوں سے مال کھینچتا رہا، دین کی باتیں بتانے پر پیسہ لیتا رہا، اگر کہیں کم ملتا تو جھگڑ کر لیتا رہا، ایسا شخص اس دن کیا جواب دے گا؟ یہاں تو دین کا مبلغ اور آقا کا ثناخواں کہلاتا رہا، مگر ذرا غور کر لے، قیامت کے دن تو کیا جواب دے گا؟

خطیبوں کی ہلاکت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا جن کی زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھی، میں نے کہا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی امت کے وہ فتنہ پرور خطیب ہیں جو زبان سے کچھ اور کہتے تھے اور ان کا عمل کچھ اور تھا۔

جب زبان اور دل میں مطابقت نہ ہو تو لفظ دل میں اترنے کا فن نہیں جانتے، ہواؤں میں اڑتی ہوئی تتلیوں کی طرح لفظ اپنا رنگ تو دکھاتے ہیں، مگر معنی کے نور سے خالی ہوتے ہیں، لیکن اگر جو ہم زبان سے بول رہے ہیں، اس پر ہمارا عمل پہلے سے موجود ہے تو لفظ ہوا میں بعد کو پھیلتے ہیں پہلے لوگوں کے من میں اجالے کر دیتے ہیں۔

تقریر فائدہ نہیں دیتی

حضرت شاہ نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص کی خاموشی فائدہ نہیں دیتی تو اس کی تقریر بھی فائدہ نہیں دیتی۔

آج کیا ہو گیا ہے؟ مسجدوں کی کمی تو نہیں ہے، آج خطیبوں کی خطابت کی کمی تو نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود دیکھئے عوام میں سدھار نہیں آرہا ہے، جس طرح پہلے بے نمازی تھے جلسہ و جلوس کے بعد بھی بے نمازی ہیں، ڈاکٹر اقبال لکھتا ہے:

حج زکوۃ سب کچھ ہیں باقی

پر　　　تو　　　باقی　　　نہیں　　　ہے

جوان نمازی بن گیا

آج ہم خود باقی نہیں رہے، وہ دور بھی دیکھئے کہ حضرت عمر فاروق اعظم کا دور ہے، ایک عورت مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتی ہے، ابھی عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا نہیں گیا تھا، تو اس عورت کے راستے میں ایک نوجوان آڑے آتا ہے، دو چار دن اس عورت نے دیکھا کہ یہ اپنے فعل سے باز نہیں آرہا، وہ عورت ایک دن کھڑی ہو گئی، کہا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں تیرا چاہنے والا ہوں، میرے دل میں تیرے لیے محبت کے بڑے جذبے ہیں، تیرے لیے آسمان سے تارے بھی توڑنے پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کروں گا، عورت نے کہا: ایسے تو میری کوئی شرط نہیں ہے لیکن اگر تو میرا بڑا چاہنے والا ہے تو میری ایک چھوٹی سی شرط ہے اگر تو نے پوری کر دی تو میں تیرے لیے حاضر ہوں، جوان نے کہا: وہ کیا؟ کہا: چالیس دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ لے، چالیسویں دن کی آخری نماز کے بعد میں تجھے یہیں ملوں گی، اس نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے، میں تو تیرے لیے بڑا کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں، یہ تو آسان سا عمل مل گیا۔

وہ نوجوان نمازیں شروع کر دی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پر سوز قراءت سنتا رہا، چالیسویں دن کی آخری نماز جب پڑھ کے پلٹنے لگا تو وہ عورت وہاں کھڑی تھی، یہ آنکھیں جھکا کر وہاں سے گزرنے لگا، اس نے کہا حسب وعدہ کھڑی ہوں، جوان نے کہا، کھڑی رہو، میرے دل کا تعلق عمر رضی اللہ عنہ نے میرے رب سے جوڑ دیا ہے، اب تم خیر سے کھڑی رہو، میں تمہاری جانب نظر التفات بھی نہیں کروں گا۔

میرے پیچھے چالیس سال نمازیں پڑھے

چالیس دن نمازیں پڑھیں تو من بدل گیا، اور میرے پیچھے کوئی چالیس سال نمازیں پڑھے اور پھر بھی نہ بدلے، تو مجھے سوچنے کی ضرورت ہے کہ نہیں۔

تو فرمایا عالم سے پوچھا جائے گا، کہ علم جانتا تھا اور لوگوں کو بیان کرتا تھا، بتا تو کتنا عامل تھا؟ جب تک اللہ عزوجل لوگوں سے یہ سوال کر نہ لے گا اس وقت تک ان کو اپنے سامنے سے ہٹنے نہ دے گا۔ اس دن ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا، صاحبو! زندگی کٹ رہی ہے، سانسوں کی مالا ٹوٹ کر گرنے والی ہے۔

"ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾" اس دن ایک ایک نعمت کے بارے میں سوال ہو گا۔

برف کا پگھلنا عبرت کا سبب ہے

امام رازی رضی اللہ عنہ نے بڑی خوبصورت بات فرمائی ہے کہ ایک شخص کہتا تھا: مجھے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ **ترجمہ کنز الایمان:** بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

کا مطلب سمجھ نہیں آرہا تھا، میں بازار گیا، وہاں ایک آدمی پھٹے پر بیٹھ کر برف بیچ رہا تھا، اور ساتھ یہ کہتا جاتا تھا "اِرْحَمُوْا اِرْحَمُوْا" لوگوں مجھ پر رحم کرو اور مجھ سے برف لے لو، اگر تم نے مجھ سے برف نہ خریدی تو میں نے نفع کیا کمانا ہے، میں نے جو پیسے لگائے ہیں وہ بھی ڈوب جائیں گے۔

کیونکہ برف کسی گاہک کا انتظار نہیں کرتا، کہا کہ جب اس نے یہ بات کہی تو مجھے اس آیت کا مطلب سمجھ میں آگیا، میں نے کہا کہ برف کی طرح ہم بھی اپنی سانسوں کو پگھلا رہے ہیں، اگر جلدی جلدی ان سانسوں کے ذریعے زندگی کا حسن خرید لیتے ہیں تو فائدہ ہی فائدہ، ورنہ خسارے میں پڑ کر عذاب نار کے حقدار ہو جائیں گے۔

تو پیارو! جلدی جلدی رب عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر کے اس کی عبادت میں لگ جاؤ۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

لہذا اپنی زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکیاں کرلو ورنہ زندگی کا یہ چراغ بجھ جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالی مجھے اور آپ کو اس سورت کا نور عطا کرے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆...☆...☆...☆

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے

☆... محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے مظہر ہیں

☆... جمیعِ عالم برائے مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

☆... امت کا معنیٰ اور اس کا مفہوم

☆... امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی؟

☆... اعلیٰ حضرت اور عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

☆... تفسیر سورۂ کوثر، محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم نے تم کو سب کچھ دے دیا

خطیب

مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مرتب

مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے مظہر ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (پ۲۶ الفتح ۲۹)

صَدَقَ اللّٰہُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درود شریف کی فضیلت

آج میں آپ کے سامنے درودِ پاک کی فضیلت میں ایسی حدیث پاک بیان کرنے لگا ہوں جس کو آپ نے بارہا سنا ہو گا، لیکن اس کے پیچھے جو راز پوشیدہ ہے اس کے بارے میں شاید ہی آپ کا خیال اور ذہن گیا ہو گا۔

حافظ محمد شرف الدین عبد المؤمن بن خلف دِمیاطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ'' میں اس حدیث کی تخریج کی ہے:

حضرت سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش نظر آرہے ہیں؟" فرمایا: "میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے عرض کیا کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ

عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا اور اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔" (مسند احمد، حدیث ابی طلحۃ، رقم ۱۶۴۵۲، ج۵، ص۵۰۹)

پس اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: درودِ پاک پڑھنے والے کو اللہ تعالی تین چیزیں عطا فرماتا ہے:

(۱)۔۔۔اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا یعنی اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔

(۲)۔۔۔دس گناہ جو اس نے ماضی میں کئے، مٹادے گا۔یعنی معاف ہو جائیں گے۔

(۳)۔۔۔اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔یعی جنت میں اس کے دس درجات بلند ہوں گے۔

اور ایک حدیث سنن نسائی کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھا اللہ عزوجل اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ مٹاتا ہے اور دس دَرَجات بُلند فرماتا ہے۔(نَسائی ص ۲۲۲ حدیث ۱۲۹۴)

دونوں حدیث میں فرق

پس اس حدیث کا مفہوم بھی وہی ہے جو ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تھا، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں دس نیکیاں ملنے کا ذکر تھا اور اس میں دس رحمتیں نازل کرنے کا تذکرہ ہے۔

یہ راز پوشیدہ ہے

درودِ پاک کی اس فضیلت میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں سب سے پہلے نیکیوں

کے ملنے ، پھر گناہوں کے مٹائے جانے،اور آخر میں درجات کے بلند ہونے کو کیوں بیان فرمایا؟ یعنی یہ ترتیب ہی کیوں؟اس کے برعکس یعنی الٹا کیوں نہیں؟

کہ پہلے گناہ کے مٹنے کو بیان کیا جاتا پھر نیکیوں کے ملنے اور آخر میں درجات کی بلندی کو بیان کیا جاتا، یا پہلے درجات کی بلندی، پھر گناہوں کے مٹنے اور آخر میں نیکیوں کے ملنے کا تذکرہ کیا جاتا، مگر اس ترتیب کو چھوڑ کر پہلے نیکیوں کے ملنے، پھر گناہوں کے مٹنے اور پھر آخر میں درجات کے بلند ہونے کو بیان کیا گیا۔اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پہلے زمانۂ حال میں ملنے اور پھر ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کی بھرپائی،اور پھر مستقبل میں درجات کی بلندی کی بات کی گئی ہے۔

توسوال ہوا

توسوال یہ ہے کہ اسلام کے جہاں ہر فرمان میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں،تو اس فرمان میں کون سی حکمت پوشیدہ اور چھپی ہوئی ہے؟

یہ تھا سوال،اب اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں، کہ اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے؟ تو پیارو! اس میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے،اور یہ حکمت انسانی حالت کے مطابق،اس کی نفسیات کے مطابق،اور عقل وشعور کے مطابق و موافق ہے،اور اس حکمت سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے نبی ﷺ کو معاشرے کی مکمل معرفت ہے،اور ان کا ایک ایک فرمان زندگی آفریں اور مشعلِ راہ ہے۔

انسان کی حالت وعادت

اس حکمت کو سمجھنے کے لئے پہلے انسان کی حالت وعادت کو سمجھنا پڑے گا،اور وہ یہ کہ ایک شخص جو کہ بڑا امیر وکبیر تھا، جس کے پاس بے شمار دولت تھی،اور وہ بڑے عالیشان محلات اور بے شمار جائداد کا مالک تھا، جن سے عیش وتنعم خوب جھلک رہا تھا، ہر وقت دروازے پر نوکروں کا جھرمٹ رہتا تھا۔

سب کچھ جاتا رہا

مگر یکایک فنا کا بادَل گرجا، آفت و مصیبت کی آندھی چلی اور دنیا میں تادیر خوشحال رہنے کی اُمیدیں خاک میں مل کر رہ گئی، اس کے مسرتوں اور شادمانیوں سے ہنستے بستے گھر کو تباہی نے آلیا، وقت کی مار ایسی پڑی کہ اس سے یہ ساری چیزیں جاتی رہیں، اور روشنیوں سے جگ مگاتے قُصُور (یعنی محلات) سے گھپ اندھیری جھوپڑی میں منتقل ہوگیا۔ کل تک اَہل وعیال کی رونقوں میں شاداں ومسرور تھا مگر آج لکڑی کی وَحشت ناک جھوپڑی اور تنہائیوں میں مغموم ورَنجور رہے، یعنی یوں کہہ لیجئے کہ کل کا کروڑپتی آج کاروڈپتی بن گیا، یہاں تک کہ ایک وقت کے کھانے کا کھانا، اور ستر چھپانے کے لئے کپڑا تک نہ رہا، بالکل کنگال وخستہ حال ہوگیا۔ بھوک وپیاس سے بیتاب ہے، جسم برہنہ ہے۔

اب اس کو کس چیز کی فکر ہوگی؟

اب آپ بتایئے! کیا اس کو اپنے ماضی کی فکر ہوگی، مستقبل کی فکر ہوگی، نہیں نا، وہ تو سوچے گا میرا ماضی درست ہو یا نہ ہو، میرا مستقبل صحیح ہو یا نہ ہو، میرا صرف حال صحیح ہو جائے، مجھے ابھی کچھ کھانے، پینے کو مل جائے، ستر چھپانے کو کپڑا مل جائے، نہ اس کو اپنے ماضی کی فکر اور نہ مستقبل کی، اگر فکر ہے تو اپنے زمانۂ حال کے درست ہونے کی فکر ہے۔

اب ماضی کی یاد ستائے گی

اچھا، اس کے کھانے پینے اور ستر چھپانے کا انتظام ہو گیا، اس کا حال درست ہو گیا، تو اب اس کے دل میں کیا خیال ہوگا؟ اب اس کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ میری ماضی میں ضائع ہونے والی دولت مل جائے، جو مجھے نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی ہو جائے، میرا کھویا ہوا وقار، اقتدار، افتخار، مل جائے، میرا ماضی درست ہو جائے۔ سب سے پہلے فکر تھی حال کی، جب حال درست ہوا، فوراً ماضی کی یاد ستانے لگی۔

اب مستقبل کی یاد ستائے گی

جناب چلو، اس کا ماضی بھی درست ہو جائے، اس کا لٹا ہوا تمام مال و دولت ، عزت و

وزارت، حکومت و صدارت سب واپس مل جائے، تو اب کیا ہو گا؟ اب اس کو فوراً اپنے مستقبل کی یاد ستائے گی، کہ اب میرا حال بھی درست ہو گیا، میرا ماضی بھی درست ہو گیا، اب مجھے اپنے مستقبل کو درست کرنا چاہیئے۔

انسان کی حالت کے پس منظر میں حدیث

آپ دیکھیں آدمی کو پہلے حال کی فکر، پھر ماضی کی فکر اور پھر مستقبل کی فکر ہوتی ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، اس کی عادت ہے، اب اسی قاعدہ اور قانون کو سامنے رکھ کر میرے نبی، آپ کے نبی، ہمارے نبی، اللہ کے نبی، آخری نبی، مکی مدنی ﷺ کا فرمان ملاحظہ کیجئے: ”جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزو جل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا اور اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔“

تینوں حالتیں درست

اللہ اکبر! نیکی کے ملنے کی بات پہلے کی، اور ملنا یہ زمانۂ حال کا درست ہونا ہے، پھر ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کو مٹانے کی بات کی، اور یہ پچھلے گناہ مٹانا، زمانۂ ماضی کا درست ہونا ہے، پھر آخر میں جنت کے اندر درجات کی بلندی کی بات کی، اور جنت ابھی نہیں ملے گی بلکہ وہ تو مستقبل میں ملے گی، لہٰذا یہ زمانۂ مستقبل کا درست ہونا ہے۔

اللہ اکبر! قربان جاؤں میں محمد عربی ﷺ پر، جو آپ پر درود پڑھتا ہے، آپ پر درود پڑھنے کی برکت سے پڑھنے والے کے تینوں حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اتنا ہی نہیں بلکہ اور کچھ

اور یہی نہیں، بلکہ آگے بھی فرمان موجود ہے، فرمایا: "اللہ تعالی اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔" اللہ اکبر! درودِ پاک پڑھنے والے پر رب عزوجل کی کتنی عطائیں ہیں کتنی کرم نوازیاں ہیں۔

برستا نہیں دیکھ کر اَبرِ رَحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے
اب آئی شفاعت کی سَاعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا

میرے آقا اعلی حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیُ نِعمت، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ المَرتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین وملّت، حامیِ سنّت، ماحِیِ بِدعت، عالِمِ شَرِیعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیرُ وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرحمٰن اپنے نعتیہ دیوان بنام "حدائقِ بخشش" میں لکھتے ہیں:

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
مُظہَرِ حق ہو تمہیں مُظہِرِ حق ہو تمہیں
تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروروں درود

آج کی نشست میں ان شاء اللہ عزوجل اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے اس شعر کے ضمن و ذیل میں کچھ باتیں بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں، اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں دعاہے کہ وہ ہمیں اپنے

محبوب ﷺ کی حقیقی محبت میں جینا مرنا نصیب فرمائے، اور ان کی برکتوں، رحمتوں سے ہم کنار فرمائے۔
آمین

اللہ تعالی کے تین ہزار نام

یوں تو اللہ تعالی کے تین ہزار نام ہیں، ایک ہزار نام فرشتوں کو بتائے گئے، ایک ہزار نام انبیائے کرام علیہم السلام کو بتائے گئے، اور تین سو نام تورات میں ہیں، تین سو نام زبور میں ہیں، اور تین سو نام انجیل میں، یہ کل دو ہزار نو سو ہوئے، اور ۹۹ نام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں مذکور ہیں، اب کل نام ۲۹۹۹ ہوئے، اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف اللہ پاک ہی جانتا ہے۔ (تفسیر نعیمی جلد اول ص ۴۱)

اللہ تعالی کے تین ناموں میں تین ہزار نام

لیکن "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم" میں حق تعالی کے جو تین نام آئے (۱)۔ اللہ (۲)۔ الرحمن (۳)۔ الرحیم۔ ان تین میں ان تین ہزار کے معنی پائے جاتے ہیں، لہذا جس نے ان تین ناموں سے حق تعالی کو یاد کیا گویا اس نے تمام ناموں سے اس کو یاد کیا۔ (تفسیر نعیمی جلد اول ص ۴۱)

اللہ تعالی کے مشہور و معروف نام

لیکن تین ہزار ناموں میں سے مشہور و معروف نام ۹۹ ہیں، جو کہ قرآن عظیم کے دامن میں موجود ہیں، اور ان تمام ناموں میں لفظِ "اللہ" حق تعالی کا ذاتی نام ہے، اور باقی نام صفاتی ہیں۔

ذاتی نام اسے کہتے ہیں جو کہ صرف ذات کو بتائے، اور صفاتی نام وہ کہلاتے ہیں جو کہ ذات کے ساتھ صفت کی طرف بھی اشارہ کریں۔

حضور ﷺ کے چودہ سو نام

اسی طرح حضور ﷺ کے اسمائے صفات (یعنی صفاتی نام) بے گنتی ہیں۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡغَنِی نے **پانچ سو** جمع فرمائے۔

(المواہب اللدنیہ، الفصل الاول فی ذکر اسمائہ الشریفۃ...الخ، ۱/۳۶۶ملخصًا)

سیرتِ شامی میں **تین سو** اور اضافہ کئے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا قول ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں لکھاہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے **چھ سو** اور ملائے، کل **چودہ سو** ہوئے اور حضور کے اسماہر طبقے میں مختلف ہیں اور ہر ہر جنس میں جدا گانہ ہیں، دریامیں اورنام ہیں، پہاڑوں میں اور''۔(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص۹۲)

لیکن مشہور و معروف نام ۹۹ ہیں، اور ان میں سے ذاتی نام صرف دو ہیں، آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللّٰہ کے مظہر ہیں

اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اپنی ذات و صفات کا مظہرِ اتم بنا کر انسان پر اپنی معرفت کی راہیں کھول دیں کہ جس نے رب عزوجل کے حسن و جمال اور قدرت کو دیکھنا ہو وہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو دیکھ لے۔

بے مثل خدا کا تو بے مثل پیمبر ہے
ظاہر تری ہستی سے اللہ کی یکتائی

لاشریک لہ کا مظہر بھی لاشریک لہ

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صفات الٰہی کے مَظْہَر ہیں اور خدا کی صفت بے مثلیت ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ پاک میں فرمایا: ''لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ'' لہٰذا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بے مثل ہیں۔ جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں مجھ سا کون ہے؟(''صحیح البخاری''، کتاب الصوم، الحدیث:۱۹۶۵، ج۱، ص۶۴۶)

(''صحیح مسلم''، کتاب الصیام، باب النھی عن الوصال فی الصوم، الحدیث:۵۷۔(۱۱۰۳)ص۵۵۵)

خدا اپنی خالقیت میں " لَاشَرِیْكَ لَهٗ" ہے اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنی عبدیت میں "لَاشَرِیْكَ لَهٗ" ہیں۔

امام بوصیری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: "مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ" حضور ﷺ اپنے محاسن میں شریک سے منزہ ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مَظہرِ حق ہو تمہیں مُظہِرِ حق ہو تمہیں
تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروروں درود

حق یہ ہے کہ رخسارِ محمدی ﷺ آئینہ جمالِ حق ہے اور خدوخالِ مصطفیٰ ﷺ مظہرِ حسنِ کبریا۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک کا انکار دوسرے کے اقرار کے ساتھ جمع ہو جائے۔ اگر حق کے ساتھ باطل، نور کے ساتھ ظلمت، کفر کے ساتھ اسلام کا اجتماع متصور ہو تو یہ بھی ممکن ہو گا۔ جب وہ محال ہے تو یہ بھی محال ہے۔

محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں، ذات میں، صفات میں، اسماء میں، افعال میں۔ لیکن آج کے بیان میں ان شاء اللہ عزوجل میں آپ کے سامنے یہ بیان کروں گا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے اسماء، اللہ کی صفات اور اللہ کے افعال کے مظہر کیسے ہیں؟

اسم محمد اسم اللہ کا مظہر ہے

حضور ﷺ کا ذاتی نام اسمِ محمد، اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام اسمِ اللہ کا مظہر ہے، اور یہ مظہر ہونا کئی طریقے سے ہے چنانچہ پہلا طریقہ ملاحظہ ہو:

مظہریت کا پہلا طریقہ

(۱)۔۔۔اسمِ اللہ میں چار حروف ہیں۔ا۔ل۔ل۔ہ۔

(۱)۔۔۔اسی طرح اسمِ محمد میں چار حروف ہیں۔م۔ح۔م۔د۔

چار میں عجب لطف ہے

اور اس چار میں عجب لطف اور رموز ہیں، چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی دیوانِ سالک میں لکھتے ہیں:

رُسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں
آتش و آب و خاک باد اِن ہی سے سب کا ہے ثبات
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

بڑے فرشتے چار ہیں: جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام۔ آسمانی کتابیں چار: تورات، زبور، انجیل، قرآن۔ طریقت اور شریعت دونوں کے چار سلسلہ: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی۔

پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی ترکیب آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے ہوئی، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دورِ نبوت ختم ہو کر سلسلہ ولایت باقی رہا اس مناسبت سے چار یار ہونے چاہیے تھے۔

مظہریت کا دوسرا طریقہ

دوسرا طریقہ ملاحظہ ہو:

(۲)۔۔۔اسمِ اللہ میں کوئی نقطہ والا حرف نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔اسمِ محمد میں بھی کوئی نقطہ والا حرف نہیں ہے۔

نقطہ عیب ہے

نقطہ عیب ہے، اور اللہ تعالی نے جس طرح اپنے نام کو عیب سے دور رکھا، اسی طرح اپنے محبوب ﷺ کے نام کو بھی عیب سے دور رکھا۔

خوب نام محمد ہے اے مؤمنو!
جس میں نقطہ بھی رب کو گوارا نہیں
نسبت مصطفی بھی بڑی چیز ہے
جس کی نسبت نہیں اس کی بخشش نہیں
خود خدا نے نبی سے فرما دیا
جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

مظہریت کا تیسرا طریقہ

اسمِ جلالت "اَللّٰہ" میں ایک "شد، دو حرکتیں اور ایک سکون ہے۔

اسی طرح لفظ "مُحَمَّدٌ "میں ایک شد، دو حرکتیں اور ایک سکون ہے۔

مظہریت کا چوتھا طریقہ

تیسرا طریقہ ملاحظہ ہو:

(۳)۔۔۔اسمِ اللہ میں ایک حرف مشدد ہے۔

(۳)۔۔۔اسمِ محمد میں ایک حرف مشدد ہے۔

مشدد حرف لانے کی حکمت

اور اسمِ محمد میں مشدد حرف کے لانے میں بھی بڑی حکمتیں ہیں، مشدد حرف مابعد کو ما قبل سے ملاتا ہے۔ اپنے سے ما قبل اور اپنے سے مابعد کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے ہوتا۔

پس ایک طرف اللہ کی ذات، جس کا ادراک کرنا ممکن نہیں، جس کی بلندی کی حد نہیں۔ اور دوسری طرف مخلوق جس کی پستی کی حد نہیں۔ پس "مُحَمَّد" کی حاء سے مراد حلیمِ حقیقی ہے، اور دال سے مراد عباد یعنی بندے ہیں۔ اور میم سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے۔

ایک طرف بلندی دوسری طرف پستی

اللہ کو بندہ دیکھ نہیں سکتا، اللہ کو بندہ چھو نہیں سکتا، اس کا ادراک نہیں کر سکتا، اس کی معرفت مشکل ہے، ایک طرف بلندیوں میں سب سے بلند تر ذات، دوسری طرف پستیوں میں سب سے پست تر ذات، دونوں کا ملاپ ہو تو کیسے؟ دونوں کے درمیان رابطہ ہو تو کیسے؟

انسان عالمِ حیرت میں زبانِ حال سے کہہ رہا تھا: الٰہی! تیری معرفت کی منزل تک کیسے پہنچوں؟ میں کمزور ضعیف البنیان اور پھر مجھے بہکانے کے لئے قدم قدم پر شیطان۔ وہ پریشان ہو کر سوچتا تھا کہ ضعف کو قوت سے کیا نسبت، امکان کو وجوب سے کیا واسطہ، محدود کو غیر محدود سے کیا علاقہ، کہاں حادث، کہاں قدیم، کہاں انسان کہاں رحمن، نہ اس کے حسن و جمال کی تجلیوں تک میری نگاہیں پہنچ سکتی ہیں، نہ میں اس کے دیدارِ جمال کی تاب لا سکتا ہوں۔

انسان اسی کش مکش میں تھا کہ

انسان اسی کش مکش میں مبتلا تھا کہ قدرت نے بروقت اس کی دستگیری فرمائی اور روحِ دو عالم حضرت محمد صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے آئینۂ وجود سے اپنے حسنِ لامحدود کی تجلیاں ظاہر فرما کر اپنی معرفت کی راہیں اس پر روشن کر دیں۔ پس رب نے درمیان میں محمد کو بھیج دیا، کہ مصطفی ﷺ

ادھر	اللہ	سے	واصل
ادھر	مخلوق	میں	شامل

پس مصطفی ﷺ کی ذات خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہے، تا کہ مخلوق کو اس کے خالق کا فیض مل سکے۔ کہ میم سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے جو خالق و مخلوق دونوں سے ملی ہوئی ہے، اسی طرح اسمِ محمد کی میم حاء اور دال دونوں سے ملی ہوئی ہے۔

مشدد حرف کو دو بار پڑھا جاتا ہے

مشدد حرف دو بار پڑھا جاتا ہے، ایک بار ما قبل سے مل کر اور دوسری بار ما بعد سے مل کر، جیسے کہ لفظِ "جَنَّتٌ" کہ نون کا تعلق جیم سے بھی ہے اور نون کا تعلق تاء سے بھی ہے، اور بیچ میں خود نون کا وجود، اگر تاء بلا واسطہ جیم سے ملنا چاہے تو نہیں مل سکتا، اگر جیم سے ملنا ہے تو نون کے واسطے سے ملنا پڑے گا، پس نون جیم کا فیض تاء تک پہنچا رہا ہے، اسی طرح اسمِ "مُحَمَّدٌ" کی میم کا تعلق حلیم کی ذات سے بھی ہے اور مخلوق سے بھی ہے۔

پس محمد ﷺ کی ذات نے مخلوق کا ربط اس کے خالق سے جوڑ دیا۔ کیونکہ محمد ﷺ:

ادھر	اللہ	سے	واصل
ادھر	مخلوق	میں	شامل

حرفِ میم ہی کو کیوں مشدد لایا گیا؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسمِ محمد میں میم ہی کو کیوں مشدد لایا گیا؟ حاء کو لے آتے، دال کو لے آتے، تو کیا قباحت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسمِ جلالت اللہ میں حرفِ لام مشدد ہے، اور اسمِ محمد میں حرفِ میم مشدد ہے، اور لام اور میم کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو حاء اور لام، حاء اور دال کے درمیان نہیں ہے، اور وہ تعلق یہ کہ حرفِ لام کا آخری حرف میم ہے، پس اگر حاء کو مشدد لاتے تو لام کے ساتھ حاء کا کوئی تعلق

نہیں، اور اگر دال کو مشدد لاتے تب بھی لام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس لئے حرفِ میم ہی کو مشدد لایا گیا کیونکہ لام اور میم کے درمیان ایک گہری مناسبت اور تعلق ہے۔ اللہ اکبر!

اسمِ اللّٰہ کہنے میں ہونٹھ نہیں ملتے

(۱)۔۔۔ لا الہ الا اللہ کہنے میں ہونٹھ نہیں ملتے۔

(۲)۔۔۔ اسمِ اللہ کہنے میں بھی ہونٹھ نہیں ملتے۔

ایسا کیوں؟ ایسا اس لئے کہ: لبوں کا نہ ملنا بوسہ نہ لے سکنا، اللہ کی شانِ تنزیہ ہے، اللہ کی ذات سب سے جدا ہے، وہ کسی کے مثل نہیں، اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا، کوئی اس سے مل نہیں سکتا، اور نہ وہ کسی میں مل سکتا ہے، پس جس طرح اس کی ذات سب سے جدا اور الگ ہے، ایسے ہی اس کے نام میں بھی ہونٹھ نہیں ملتے، اگر اس کے نام میں ہونٹھ ملتے تو ذات اور اسم میں مطابقت نہ ہوتی۔

اسمِ محمد کہنے میں ہونٹھ ملتے ہیں

مگر لفظِ ''محمد'' کہتے ہیں تو دونوں لَب مل جاتے ہیں، کہ وہ مخلوق کو خالِق سے ملانے ہی تو آئے ہیں، اگر ان کا واسطہ نہ ہو تو مخلوق خالِق سے بہت دُور رہے۔ تبھی تو مفتیٔ اعظم ہند کہتے ہیں:

یہ سیدھا راستہ حق کا بتانے آئے ہیں
یہ حق کے بندوں کو حق سے ملانے آئے ہیں

اور آپ کو جان کر تعجب ہوگا، کہ اسمِ محمد کہنے پر ہونٹھ ایک بار نہیں بلکہ دو بار آپس میں ملتے ہیں، آپ کہیں: محمد، آپ کے ہونٹھ پہلی بار پہلی میم کے وقت ملے، اور دوسری بار دوسری میم کے وقت ملے، اس دوبار ملنے میں بھی حکمت پوشیدہ ہے۔

دوبار ہونٹھ ملنے کی پہلی حکمت

(۱)۔۔۔پہلی حکمت تو یہ کہ محمد ﷺ پہلے تو اللہ سے ملے ہوئے ہیں، اور دوسرے مخلوق سے بھی ملے ہوئے ہیں، محمد ﷺ کا تعلق خالق سے بھی ہے اور خالق کی مخلوق سے بھی ہے، ان دونوں ربط اور تعلقات کی بناپر اسمِ محمد کہنے پر ہونٹھ دوبار آپس میں ملتے ہیں، کہ محمد ﷺ:

اُدھر	اللہ	سے	واصل
اِدھر	مخلوق	میں	شامل

دوبار ہونٹھ ملنے کی دوسری حکمت

(۲)۔۔۔اور دوسری حکمت یہ کہ: مخلوق نے جب اللہ تبارک و تعالی کی شان کو دیکھا تو اس کے گیت گانے لگی، اللہ سے محبت کرنے لگی، اور چاہا کی ایسے شان والے کو بوسہ دیا جائے، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا، کیونکہ اللہ کو دیکھا نہیں جاسکتا۔

توجواب آیا میرے بندو! میں عقل و خرد کے زاویوں سے ماوراہوں، جسم و جسمانیت کے حدود سے منزہ ہوں، مجھے دیکھ نہیں سکتے، مجھے احساس نہیں کر سکتے، مجھے چھو نہیں سکتے، مجھے ہاتھ نہیں لگاسکتے، اگر مجھے چومنے اور بوسہ دینے کی آرزو انگڑائی لے رہی ہے، اور بہت ہی بیتاب ہو تو کوئی بات نہیں، میرا مظہر میرا مصطفی ﷺ ہے، یہ خواہش ان کو چوم کر مٹالیا کرو۔

مولی تیرے محبوب کو ہم دیکھ نہیں سکتے، ہم کیا کریں؟

جواب آیا پریشان مت ہو، تمہیں بھی خالی ہاتھ جانے نہیں دوں گا، میرے محمد ﷺ کا نام لے کر اس شوق کو پورا کر لیا کرو، اور اپنی بیتابی کو بجھا لیا کرو۔ جب تم میرے محبوب ﷺ کا نام لوگے تمہارے ہونٹھ دوبار آپس میں ملیں گے:

ایک بار تعظیم خدا کے لئے	دوسری بار تعظیمِ مصطفی ﷺ کے لئے
ایک بار شکرِ الہی کے لئے	دوسری بار شکرِ مصطفی ﷺ کے لئے

ایک بار حسنِ الوہیت کے لئے	دوسری بار حسنِ محمدیت ﷺ کے لئے
ایک بار الوہیت کی بلندی کے لئے	دوسری بار عبدیت کی بلندی کے لئے
ایک بار محبیت کے لئے	دوسری بار محبوبیت کے لئے

محمد مصطفیٰ ﷺ کی دو شان ہیں: (۱) ایک شان یہ کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور شانِ محمدیت کا شانِ الوہیت کے ساتھ ربط کا ہونا ہے۔ (۲) اور دوسری شان یہ کہ آپ ﷺ مخلوق کے ساتھ مربوط ہیں۔

لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب منہ میں گُھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چُوم لیا کرتے ہیں
اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گِرا کرتے ہیں
اپنے دِل کا ہے اُنہیں سے آرام سونپے ہیں اپنے اُنہیں کو سَب کام
لو لگی ہے کہ اب اس دَر کے غلام چارۂ دردِ رضا کرتے ہیں

مظہریت کا پانچواں طریقہ

(۴)۔۔۔اسمِ اللہ تو ہے ہی با معنی جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ (پ۳، البقرہ ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔

مگر اسمِ اللہ سے ایک ایک حرف ہٹاتے جایئے، پھر بھی با معنی لفظ رہے گا۔ یہ خاصیت کسی اور نام میں نہیں ہے، مثلاً:

حرفوں کو حذف کرنے بعد بھی با معنی

(۱)۔۔۔اسمِ اللہ سے الف ہٹایئے تو ''لِلّٰہِ'' بچا، جس کا معنی ہے اللہ کے لئے۔ قرآن پاک میں آیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱) (پ۱، الفاتحہ ۱)

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

(۲)۔۔۔اسمِ اللہ سے ایک لام ہٹایئے، اور الف لگایئے، تو ''اِلٰہٌ'' بچا، جس کا معنی ہے معبود۔ جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ(۱۶۳) ۔(پ۲، البقرہ ۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا

(۳)۔۔۔اسمِ اللہ سے الف اور ایک لام کو ہٹایئے، تو ''لَہٗ'' بچا، جس کا معنی ہے اس کے لئے۔ یہ بھی قرآن پاک میں اللہ کے لئے آیا ہے:

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔(پ۳ البقرہ ۲۵۵)

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔

(۴)۔۔۔اسمِ اللہ سے الف اور دونوں لام کو ہٹایئے، تو ''ہٗ'' بچا، یہ بھی اللہ کا نام ہے، جس کا معنی ہے تو ہی تو۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ''سامانِ بخشش'' میں لکھتے ہیں:

قلب کو اُس کی رُویت کی ہے آرزو
جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سُبْحٰنَهٗ
عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو
اللہ اللہ اللہ اللہ

اسی طرح اسمِ محمد تو ہے ہی با معنی مگر اسمِ محمد سے ایک ایک حرف ہٹاتے جایئے، پھر بھی با معنی لفظ رہے گا۔

(۱)۔۔۔اسمِ محمد سے میم کو ہٹایئے،تو''حَمْدٌ''بچا، جس کا معنی ہے تعریف۔

(۲)۔۔۔اسمِ محمد سے حاء کو ہٹایئے،اور میم کو لگایئے،تو'' مُمِدٌّ ''بچا، جس کا معنی ہے مدد کرنے والا۔

(۳)۔۔۔اسمِ محمد سے میم اور حاء دونوں کو ہٹایئے،تو''مَدٌّ''بچا، جس کا معنی ہے''کھینچنا، یعنی مخلوق کو کھینچ کر خالق تک پہنچانا''۔

(۴)۔۔۔اسمِ محمد سے پہلی میم ،حاء اور دوسری میم کو ہٹایئے،تو دال بچا،اور''دَالٌّ''کا معنی ہے رہنمائی کرنے والا۔

پس اسمِ محمد مٹتے مٹتے بھی اللہ کی ذات کی طرف رہنمائی کر رہا ہے،اور ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہے کہ وہ ہے:

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے
تلاش اُس کو نہ کر بتوں میں
وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن
بنا رہا ہے وہی خدا ہے

ایسی خصوصیت کسی اور نام میں نہیں

جو خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب ﷺ کے نام میں رکھی ہے وہ خصوصیت کسی اور نام میں نہیں رکھی، مثلاً میرا نام "شفیق" ہے، جس کا معنی بھی ہے، شفقت کرنے والا، مگر آپ اس سے شین کو ہٹائیے تو فیق بچا، جس کا کوئی معنی نہیں، پھر قاف کو بھی ہٹائیے تو "یق" بچا، اس کا بھی کوئی معنی نہیں، پھر یاء کو بھی ہٹائیے تو صرف "قاف" بچا جس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اللہ اکبر!

صفات محمد ﷺ صفات خدا کا مظہر

آپ اسمِ محمد ﷺ میں اسمِ اللہ کی مظہریت ملاحظہ کر چکے، اب دیکھئے کہ صفاتِ محمد ﷺ میں صفاتِ الٰہی کی مظہریت کیسی ہے۔

آپ قرآن پاک کو اٹھا کر دیکھئے، قرآن پاک کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ لکھے ہیں اور قرآن پاک کے آخر میں محمد ﷺ کے اسمائے حسنیٰ لکھے ہیں، اس میں آپ دیکھیں گے کہ جو صفاتی نام اللہ کے ہیں وہی صفاتی نام محمد ﷺ کے بھی ہیں۔ چنانچہ:

اللہ رحیم ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی رحیم ہیں   اللہ کریم ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی کریم ہیں

اللہ ناصر ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی ناصر ہیں   اللہ رؤوف ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی رؤوف ہیں

اللہ ہادی ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی ہادی ہیں   اللہ شافی ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی شافی ہیں

اللہ مؤمن ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی مؤمن ہیں اللہ اول ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی اول ہیں

اللہ ظاہر ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی ظاہر ہیں   اللہ باطن ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی باطن ہیں

اللہ عزیز ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی عزیز ہیں   اللہ شکور ہے۔۔۔۔۔۔ محمد ﷺ بھی شکور ہیں

تبھی تو اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت علیہ رحمۃ اللہ العزت بریلی کی سرزمین سے پکار کر کہتے ہیں:

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ میں اس معاملے میں اپنی تحقیق نہیں پیش کر رہا، اگر آپ کو یقین نہ ہو تو آپ قرآن پاک میں دیکھ سکتے ہیں۔

اللّٰہ پاک نے اپنے نام عطا فرمائے

اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اپنے ناموں میں سے کثیر نام عطا فرمائے۔ (الشفا، ج۱، ص۲۳۶)

اللّٰہ کریم نے اپنے ناموں میں سے کتنے نام عطا فرمائے؟

اللہ کریم نے اپنے پیارے پیارے ناموں یعنی اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی میں سے اپنے محبوب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو کتنے نام عطا فرمائے، اس سے متعلق علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ:

رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْن مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے سڑسٹھ (۶۷) نام بیان فرمائے جبکہ امام جلالُ الدّین سُیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ستّر (۷۰) نام عطا ہونے کا قول اختیار فرمایا۔ (انموذج اللبیب، ص۲۸)

شیخ عبدالکریم جیلی شافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اَلْکَمَالَاتُ الْاِلٰھِیَّۃُ فِی الصِّفَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃ "میں تیسرے باب کا نام رکھا: اِتِّصَافُ مُحَمَّدٍ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بِالْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ الْاِلٰھِیَّۃِ (یعنی محمدِ عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اللہ پاک کے ناموں اور صفات سے مُتَّصِف ہونا) اور اس میں اللہ کریم کے کثیر نام دلیل کے ساتھ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے ثابت فرمائے۔ امام یوسف بن اسماعیل نَبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سے اللہ کریم کے 99 نام دلیل کے ساتھ حضورِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے نقل فرمائے۔ (جواہر البحار، ج۱، ص۲۷۵)

خوف ہے گر کچھ روزِ جزا کا دل پہ جما کر نام خدا کا
وِرد کرو اسمائے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْن مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:(اللہ پاک نے) کسی پیغمبر کو ایک اسم (نام) اور کسی کو دو تین اسم اپنے اَسمائے شریفہ (یعنی مبارک ناموں میں) سے دیئے مثلاً اسماعیل و اسحاق (علیھما الصَّلٰوۃ وَالسَّلام) کو عَلِیْم اور حَلِیْم، ابراہیم (علیہ السَّلام) کو حَلِیْم اور نوح (علیہ السَّلام) کو شَکُوْر اور موسیٰ (علیہ السَّلام) کو کَرِیْم اور یوسف (علیہ السَّلام) کو حَفِیْظ اور یحییٰ (علیہ السَّلام) اور عیسیٰ (علیہ السَّلام) کو بَرّ فرمایا، محمد صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کو سڑسٹھ (٦٧) اسم اپنے اَسْمَائے مُتَبَرَّکہ (یعنی برکت والے ناموں میں) سے عِنایت کیے (جو یہ ہیں): (١) حَکِیْم (٢) رَحِیْم (٣) سَلَام (٤) مُؤْمِن (٥) مُھَیْمِن (٦) عَزِیْز (٧) جَبَّار (٨) فَتَّاح (٩) عَلِیْم (١٠) رَافِع (١١) سَمِیْع (١٢) بَصِیْر (١٣) عَدْل (١٤) خَبِیْر (١٥) حَلِیْم (١٦) عَظِیْم (١٧) غَفُوْر (١٨) شَکُوْر (١٩) عَلِی (٢٠) حَفِیْظ (٢١) حَبِیْب (٢٢) کَرِیْم (٢٣) رَقِیْب (٢٤) مُجِیْب (٢٥) وَاسِع (٢٦) حَکَم (٢٧) شَھِیْد (٢٨) حَق (٢٩) وَکِیْل (٣٠) قَوِی (٣١) مَتِیْن (٣٢) وَلِی (٣٣) حَمِیْد (٣٤) مَاجِد (٣٥) اَوَّل (٣٦) آخِر (٣٧) ظَاھِر (٣٨) بَاطِن (٣٩) بَرّ (٤٠) عَفُوّ (٤١) رَءُوْف (٤٢) مُقْسِط (٤٣) جَامِع (٤٤) غَنِی (٤٥) مُعْطِی (٤٦) نُوْر (٤٧) ھَادِی (٤٨) رَشِیْد (٤٩) صَبُوْر (٥٠) قَائِم (٥١) حَافِظ (٥٢) ذُوالْقُوَّۃ (٥٣) ذُوالْفَضْل (٥٤) کَفِیْل (٥٥) شَاکِر (٥٦) قَرِیْب (٥٧) مُبِیْن (٥٨) بُرْھَان (٥٩) مُنِیْب (٦٠) کَافِی (٦١) عَالِم (٦٢) نَصِیْر (٦٣) صَادِق (٦٤) اَحَد (٦٥) مُنِیْر (٦٦) وَافِی (٦٧) اَکْرَم۔ (سرور القلوب، ص٣١٨)

افعالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افعالِ خدا کا مظہر

آپ اسمِ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اسمِ اللہ کی مظہریت، اور صفاتِ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں صفاتِ الٰہی کی مظہریت ملاحظہ کر چکے، اب دیکھئے کہ افعالِ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں افعالِ الٰہی کی مظہریت کیسی ہے۔ چنانچہ:

افعال میں مظہریت کی پہلی مثال

(۱)۔۔۔اللہ تبارک و تعالی نے قرآنِ پاک کے پارہ ۹ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۱۷ میں ارشاد فرمایا:

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (پ۹ الانفال ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق جمہور مفسرین کا مختار قول یہ ہے کہ جب جنگ حنین میں کفار اور مسلمانوں کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوئیں تو رسولِ اکرم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ایک مٹھی خاک کافروں کے چہرے پر ماری اور فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْه ''یعنی ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُم بڑھ کر انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ پاک نازل فرمائی۔

(تفسیر طبری، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۷، ۶ / ۲۰۳، قرطبی، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۷، ۴ / ۲۷۶، الجزء السابع)

اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ مصطفی ﷺ نے اپنی مٹھی میں خاک لے کر کفار کی طرف پھینکی، مگر اللہ تعالی فرما رہا ہے: اے محبوب ﷺ وہ خاک جو آپ نے پھینکی، آپ نے نہیں پھینکی، بلکہ وہ تو اللہ نے پھینکی ہے۔ اللہ اکبر! یہاں پر فعل مصطفی ﷺ کا ہے مگر رب عزوجل مصطفی ﷺ کے فعل کو اپنا فعل ارشاد فرمارہا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کی منظر کشی کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

افعال میں مظہریت کی دوسری مثال

(۲)۔۔۔اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔(پ۲۶ الفتح ۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر محمدِ مصطفی ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی، جس کو بیعتِ رضوان بھی کہا جاتا ہے، پس بیعت لیتے وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے رب کائنات نے فرمایا: محبوب ﷺ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، یعنی محبوب ﷺ کی بیعت کرنے کو اپنا بیعت کرنا بتایا، اور پھر فرمایا: "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ" بیعت لینے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، حالانکہ ہاتھ محبوب ﷺ کا تھا، لیکن فرمایا: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

پس اس مقام پر بھی اللہ نے مصطفی ﷺ کے فعل کو اپنے فعل کا مظہر قرار دیا۔

افعال میں مظہریت کی تیسری مثال

(۳)۔۔۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۴)۔ (پ۲۷، النجم ۳۔۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے۔

اس مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: محبوب ﷺ! آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، جو فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہوتی ہے اور اس میں حضور ﷺ کے خُلقِ عظیم اور آپ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔

اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ذات و صفات و افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا تجلّیِ ربّانی کا یہ استیلائے تام ہوا، کہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔

پس اس آیتِ کریمہ میں پہلے اس بات کی نفی کی گئی کہ "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی" محبوب ﷺ! آپ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہی نہیں، ہاں "اِنۡ هُوَ" جو بھی آپ کہتے ہیں، "وَحۡیٌ یُّوۡحٰی" وہ تو میری وحی ہوتی ہے۔ اللہ اکبر!

یہاں پر بھی فعلِ مصطفی ﷺ کو اپنا فعل ٹھہرایا۔ پس مصطفی جانِ رحمت ﷺ اللہ رب العزت کی عظمت و شان کے مظہرِ کامل و اکمل ہیں گویا وحدت کے جلوے کثرت میں نظر آرہے ہیں، کیا شان ہے محبوب خدا ﷺ کی:

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایا نہیں ہے
اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے
کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

تبھی تو شاعر کہتا ہے:

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہو

مصطفی ﷺ کو خدا نہ جانو اور خدا سے جدا بھی نہ جانو، اور اگر پوچھو کہ مصطفی ﷺ کیا ہیں؟ تو سنو:

اگر خاموش رہوں میں تو تو ہی ہے سب کچھ

اگر کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

ہر چیز میں محمد ﷺ کا نور ہے

پس ہر گل، ہر شجر، بلکہ دنیا کی ہر چیز میں محمد ﷺ کا نور ہے، اور شانِ احمدی کا ظہور ہے۔ یہ باتیں حقیقت پر مبنی ہیں، لیکن یہ ساری چیزیں اس کو دکھائی دیتی ہیں جو بینائی والا ہے، اور بینائی سے مراد آنکھ کی بینائی نہیں بلکہ دل کی بینائی ہے، ڈاکٹر اقبال کہتا ہے:

دل بینا بھی کر طلب خدا سے
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں ہوتا

اور دوسرا شاعر کہتا ہے:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

یہ راہ ہی الگ ہے، اس کا دستور ہی جدا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ دنیا کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ اللہ و رسول کا معاملہ ہے، دنیا کا معاملہ تو یہ ہے کہ ترازو کا پلڑا بھاری ہو تو وہ نیچے کو آتا ہے، اور قیامت میں میزان کا جو پلڑا بھاری ہو گا وہ اوپر کو اٹھے گا۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق

دنیا میں کسی کو دیکھنے اور اس کی زیارت کرنے کے لئے آنکھوں کو کھولنا پڑتا ہے، جبکہ اللہ اور رسول ﷺ کے جلوئں کو دیکھنے کے لئے آنکھوں کو بند کرنا پڑتا ہے۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

تو یہ دیکھنے کی بات ہے جو مصطفی ﷺ کے جلوے دیکھ لیتا ہے تو وہ یوں کہتا ہے:

نہ کوئی ماہ وَش تم سا نہ کوئی مَہ جَبِیں تم سا
حَسِینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوبِ خُدا تم ہو

میں صدقے اَنبیاء کے یوں تو محبوب ہیں لیکن
جوسب پیاروں سے پیارا ہے وہ محبوبِ خدا تم ہو

حسینوں میں تمہیں تم ہو نَبِیُّوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوبِ خُدا تم ہو نَبِیُّ الْاَنْبِیَآء تم ہو

تمہارے حُسنِ رنگیں کی جھلک ہے سب حَسِینُوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہارِ جانفزا تم ہو

زمیں میں ہے چمک کس کی فلک پر ہے جھلک کس کی
مَہ خورشید سَیّاروں ستاروں کی ضِیا تم ہو

وہ لَا ثَانِی ہو تم آقا نہیں ثَانِی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

جب تک دیکھا نہ تھا

جب حضرتِ یوسف علیہ السلام کو عزیزِ مصر نے بازارِ مصر سے خرید کر گھر لایا، اور حضرت زلیخا نے جب حسنِ یوسفی کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئیں، اس پر اشرافِ مصر کی عورتوں نے زلیخا کو طعنہ دیا کہ اتنی حسین و جمیل ہونے کے باوجود ایک غلام کو دل دے بیٹھی، بھلا غلام کو بھی دل دیا جاتا ہے۔

جب زلیخا نے سنا کہ اَشرافِ مصر کی عورتیں اسے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی محبت پر ملامت کرتی ہیں تو اس نے چاہا کہ وہ اپنا عذر ان کے سامنے ظاہر کر دے۔

چنانچہ اس کے لئے زلیخا نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اس دعوت میں اشرافِ مصر کی چالیس

عورتوں کو مدعو کرلیا، ان میں وہ سب عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اس پر ملامت کی تھی، زلیخا نے ان عورتوں کو بہت عزت و احترام کے ساتھ مہمان بنایا اور ان کیلئے نہایت پر تکلف نشستیں تیار کردیں، جن پر وہ بہت عزت و آرام سے تکیے لگا کر بیٹھیں، دستر خوان بچھائے گئے اور طرح طرح کے کھانے اور میوے اس پر چنے گئے۔ پھر زلیخا نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دیدی تاکہ وہ اس سے کھانے کے لئے گوشت کاٹیں اور میوے تراش لیں، اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی کہ ”آپ ان عورتوں کے سامنے نکل آیئے۔ پہلے تو آپ نے اس سے انکار کیا لیکن جب اِصرار و تاکید زیادہ ہوئی تو تشریف لے آئے، جب عورتوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا تو ان کی بڑائی پکار اُٹھیں کیونکہ انہوں نے اس عالَم افروز جمال کے ساتھ نبوت و رسالت کے اَنوار، عاجزی و اِنکساری کے آثار، شاہانہ ہَیبت واِقتدار اور کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور حسین و جمیل صورتوں کی طرف سے بے نیازی کی شان دیکھی تو تعجب میں آگئیں اور آپ کی عظمت وہیبت دلوں میں بھر گئی اور حسن و جمال نے ایسا وارفتہ کیا کہ ان عورتوں کو خود سے فراموشی ہوگئی اور ان کے حسن و جمال میں گم ہو کر پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا اصلاً احساس نہ ہوا۔ وہ پکار اٹھیں ” وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا “ کہ سُبْحَانَ اللہ، یہ کوئی انسان نہیں ہے کہ ایسا حسن و جمال انسانوں میں دیکھا ہی نہیں گیا” اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ “ یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔

(خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳ / ۱۷۱۸، تفسیر کبیر، یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۶ / ۴۴۸، ملتقطاً)

اللہ اکبر! جب تک دیکھا نہ تھا تو غلام غلام کی رٹ تھی اور اب جب دیکھ لیا تو بشر ہونے کا ہی انکار کر دیا، کہ یہ کوئی بشر ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

جنہوں نے دیکھا اور نہیں دیکھا

(۱)۔۔۔ پس اسی طرح مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان جنہوں نے دیکھی نہیں، انہوں نے کہا: محمد بشر ہیں۔

اور جنہوں نے مصطفی ﷺ کی شان و عظمت کو دیکھا، انہوں نے کہا:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(۲)۔۔۔ مصطفی ﷺ کی شان جنہوں نے دیکھی نہیں، انہوں نے کہا ہمارے جیسے ہیں۔

اور جنہوں نے مصطفی ﷺ کی شان دیکھی تو انہوں نے کہا:

آقاؤں کے آقا سے بندوں کو ہو کیا نسبت

تم اپنے جیسا کہتے ہو، اپنا بڑا بھائی کہتے ہو، معاذ اللہ، سنو!

آقاؤں کے آقا سے بندوں کو ہو کیا نسبت
اَحمق ہے جو کہتا ہے آقا کو بڑا بھائی
بے مثل خدا کا تو بے مثل پیمبر ہے
ظاہر تری ہستی سے اللہ کی یکتائی

(۳)۔۔۔ شانِ مصطفی ﷺ جنہوں نے دیکھی نہیں، انہوں نے کہا: مر کر مٹی میں مل گئے۔ معاذ اللہ

اور جنہوں نے دیکھا، انہوں نے کہا:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشمِ عالَم سے چھُپ جانے والے

(۴)۔۔۔شانِ مصطفی ﷺ جنہوں نے دیکھی نہیں، انہوں نے معاذ اللہ مصطفی ﷺ کی ذات میں، صفات میں، اوصاف میں، کمالات میں، تصرفات میں، عیب نکالے، تنقیصِ شان کی ہر ممکن کوششیں کیں۔

لیکن جنہوں نے ذاتِ مصطفی ﷺ کے جلوے دیکھیں، اوصاف و کمالات کے سمندر دیکھے، حسن و جمال کے درخشندہ چاند دیکھے، وہ زندگی بھر کہتے رہے:

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

"وہ کمالِ حسن حضور ہے" کمال کے معنیٰ ہیں پورا ہونا کمپلیٹ ہونا، یعنی میرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حسن یعنی خوبصورتی ایسی کامل و اکمل ہے کہ اِس میں خامی ہونا تو کجا اس میں تو خامی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور دُنیا میں جتنی بھی شمع ہیں سب میں دُھواں ہوتا ہے اور یہی دُھواں اس شمع کا عیب ہے کہ اگر کوئی بھی چمک دار کپڑا اس دُھوئیں کے قریب ہو تو تھوڑی ہی دیر میں اس پر سیاہ دَھبا آجائے گا۔ یوں ہی پھول کے اِرد گرد کانٹے ہوتے ہیں جو اپنے چھونے والے کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، لیکن قربان جائیں میرے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ شمع ہیں جس میں کوئی دُھواں نہیں اور وہ پھول ہیں کہ جس میں کوئی کانٹا نہیں۔

(۵)۔۔۔جن کی آنکھیں اندھی ہیں جس کی وجہ سے تصرفاتِ مصطفی ﷺ اور حکومتِ مصطفی ﷺ کو دیکھا نہیں، انہوں نے کہا: جس کا نام محمد ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہوتا۔

اور جنہوں نے تصرفاتِ مصطفی ﷺ، اور حکومتِ مصطفی ﷺ کے نظارے کئے، انہوں نے کہا:

تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا

تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

(۲)۔۔۔شانِ مصطفی ﷺ جنہوں نے دیکھی نہیں، انہوں نے کہا: انبیاء اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ معاذ اللہ

اور جنہوں نے دیکھا، انہوں نے کہا:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالَم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
محمدؐ برائے جنابِ الٰہی!
جنابِ الٰہی برائے محمدؐ
خدا اُن کو کِس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لِقائے محمدؐ

تم کہتے ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں انبیائے کرام کی شان و مرتبہ ایک چمار کے مثال ہے معاذاللہ! دیکھو! آنکھیں کھول کر دیکھو! ساری مخلوق اللہ کی رضا چاہتی ہے، لیکن اللہ میرے مصطفی ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالَم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

بات ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی

اللہ اکبر! بات ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی، وقت کے دامن میں اتنی گنجائش بھی نہیں، ورنہ دل تو کرتا ہے کہ بس یہیں گھومتے رہو، شان و عظمتِ مصطفی ﷺ کے نظارے کرتے رہو، اور اپنے قلب و جگر

کو تسکین دیتے رہو۔

اللہ اکبر! جب تک دیکھا نہ تھا تو غلام غلام کی رٹ تھی اور اب جب دیکھ لیا تو بشر ہونے کا ہی انکار کر دیا، "حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ" کہ یہ کوئی بشر ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے کمال کر دیا

جب حسنِ یوسف علیہ السلام کا حال یہ ہے تو حسنِ محمد ﷺ اور جمالِ محمد ﷺ کا عالم کیا ہو گا؟

اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس واقعے کی طرف اشارہ کر کے بڑے حسین انداز میں شانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں کمال کر دیا، اور کہتے ہیں: حسنِ یوسف کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو بے اختیار ہو کر بغیر ارادے کے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں، اے میرے آقا ﷺ آپ کے حسن و جمال کا عالم تو کیا ہو گا، جبکہ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ہی ایسا ہے کہ عرب کے جوان آپ کے نام پر اپنے سر کٹا رہے ہیں، اور تا قیامت کٹاتے رہیں گے۔

دونوں میں تقابل کتنا حسین ہے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بڑا ہی معرکۃ الآراء اور فصاحت و بلاغت کی جان ہے، ذرا حسنِ یوسف اور اسمِ محمد ﷺ میں تقابل ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔اُدھر سراپائے یوسف ہے۔ اِدھر نامِ محمد ﷺ ہے۔

(۲)۔۔۔اُدھر بلا ارادہ کٹنا۔ اِدھر ارادے سے کٹانا۔

(۳)۔۔۔اُدھر مصر کی عورتیں۔ اِدھر عرب کے مرد۔

(۴)۔۔۔اُدھر صرف انگلیاں۔ اِدھر پورا سر۔

(۵)۔۔۔اُدھر صرف ایک بار۔ اِدھر ہر وقت بلکہ قیامت تک۔

اللہ اکبر! کیسا تقابل ہے:

سُبْحٰنَ اللہ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جالڑیاں

حسن یوسف اور حسن محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم میں فرق

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا اور ان کا حسن ظاہر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن کو اپنے جلال کے پردوں میں نہیں چھپایا، اسی لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حسن کا نظارہ کر کے عورتیں فتنے میں مبتلا ہو گئیں، جبکہ حبیبِ پروردگار صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کو کامل حسن عطا کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے جمال کو اپنے جلال کے پردوں میں چھپا دیا تھا، جس کی وجہ سے آپ کا حسنِ کامل دیکھ کر بھی کوئی عورت فتنے میں مبتلا نہ ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے سراپا اَقدس کی تفصیلات بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی نہیں بلکہ چھوٹے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے منقول ہیں، کیونکہ بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کی ہیبت و جلال اس قدر تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کی طرف نظر نہ اٹھا سکتے تھے۔

(صاوی، یوسف، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳ / ۹۴۸، ملخصاً)

خصائصِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

اب میں آپ کے سامنے خصائص مصطفی ﷺ کے متعلق کچھ باتیں رکھنا چاہوں گا تا کہ حضور ﷺ کی محبت میں مزید اضافہ ہو چنانچہ:

اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو ایسے بے شمار اوصاف اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کے حصّے میں نہیں آئیں، ان اوصاف اور خوبیوں کو "خصائصِ مصطفیٰ" کہا جاتا ہے۔ سیرتِ نبوی کے مختلف پہلوؤں کی طرح علمائے کرام رحمھم اللہ السَّلام نے اس موضوع پر بھی کثیر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، مثلاً اسلامی تاریخ کے عظیم مُحَدِّث امام جلالُ الدّین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی (سالِ وفات: ۹۱۱ ہجری) نے ۲۰ سال تک بڑی محنت سے حدیث وغیرہ کی کتابوں سے خصائصِ مصطفیٰ تلاش کئے، پھر "اَلْخَصَائِصُ الْکُبْرٰی" اور "اُنْمُوْذَجُ اللَّبِیْب فِی خَصَائِصِ الْحَبِیْب" نامی دو لاجواب کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سرکارِ نامدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ایک ہزار سے زیادہ خصائص نقل فرمائے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن نے اس موضوع پر "اَلْبَحْثُ الْفَاحِص عَنْ طُرُقِ اَحَادِیْثِ الْخَصَائِص نامی رسالہ تصنیف فرمایا۔

خصائصِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کتنے ہیں؟

خصائصِ مصطفےٰ کی حقیقی تعداد تو دینے والا ربِّ رحیم جانتا ہے یا لینے والے رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ان کے فضائل نامَقصور اور خصائص نامَحصور (یعنی آپ کے فضائل میں کوئی کمی نہیں اور خصائص اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے)، بلکہ حقیقۃً ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عُموماً اِطلاقاً انہیں تمام انبیاء مرسلین وخَلْقِ اللہ اجمعین (اللہ پاک کی تمام مخلوق) پر تفضیلِ تام وعام مطلق (یعنی ہر طرح کی برتری حاصل) ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب انہیں سے ملا اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۱۴)

اِسے تُو جانے یا خدا جانے
پیشِ حق رُتبہ کیا ہوا تیرا

اور ان خصائص میں سے کچھ حضور ﷺ کے نامِ مبارک کے متعلق خصائص بھی ہیں ان میں سے بعض یہ بھی ہے کہ:

خصوصیت مصطفی ﷺ رب کی طرف سے نام

(۱)۔۔۔سب کے نام ان کے ماں باپ رکھتے ہیں، لَقَب قوم دیتی ہے، خطاب حکومت سے ملتا ہے، مگر حضورِ اَنور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے نام، لَقَب و خطاب سب رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرشتے کی بشارت سے یہ نام رکھا۔

خصوصیت مصطفی ﷺ پیدائش سے پہلے نام

(۲)۔۔۔دوسروں کے نام پیدائش کے ساتویں دن رکھے جاتے ہیں، مگر حضور اَنور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا نام عالَم کی پیدائش سے پہلے عرشِ اعظم پر لکھا گیا تھا اور حضرتِ عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے حضورِ اَنور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کی ولادت سے قریباً ۶۰۰ برس پہلے اپنی قوم کو فرمایا: اِسْمُہٗ اَحْمَد ان کا نام پاک احمد ہے، (پ۲۸ الصف ۶) پچھلی قومیں آپ کے نام کی بَرَکت سے دعائیں مانگتی تھیں۔

خصوصیت مصطفی ﷺ نام میں تعریف

(۳)۔۔۔کوئی شخص آپ کو "محمد" کہہ کر بُرا نہیں کہہ سکتا، اگر کہے گا تو خود اپنے منہ سے جھوٹا ہو گا کہ انہیں کہتا تو ہے "محمد" یعنی لائقِ حمد اور کرتا ہے برائیاں، اسی لئے کفار مکہ نے آپ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا نام "**مُذَمَّم**" رکھ کر آپ کی شانِ اقدس میں بکواس بکی، حضور صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے فرمایا: کہ دیکھو مجھ کو میرے رب تعالیٰ نے ان کفار کی گالیوں سے بچایا، یہ لوگ "**مذمم**" کو برا کہتے ہیں، ہو گا کوئی "**مذمم**" اَنَا مُحَمَّدٌ میں تو محمد ہوں۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، ۴/ ۴۸۴، حدیث: ۳۵۳۳)

خصوصیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام میں فضائل

(۴)۔۔۔ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام ''محمد'' بہت جامع ہے، جس میں حضورِ اَنور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے شمار فضائل بیان ہو گئے ہیں، **آدم** کے معنی تھے مٹی سے پیدا ہونے والے، **اِبراہیم** کے معنی ہیں ''مہربان باپ، اَبٌ رَّحِیْم''، **نُوح** کے معنی ہیں ''خوف خدا سے گریہ وزاری ونوحہ کرنے والے'' **عیسٰی** کے معنی ہیں ''بہت شریفُ النَّفْس، کریمُ الطَّبْعِ'' ان تمام ناموں میں ایک ایک وَصف کی طرف اِشارہ ہے، مگر ''محمد'' کے معنی ہیں ہر طرح ہر وَصف میں بے حد تعریف کئے ہوئے، اس میں حضورِ اَنور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لاتعداد کمالات وخوبیوں کی طرف اِشارہ ہو گیا۔

خصوصیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام میں غیبی خبر

(۵)۔۔۔ لفظ ''محمد'' میں غیبی خبر بھی ہے کہ ہمیشہ یعنی دنیا وآخرت میں ان کی ہر جگہ ہر طرح حمد وثناء ہوا کرے گی، اسی خبر کی صداقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج بھی حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے برابر کسی کی تعریف نہیں ہوتی، بلکہ جو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وابستہ ہو گئے ان کی بھی تعریف ہو گئی، فرش پر ان کی دُھوم، عرش پر ان کے چرچے، اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دُھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

خصوصیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو یہ نام رکھے

(۶)۔۔۔ جو اپنے بیٹے کا نام محبت میں ''محمد'' رکھے، **اللہ** تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا کہ مجھے ایسے شخص کو عذاب دیتے حیا آتی ہے جس نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے بیٹے کا نام ''محمد'' رکھا ہے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۴ ص ۲۲۰ ملخصًا)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار نام حمد سے مشتق ہیں

اللہ تعالی نے حضور ﷺ کے چار نام ایسے رکھے جن کا مصدر ایک ہی ہے اور وہ ہے لفظِ "حمد" اور حمد کا معنی ہے تعریف کرنا۔ اور وہ چار نام یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ حمد سے "حامد" ہے بمعنی تعریف کرنے والا۔ حضور ﷺ کا نام حامد بھی ہے۔

(۲)۔۔۔ حمد سے "محمود" ہے بمعنی تعریف کیا ہوا۔ حضور ﷺ کا نام محمود بھی ہے۔

(۳)۔۔۔ حمد سے "احمد" ہے بمعنی بہت تعریف کرنے والا۔ حضور ﷺ کا نام احمد بھی ہے۔

(۴)۔۔۔ حمد سے "محمد" ہے بمعنی بہت تعریف کیا ہوا۔ حضور ﷺ کا نام محمد بھی ہے۔

حامد و محمود اور محمد دو جگ کا سردار
جان سے پیارا راج دلارا رحمت کی سرکار
نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الہ الا ہو
پیاری صورت ہنستا چہرہ منہ سے جھڑتے پھول
نور کا پتلا چاند سا مکھڑا حق کا پیارا رسول
نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الہ الا ہو

پس چار اسمائے مصطفی ﷺ لفظِ حمد سے مشتق ہیں، حامد و محمود محمد و احمد

مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حامد ہیں

مصطفی ﷺ حامد ہیں، کس کے؟ اپنے رب کے، کہ حامد کا معنی تعریف کرنے والا، تو مصطفی ﷺ اللہ کی تعریف کرنے والے ہیں اور اللہ محمود، کہ اللہ کی تعریف ہو رہی ہے۔ اور کائنات میں

حضور ﷺ کے علاوہ اور بھی حامد ہیں کہ وہ بھی اللہ کی تعریف کر رہے ہیں، جیسے ملائکہ جو کہ ہر وقت رب عزوجل کی تعریف میں مشغول و مصروف ہیں بلکہ ان کی غذا ہی حمد الٰہی کرنا ہے، مگر مصطفی ﷺ کی طرح حامد نہیں ہو سکتے۔

مصطفی ﷺ محمود بھی ہیں، کہ محمود کا معنی ہے ''جس کی تعریف کی جائے''، مصطفی ﷺ کی کس نے تعریف کی؟ اللہ نے کی، لہٰذا اب اللہ حامد اور مصطفی ﷺ محمود، اور اس نام میں بھی مصطفی ﷺ جیسا کائنات میں کوئی محمود نہیں۔ کیونکہ مصطفی ﷺ کا حامد رب عزوجل ہے۔

حامد کے ہوتے ہوئے احمد نام کیوں رکھا گیا؟

یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ جب حامد کا معنی ''تعریف کرنے والا'' ہے اور یہی معنی احمد کا بھی ہے، اسی طرح جو معنی محمود کا ہے ''تعریف کیا ہوا'' وہی معنی محمد کا بھی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے ناموں میں سے حامد ہوتا اور محمود ہوتا، احمد و محمد نام رکھنے کی کیا ضرورت؟

احمد نام رکھنے کی وجہ

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا نام صرف حامد ہوتا اور احمد نہ ہوتا تو لوگ مثلیت مصطفی ﷺ کو ثابت کرتے۔

اگر حضور ﷺ کا نام صرف محمود ہوتا اور محمد نہ ہوتا تو لوگ مثلیت مصطفی ﷺ کو ثابت کرتے۔ اور کہتے: کہ معاذ اللہ! مصطفی ﷺ کی کیا خصوصیت جیسے وہ اللہ کے حامد، ویسے ہی ہم بھی اللہ کے حامد، ہم بھی حامد اور مصطفی ﷺ بھی حامد۔

جب لوگوں سے اس بات کا امکان تھا کہ کہیں وہ مصطفی ﷺ کی حامدیت میں مثلیت نہ ثابت کر بیٹھیں اور مصطفی ﷺ کو اپنے جیسا حامد نہ کہہ بیٹھیں، تو رب نے مصطفی ﷺ کا نام حامد کے ساتھ ساتھ احمد رکھ دیا، اور احمد کا معنی ہے ''بہت تعریف کرنے والا''، ''سب سے زیادہ تعریف کرنے والا''، پس مصطفی

ﷺ اب صرف حامد نہ رہے بلکہ حامد سے ترقی کر کے احمد بنے، اور احمد کا معنی ہے احمد الحامدین "تعریف کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا"۔ "اَحۡمَدُ هُوَ الَّذِی اَکۡثَرُ النَّاسِ حَمۡدًا لِرَبِّهٖ" احمد اس ذات کو کہتے ہیں جو سب لوگوں سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا ہو۔

مصطفی ﷺ احمد الحامدین ہیں

لوگو! سنو! کوئی حامد ہو، تو ہوا کرے، میرے مصطفی ﷺ احمد الحامدین ہیں، جیسے رب احکم الحاکمین، اور ارحم الراحمین ہے ایسے ہی مصطفی ﷺ اکمل الکاملین افضل الفاضلین اور احمد الحامدین ہیں۔

محمود کے ہوتے ہوئے محمد نام رکھنے کی وجہ

ایسے ہی اگر حضور ﷺ کا نام صرف محمود ہوتا، اور محمد نہ ہوتا، تو لوگ مثلیت مصطفی ﷺ کو ثابت کرتے۔ اور کہتے: کہ معاذ اللہ! مصطفی ﷺ کی کیا خصوصیت جیسے وہ محمود یعنی تعریف کئے ہوئے، ویسے ہی میرا بیٹا محمود، میرا باپ محمود، میرا استاد محمود، میرا پیر محمود، کہ ان کی بھی تعریف کی جاتی ہے، پس میرا بیٹا، باپ، استاد و پیر بھی محمود اور مصطفی ﷺ بھی محمود۔ اللہ اکبر!

میرے مصطفی ﷺ محمد ہیں

تو پیارو! سنو! کسی کا بیٹا محمود ہو، تو ہوا کرے، کسی کا باپ محمود ہو، تو ہوا کرے، کسی کا استاد محمود ہو، تو ہوا کرے، کسی کا پیر محمود ہو، تو ہوا کرے، میرے مصطفی ﷺ محمد ہیں۔

جب لوگوں سے اس بات کا امکان تھا کہ کہیں وہ مصطفی ﷺ کی محمودیت میں مثلیت نہ ثابت کر بیٹھیں اور مصطفی ﷺ کو اپنے بیٹے، باپ، استاد اور پیر جیسا محمود نہ کہہ بیٹھیں، تو رب نے مصطفی ﷺ کا نام محمود کے ساتھ ساتھ محمد رکھ دیا، اور محمد کا معنی ہے: "اَلَّذِی یُحۡمَدُ حَمۡدًا بَعۡدَ حَمۡدٍ، کَرَّۃً بَعۡدَ کَرَّۃٍ" محمد کے معنی ہے: ہر طرح تعریف کیا ہوا، ہر وَقت، ہر زمانہ، ہر زبان میں حمد و ثناء کئے ہوئے۔

ہر وقت تعریف ہو رہی ہے

ہر وقت تعریف ہو رہی ہے، صبح بھی تعریف ہو رہی ہے شام میں بھی تعریف ہو رہی ہے، دن میں بھی تعریف ہو رہی ہے، رات میں بھی تعریف ہو رہی ہے، فجر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، ظہر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، عصر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، مغرب میں بھی تعریف ہو رہی ہے، عشا میں بھی تعریف ہو رہی ہے، کون سا ایسا وقت ہے جس میں مصطفی ﷺ کی تعریف نہ ہو رہی ہو؟ ہر وقت جس کی تعریف ہو، اس ذات کو محمد کہتے ہیں۔

ہر زمانے میں تعریف ہو رہی ہے

پھر ہر زمانے میں تعریف ہو رہی ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر زمانے میں تعریف ہوئی، پھر زمانۂ صحابہ میں تعریف ہو رہی ہے، زمانۂ تابعین میں ہو رہی ہے، زمانۂ تبع تابعین میں ہو رہی ہے، غوث و خواجہ کے زمانہ میں ہو رہی ہے، آج تک ہو رہی ہے، صبحِ قیامت تک ہوتی رہے گی، زمانۂ ماضی میں تعریف ہوئی، زمانۂ حال میں ہو رہی ہے، اور زمانۂ مستقبل میں تعریف ہوتی رہے گی۔ کوئی زمانہ جس کی تعریف سے خالی نہ ہو ایسی ذات کو محمد ﷺ کہتے ہیں۔

ہر زبان میں تعریف ہو رہی ہے

پھر ہر زبان میں جس کی تعریف ہو اسے محمد کہتے ہیں، عربی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، اردو میں بھی تعریف ہو رہی ہے، فارسی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، ہندی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، انگلش میں بھی تعریف ہو رہی ہے، گجراتی، پنجابی، مراٹھی، بنگالی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں مصطفی ﷺ کی تعریف نہ ہوئی ہو، تو محمد کہتے ہی اس ذات کو ہیں جس کی تعریف ہر زبان میں ہو۔ اللہ اکبر!

پس مصطفی اب صرف محمود نہ رہے بلکہ محمود سے ترقی کر کے محمد بنے، اور محمد کا معنی ہے محمد المحمودین "تعریف کئے ہوئوں میں سب سے زیادہ تعریف کئے ہوئے"۔

مصطفی ﷺ کی محمودیت لا محدود

کسی کا بیٹا کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا باپ زندہ ہے، کسی کا باپ محمود کب تک ہو گا؟ جب تک اس کا بیٹا زندہ ہے، کسی کا استاد کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا شاگرد زندہ ہے، کسی کا پیر کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا مرید زندہ ہے، مرنے کے بعد تو کوئی کسی کی تعریف نہیں کرتا، خود اپنے اعمال کی سزا و جزا میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ تو جونہی ان کے حامدین نے دم توڑا ان کا محمود ہونا بھی دم توڑ گیا، ان کا محمود ہونا بھی ختم ہو گیا۔ لیکن مصطفی ﷺ کائنات کی پہلی صبح سے لے کر قیامت کی آخری شام تک، بلکہ اس کے بعد بھی محمود ہیں، محمد ہیں، کیونکہ ان کا حامد دو جہاں کا خالق ہے۔

مثلیت کو ختم کرنے کے لئے

مثلیت اور برابری کو ختم کرنے کے لئے رب تعالی نے مصطفی ﷺ کو حامد سے احمد بنایا۔

مثلیت اور برابری کو ختم کرنے کے لئے رب تعالی نے مصطفی ﷺ کو محمود سے محمد بنایا۔

بد مذہبوں کے رد کے لئے کوئی قرآنی دلیل کی حاجت نہیں، بلکہ ان کی رد اور تردید کے لئے صرف میرے مصطفی ﷺ کا نام "نامِ محمد اور احمد" ہی کافی ہے۔

آسمان میں احمد زمین میں محمد ایسا کیوں؟

مصطفی ﷺ کے دو نام ذاتی ہیں آسمانوں میں مصطفی ﷺ کا نام احمد ہے، اور زمین میں محمد ہے، اب ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ مصطفی ﷺ کا نام آسمانوں میں احمد، زمین میں محمد کیوں رکھا گیا؟ اس کا الٹا کر لیتے، کہ زمین میں احمد اور آسمانوں میں محمد، لیکن نہیں، آسمانوں میں مصطفی ﷺ احمد ہے، اور زمین میں محمد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد نام رکھنا بد مذہبوں کا رد ہے، کہ مصطفی ﷺ کی کوئی مثلیت ثابت نہ کر پائے۔

آسمان والے مصطفی ﷺ کا مرتبہ جانتے ہیں

وہ یوں کہ آسمان والے مصطفی ﷺ کا مقام و مرتبہ جانتے ہیں، اور وہ مصطفی ﷺ کے مثل ہونے کا دعوی کرنے سے رہے کہ وہ معصوم ہیں، بلکہ سید الملائکہ کا قول اعلی حضرت شعر کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

یہی بولے سِدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تِرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

مصطفی ﷺ کا نام آسمانوں میں احمد ہے، پس آسمان والے خود کو احمد کہنے کا دعوی نہیں کرتے، اگر مصطفی ﷺ کا نام دنیا میں احمد ہوتا، تو نہ جانے کتنے احمد ہونے کا دعوی کر دیتے، تو زمین میں مصطفی ﷺ کے برابر ہونے کا دعوی کرنے کا امکان تھا، لہذا رب نے مصطفی ﷺ کا نام زمین میں احمد نہ رکھا بلکہ محمد رکھا، کہ زمین والوں میں سے کوئی الٹی چھلانگیں بھی لگالے تب بھی محمد نہیں ہو سکتا۔ کہ محمد وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تعریف کی جائے، ہر زمانے میں کی جائے، ہر طبقے میں کی جائے، ہر زبان میں کی جائے، کرنے کے بعد پھر تعریف کی جائے، جس کی تعریف ختم نہ ہو، اس ذات کا نام محمد ہے۔ کہ

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
پر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

امام الکلام کلام الامام کے انداز میں ملاحظہ فرمائیں:

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامُشی

چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

تعریف کرنے والے مخلوق ہی ہیں

(۲)۔۔۔ دوسری بات یہ کہ سب کی تعریف و توصیف کرنے والے انہیں کے جیسے لوگ ہوں گے، مخلوقات میں سے ہوں گے، مگر مصطفی ﷺ کی تعریف و توصیف کرنے والی ذات، مخلوقات کا خالق ہے، خود ربِّ ذوالجلال ہے فرمایا:

سورۂ الشرح

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱

سورۂ ضحی

وَ الضُّحٰى ۝۱ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ۝۳ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵

سورۂ بلد

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝۳

سورۂ مدثر

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴

سورۂ مزمل

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝۳

سورۂ قلم

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ(۱) مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ(۲) وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ(۳) وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ(۴)

سورۂ رحمن

اَلرَّحْمٰنُ(۱) عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ(۲) خَلَقَ الْاِنْسَانَ(۳) عَلَّمَهُ الْبَیَانَ(۴)

سورۂ نجم

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى(۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى(۲) وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى(۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى(۴)

سورۂ یس

یٰسٓ(۱) وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ(۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ(۳) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۴)

اختتامی گفتگو یہ ہے کہ

صلوۃ وسلام ہو اس برزخِ کبریٰ حضرت محمد مصطفی علیہ وآلہ التحیۃ والثناء پر جس نے ضعفِ انسانی کو قوت سے بدل دیا۔ حدوث کو قدیم کا آئینہ بنادیا۔ امکان کو بارگاہِ وجوب میں حاضر کر دیا۔ مکان کا رشتہ لامکان سے جوڑ دیا۔ محدود کو غیر محدود سے ملادیا یعنی بندے کو خدا تک پہنچادیا۔

اللہ تبارک و تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی غلامی میں استقامت عطا فرمائے، اور ان کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے

خطیب

ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

تاریخ اجراء

22october2021

بروز جمعۃ المبارک

استاد جامعۃ المدینہ فیضان صدیق اکبر آگرہ الہند

رابطہ نمبر:8808693818

(2) جمیعِ عالم برائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًاؕ(۶۹) (پ ۴، النساء: ۶۹)

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم　وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم　وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

درود شریف کی فضیلت

حضرتِ سَیِّدُنا فُضَالہ بن عُبَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وسلَّم (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور پھر ان کَلِمات سے دُعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ، یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رَحم فرما۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وسلَّم نے اِرْشاد فرمایا: عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اے نمازی تُو نے جلدی کی۔ اِذَاصَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰہَ بِمَا ھُوَاَھْلُہٗ، وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ، جب تُو نماز پڑھ کر بیٹھے تو (پہلے) اللہ تعالی کی ایسی حَمْد کر جو اس کے لائق ہے، پھر مجھ پر دُرُود پاک پڑھ اور اس کے بعد دُعا مانگ۔

راوی کا بَیان ہے کہ اس کے بعد ایک اور شَخْص نے نماز پڑھی، پھر (فارِغ ہو کر) اللہ تعالی کی حَمْد بَیان کی اور حُضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دُرُودِ پاک پڑھا، تو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرْشاد فرمایا: اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ، اے نمازی! تُو دُعا مانگ، قبول کی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات۔الخ، ٥/٢٩٠، حدیث:٣٤٨٧)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بیان کردہ روایت سے معلوم ہوا کہ اگر دُعا مانگنے والا قبولیّت کا طالب ہے تو اُسے چاہیئے کہ دُعا کے اَوّل میں حمدِ الٰہی بجالائے اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وسلَّم پر دُرُود پاک پڑھے پھر دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہو گی۔

بچیں بے کار باتوں سے پڑھیں اے کاش کثرت سے
ترے مَحْبُوب پر ہر دم دُرُودِ پاک ہم مولیٰ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیان کی تمہید

آج کی نشست میں ہم جمیعِ عالم برائے مصطفےٰ ﷺ کے عنوان پر بیان سننے کی سعادت حاصل کریں گے، کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو ہمارے نبی، آخری نبی، مکی مدنی محمد رّسول اللہ ﷺ کے لئے بنایا ہے، چنانچہ:

حدیث نوری

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابو بکر بن ہمام رضی اللہ عنہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی جس حدیث کو حدیثِ نوری بھی کہا جاتا ہے چنانچہ:

قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ۔

حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی۔

قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔

وَلَمْ یَکُنْ فِی ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّیٌّ وَلَا اِنْسِیٌّ۔

اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔

فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِكَ النُّوْرَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے۔

فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ، وَمِنَ الثَّانِی اللَّوْحَ، وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ۔

پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔

ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ۔

پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش۔

وَمِنَ الثَّانِی الْکُرْسِیَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَاقِیَ الْمَلَائِکَةِ۔

دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔

ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ، فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ السَّمٰوٰتِ۔

پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان۔

وَمِنَ الثَّانِي الْاَرَضِيْنَ۔

دوسرے سے زمینیں۔

وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔

تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے۔

ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ الحديث۔

پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الٰی آخر الحدیث۔

(المواہب اللدنیة المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱و۷۲) (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیه المقصد الاول دارالمعرفة بیروت ۱/۴۶و۴۷) (تاریخ الخمیس مطلب اللوح والقلم مؤسسة شعبان ۱/۱۹و۲۰) (مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبه نوریه رضویه فیصل آباد ص۲۲۱) (مدارج النبوة قسم دوم باب اول مکتبه نوریه رضویه فیصل آباد ۲/۲)

اللہ نے میرے نور سے ہر شے کو پیدا کیا

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قَدْ قَالَ الْاَشْعَرِيُّ اِنَّهُ تَعَالٰى نُوْرٌ لَيْسَ كَالْاَنْوَارِ۔

امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابو الحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کر کے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند۔

وَالرُّوْحُ النَّبَوِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ لَمْعَةٌ مِّنْ نُوْرِهٖ۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے۔

وَالْمَلَائِكَةُ شَرَرُ تِلْكَ الْاَنْوَارِ۔

اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں۔

وَقَالَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِيْ وَمِنْ نُوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میر انور بنایا
اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵)

اعلیٰ حضرت رضی اللّٰہ عنہ کا اقول

ان دونوں حدیثوں سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا، اور پھر نبی ﷺ کے نور سے تمام عالم کو پیدا فرمایا۔

اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ کی جلد نمبر ۳۰ کے صفحہ نمبر ۶۶۷ میں فرماتے ہیں: سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور ﷺ صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور ﷺ کے واسطے حضور ﷺ کے صدقے حضور ﷺ کے طفیل میں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللّٰہ عنہ سے ایک سوال

اعلیٰ حضرت سے ایک سوال ہوا کہ ''لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' (ترجمہ: اللہ تعالی فرماتا ہے: اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو ضرور میں افلاک کو پیدا نہ فرماتا)

(کشف الخفاء حدیث ۲۱۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴۸)

اس حدیثِ قدسی کو علمائے دین ہمیشہ سے محفل میلاد شریف میں بیان کرتے آئے اور اب بھی بیان کرتے ہیں اور اکثر علمائے دین نے بر سرِ مجلس اس حدیث کو بتلایا کہ یہ حدیث قدسی ہے اور بہت سی اردو میلاد کی کتابوں میں یہی لکھا ہے اور تمام دنیا کے میلاد خواں اسی کو پڑھتے ہیں مگر کسی عالم نے کبھی اس کی نسبت کچھ اعتراض نہ کیا اور مولانا غلام امام شہید کے میلاد شریف شہیدی میں یہی حاشیہ پر لکھا ہے کہ حدیثِ قدسی ہے، اسی طرح بہت سی اردو کی میلاد کی کتابوں میں ہے، اور لغاتِ کشوری میں بھی لکھا ہے کہ قدسی ہے، بر عکس اس کے مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس حدیث کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قدسی

نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اکثر بزرگان دین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بے شک یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اس حدیث کی نسبت جو کچھ حکم خدا و رسول کا ہو بیان فرمائیں۔

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا جواب

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بنایا اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ یہ مضمون احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ "تلالؤ الافلاک بجلال احادیث لولاک" میں ہے اور انہی لفظوں کے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا، مگر سنداً ثابت یہ لفظ ہیں:

خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِاُعَرِّفَھُمْ کَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِی وَلَوْلَاكَ یَا مُحَمَّدُ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا

ترجمہ: اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ: میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے بنایا کہ تمہاری عزت اور مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں، اے محمد! اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا کو نہ بناتا۔ (تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۷)

دنیا میں افلاک و زمین سب کچھ ہے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں: اُس حدیث میں تو فقط افلاک کا لفظ تھا اس میں ساری دنیا کو فرمایا، جس میں افلاک و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب داخل ہیں۔

(فتاوی رضویہ جلد ۲۹ ص ۱۵۔۱۶)

ساری چیزیں مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں بنیں

لہذا پتہ چلا کہ اگر میرے سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہ ہوتے، تو نہ فلک کو سجایا جاتا، نہ کسی چیز کا سایہ ہوتا، نہ عرش و کرسی ہوتے، نہ چاند و تارے ہوتے، شب و روز ہوتے نہ ہوتے نظارے، شاعر بڑے خوبصورت انداز میں لکھتا ہے:

فلک خوبصورت سجایا نہ ہوتا کسی چیز کا یاں سایہ نہ ہوتا
نہ عرش و کرسی نہ چاند و ستارے شب و روز ہوتے نہ ہوتے نظارے
نہ جن و بشر نہ کوئی پرندہ حیاتی مماتی نہ مردہ نہ زندہ
نہ حور نہ آدم نہ حوا کی باتیں نہ یعقوب یوسف زلیخا کی باتیں
نہ تخت اور تاجوں کے سلطان ہوتے محلوں کے والی نہ دربان ہوتے
نہ ملتی کسی کو یہاں زندگانی ہوا یہ نہ ہوتی نہ ہوتا یہ پانی
نبی نہ ولی غوث ابدال ہوتے نہ ہوتے مہینے نہ یہ سال ہوتے
ثنا خواں نہ ہوتے نہ یہ خوش بیانی نہ میلاد ہوتے نہ یہ نعت خوانی

پھر شاعر کہتا ہے:

نہ عرشی نہ فرشی نہ خاکی نہ نوری زمانے میں کچھ بھی نہ ہوتا ظہوری

بلکہ حق یہ ہے کہ:

نہ قرآں حدیث و حوالہ نہ ہوتا جو پیدا میرا شاہِ والا نہ ہوتا

تبھی تو اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ عشق و محبت میں ڈوب کر دنیا والوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ: اے دنیا والو! نبی ﷺ کو اپنے جیسا مت کہنا کہ:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

ہر شے پے لکھا ہے نام تیرا

جب میرے نبی ﷺ کی یہ شان دنیاوالوں نے دیکھی کہ آسمان کا شامیانہ جو ہمارے اوپر ہے وہ نبی کے صدقے میں ہے، زمین کا بچھونا جو ہمیں عطا ہوا وہ نبی ﷺ کے صدقے عطا ہوا، چاند کی چاندنی سورج کی روشنی، نبی ﷺ کے ہونے سے ہے، ہوا کا چلنا پانی کا بہنا، نبی ﷺ ہی کے وجودِ مسعود سے ہے، بلکہ دنیا کا ذرہ ذرہ میرے مصطفی ﷺ کے لیے ہے، اسی کی جانب شاعر اشارہ کرتے ہوئے آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرکے دنیاوالوں کو یہ پیغام دے رہا ہے:

سلطانِ جہاں محبوبِ خدا تیری شان و شوکت کیا کہنا
ہر شے پہ لکھا ہے نام تیرا تیری ڈگری کی رفعت کیا کہنا

جب میں نے اس شعر پر غور کیا، کہ شاعر کہتا ہے، ہر چیز پر مصطفی ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی لکھا ہوا ہے، تو میں نے ہر چیز کو بنظرِ غائر دیکھنے لگا، ہر چیز کو جانچنے لگا، کہ مصطفی ﷺ کا نامِ پاک کہاں ہے؟ مگر آقا ﷺ کے نام کے بجائے کمپنی کا نام پایا، جس چیز کو دیکھتا کمپنی کا نام دکھائی دیتا، میں نے سوچا، اگر اس شعر کو دنیاوالوں نے دیکھا، تو اعتراض پر اعتراض کرنا شروع کر دیں گے، کہ شاعر نے تو یہ دعوی کیا ہے کہ ہر شے میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا نام لکھا ہے، حالانکہ چیزوں پر کمپنی کا نام لکھا ہوا ہے، یہ تو مسئلہ کھڑا ہو جائے گا، میں اسی سوچ و فکر میں ڈوبا ہوا تھا، کہ اب کروں تو کیا کروں؟

اتنے میں اچانک میرے ذہن میں کبیر داس کا ایک دوہا آیا، گویا کہ کبیر داس نے کہا: "اے عاشق! کس سوچ میں ڈوبا ہے؟ غم کیا ہے؟ کیوں متحیر نظر آتا ہے؟ کس مصیبت میں گرفتار ہے؟ صدمہ کیا ہے؟ کیوں ہے بے تاب؟ یہ بے چینی کا رونا کیا ہے؟ بے کسی کیسی ہے؟ ذرا بتا تجھ پے گزرا کیا ہے؟"

میں نے کہا: "اک مسئلہ ہے، جو مجھے درپیش ہے، سوچ رہا ہوں کہ اس کا حل کیا ہے؟"

کبیر داس نے کہا: ”ذرا بتا مجھے وہ مسئلہ کیا ہے؟“

میں نے کہا: وہ مسئلہ یہ ہے کہ شاعر نے کہا کہ: ”دنیا کی ہر شے پر مصطفے ﷺ کا نام ہے“ لیکن میں اس کو ایسا نہیں پارہا، اگر لوگ مجھ سے اس کے متعلق سوال کریں گے تو میں اس کا کیا جواب دوں گا؟

ہر شے پر آقا ﷺ نام لکھا ہے کی دلیل

کبیر داس نے کہا: فکر نہ کر غم مت کھا، میں تجھے ایسا جواب بتاتا ہوں کہ جب تجھ سے کوئی اس کے متعلق سوال کرے تو، تو بطورِ دلیل اس کو پیش کر دینا، ہر چیز میں سرکار ﷺ کا نام آئے گا، میں نے کہا جلد بتا، اس میں وقفہ کیا ہے؟ کبیر داس نے کہا: سن وہ ضابطہ یہ ہے:

کسی چیز کی گنتی گن لو چوگن کرلو وائے
دو ملا کر پنج گن کرلو بیس سے بھاگ لگائے
باقی بچے کو نو گن کرلو آخر میں دو دیوٗ ملائے
کہت کبیر سن بھائی سادھو نام محمد ﷺ آئے

دوہے کی مثال

مثال کے طور پر آپ کسی بھی چیز کے نام کے حروف شمار کر لیں، جیسے مسجد میں چار حرف ہیں، پھر چار کو چار گنا کر لیں تو سولہ ہوئے، پھر سولہ میں دو ملایا تو اٹھارہ ہوئے، پھر اٹھارہ کو پانچ گنا کر لیں، تو نوے ہوئے، اس کے بعد نوے کو بیس سے بھاگ دے دیں، تو اسی برابر برابر کٹ جائیں گے اور دس بچے گا، پھر دس کو نو گنا کر لیں تو نوے ہوئے، اور آخر میں دو اور ملا دیں تو ۹۲ ہوئے، اور ۹۲ اسمِ محمد کا عدد ہے، اسی انداز سے آپ کسی بھی چیز کے حروف شمار کر کے دوہے میں دئے ہوئے قاعدے کے مطابق عمل کریں گے تو آخر میں ۹۲ کا عدد حاصل ہو گا۔ لہذا پتہ چلا کہ ہر چیز مصطفی ﷺ کے لئے بنائی گئی ہے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

مصطفےٰ ﷺ ایمان کی جان ہیں

مسلمانوں! جب میں نے اس دوہے کو پڑھا، تو کبیر داس کو مخاطب کر کے بر ملہ کہا: تبھی تو میرے آقا اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ اپنے آقا و مولی ﷺ کی شان کا کچھ یوں تذکرہ کرتے ہیں اور دنیا کو یہ پیغام دیتے ہیں، کہ اے لوگوں یقیناً ہمارے مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی تو شان یہ ہے:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مسلمانو! ذرا سوچو، غور سے سوچو، کہ قرآن نبی ﷺ کو ایمان بتائے، اور ایمان نبی ﷺ کو جان بتائے، تو اس نبی ﷺ کی کیا شان ہو گی، تبھی تو مجددِ دین وملت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و وَالا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالَم کا دُولہا ہمارا نبی

ہم اپنے آقا ﷺ کو تکلیف پہنچا رہے ہیں

پس قرآن نے نبی ﷺ کو ایمان بتایا، ایمانِ نبی ﷺ کو جان بتایا، تو اب آپ بتائیں کہ کوئی شخص ایسا دنیا میں ہے، جو اپنی جان کو تکلیف پہنچائے، جو اپنی جان کو مصیبت میں ڈالے، اپنے آپ کو سردیوں کی رات میں گھر کے باہر برہنہ رکھ کر اپنی جان کو تکلیف پہنچائے۔

آپ یہی جواب دیں گے کہ، نہیں نہیں، دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے، بلکہ لوگ تو اپنی جان کو آرائش و زیبائش کے محلات میں آرام سے رکھنے کی تمنا کرتے ہیں، ہاں وہ شخص جو پاگل ہو جسے دنیاومافیہا کی کچھ خبر نہ ہو، وہ ایسا کرے تو ہو سکتا ہے، ورنہ جو ذی شعور ہو، عقل مند ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، کیونکہ الحمد اللہِ عزوجل آپ عقلمند ہیں، اللہ عزوجل نے آپ کو عقل سے نوازا ہے، شعور سے سرفراز فرمایا ہے، آپ شعور مند ہیں، لہٰذا آپ سے سوال ہے، کہ جب آپ کا ایمان نبی ﷺ کو جان بتا رہا ہے، تو نبی ﷺ آپ کی جان ہوئے اور جان کیا چیز ہے؟ اگر جان سے بھی کوئی اعلیٰ چیز ہوتی، اور اس سے نبی ﷺ کو تشبیہ دی جاتی تب بھی کم تھا، کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے! صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

کہ ہمارا جو دنیا میں وجود ہے، وہ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں ہے، تو جب کوئی اپنی جان کو تکلیف نہیں پہنچاتا، تو ہم اور آپ اپنے آقا ﷺ کی سنتوں کو ترک کر کے اپنے آقا ﷺ کو تکلیف کیوں پہنچا رہے ہیں؟ آج ہم اپنے آقا ﷺ کے فرمان کو ترک کر کے کیوں انہیں تکلیف پہنچا رہے ہیں؟

ہاں! ہاں! آج ہم لوگ اپنے آقا ﷺ کی سنتوں کو چھوڑ کر فیشن اپنا کر آقا ﷺ کے فرمان کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ ذرا کان لگا کر اس فرمانِ نبوی ﷺ کو سنئے:

میرے گروہ میں سے نہیں

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ ترجمہ: جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ابی ایوب حدیث ۱۸۱۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۹۸)

مرنے کے بعد کی ہوشربا منظر کشی

اے غافِل اسلامی بھائی! ذرا ہوش کر!! مرنے کے بعد تیری ایک نہ چلے گی، تیرے ناز اٹھانے والے تیرے کپڑے بھی اتار لیں گے۔ تو کتنا ہی بڑا سرمایہ دار سہی، تجھے وُہی کورے لٹھے کا کفن پہنائیں گے جو فٹ پاتھ پر دم توڑ دینے والے لاوارِث کو پہنایا جاتا ہے۔ تیری کار ہے تو وہ بھی گیرج میں کھڑی رہ جائے گی۔ تیرے بیش قیمت لباس صندوق میں دھرے رہ جائیں گے۔ تیرا مال و متاع اور خون پسینے کی کمائی پر وُرَثاء قابِض ہو جائیں گے۔ "اپنے" اشک بہا رہے ہوں گے۔ "بیگانے" خوشیاں منا رہے ہوں گے۔ تیرے ناز اٹھانے والے تجھے اپنے کندھوں پر لاد کر چل دیں گے اور ایک ایسے ویرانے میں لے آئیں گے کہ تو کبھی اس ہولناک سنّاٹے میں خُصُوصاًرات کے وقت ایک گھڑی بھی تنہا نہ آیا تھا، نہ آسکتا تھا بلکہ اس کے تصوُّر سے ہی کانپ جایا کرتا تھا۔ اب گڑھا کھود کر تجھے منوں مِٹّی تلے دَفن کر کے تیرے سارے عزیز چلے جائیں گے۔ تیرے پاس ایک رات کُجا ایک گھنٹہ بھی ٹھہرنے کے لئے کوئی راضی نہ ہو گا۔ خواہ تیرا چہیتا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی بھاگ کھڑا ہو گا۔ اب اس تنگ و تاریک قَبْر میں نہ جانے کتنے ہزار سال تیرا قیام ہو گا۔ تو حیران و پریشان ہو گا، افسردگی چھائی ہو گی، قَبْر بھینچ رہی ہو گی، تو چِلّا رہا ہو گا، حسرت بھری نگاہوں سے عزیزوں کو نگاہوں سے اَوجھل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہو گا، دل ڈوبتا جا رہا ہو گا۔

قبر کے سوالات

اتنے میں قَبْر کی دیواریں ہلنا شروع ہوں گی اور دیکھتے ہی دیکھتے دو خوف ناک شکلوں والے فِرِشتے (منکَر و نکیر) اپنے لمبے لمبے دانتوں سے قَبْر کی دیوار کو چیرتے ہوئے تیرے سامنے آ موجود ہوں گے، ان کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے، کالے کالے مُہیب (یعنی ہیبت ناک) بال سر سے پاؤں تک لٹک رہے ہوں گے، تجھے جِھڑک کر بٹھائیں گے۔ کَرَخت (یعنی نہایت ہی سخت) لہجے میں اس طرح سُوالات کریں گے: "مَنْ رَّبُّكَ؟" (یعنی تیرا رب عَزَّوَجَلَّ کون ہے؟) "مَا دِيْنُكَ؟" (یعنی تیرا دین کیا ہے؟) اِتنے میں تیرے اور مدینے کے درمِیان جتنے پردے حائل ہوں گے، سب اُٹھا دیئے جائیں گے کسی کی موہنی،

دلرُبا اور پیاری پیاری صورت سامنے آجائے گی۔ یا وہ عظیم اور پیاری ہستی خود تشریف لے آئے گی۔ کیا عجب! تیری آنکھیں شرم سے جُھک جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ تُو سوچ میں پڑ جائے کہ نِگاہیں اُٹھاؤں تو کیسے اُٹھاؤں! اپنی بگڑی ہوئی صورت دِکھاؤں تو کیسے دکھاؤں! یہ وُہی تو میرے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم ہیں جن کا میں کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ اپنے آپ کو ان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا غلام بھی کہتا تھا۔ لیکن میں نے یہ کیا کیا!

مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تو یہ فرمایا

میٹھے میٹھے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے تو یہ فرمایا: "داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو مُعافی دو یہودیوں جیسی صورت مت بناؤ۔" لیکن ہائے میری بد بختی! میں چند روزہ دنیا کی زینت میں کھو گیا۔ فیشن نے میرا ستیاناس (سَتْ۔ تِیا۔ ناس) کر دیا۔ آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کے سختی سے منع کرنے کے باوُجود میں نے چہرہ یہودیوں یعنی مدنی آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کے دشمنوں جیسا ہی بنایا۔ ہائے! اب کیا ہو گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر سرکارِ عالی وقار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم منہ پھیر لیں اور یہ فرمادیں کہ "یہ تو میرے دشمنوں والا چہرہ ہے، میرے غلاموں والا نہیں!!" اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو سوچ اُس وقت تجھ پر کیا گزرے گی۔

نہ اُٹھ سکے گا قِیامت تلک خدا کی قسم
اگر نبی نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

توبہ کر لیجئے ابھی موقع ہے

ایسا نہیں ہو گا، اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر گز نہیں ہو گا۔ ابھی تو زندہ ہے، مان جا! اپنے کمزور بدن پر ترس کھا! جھٹ ہِمّت کر! انگریزی فیشن، فِرنگی تہذیب کو تین طَلاقیں دے ڈال اور اپنا چہرہ میٹھے میٹھے آقا کی مَدَنی مصطفی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی پاکیزہ سنّت سے آراستہ کر لے اور ایک مُٹّھی داڑھی سجا لے۔

ہر گز ہر گز شیطان کے اِس فریب میں نہ آ، اور ان وساوِس کی طرف توجُّہ مت لا، کہ "ابھی تو میں اس قابل نہیں ہوا، میری تو عمر ہی کیا ہے؟ میرا علم بھی اتنا کہاں ہے؟ اگر کسی نے دین کے بارے میں سُوال کر دیا تو مجھے جواب نہیں آئے گا، میں تو جب قابِل ہو جاؤں گا اُس وَقت داڑھی رکھوں گا۔" یاد رکھ! یہ شیطان کا کامیاب ترین وار ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ سمجھ بیٹھے کہ "ہاں، اب میں قابِل ہو گیا ہوں۔" یادرکھئے! اپنے آپ کو قابِل سمجھنا ہی، نا قابلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

بڑے بڑے علمائے کرام بھی جواب نہیں دیتے

عاجِزی اختیار کر! بڑے بڑے علمائے کرام بھی ہر سُوال کا جواب نہیں دیتے تو کیا ہر سُوال کا جواب دینے کی تُونے ذمّہ داری لی ہوئی ہے؟ نفس کی حیلہ بازیوں میں مت آ! اور مان جا۔ خواہ ماں روکے، باپ منع کرے، معاشرہ آڑے آئے، شادی میں رُکاوٹ کھڑی ہو۔ کچھ ہی ہو جائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔

اور نوجوان اسلامی بھائی، جن کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی، وہ یہ نہ سوچے کہ اگر داڑھی رکھ لیا تو میری شادی رک جائے گی، میرا رشتہ ٹوٹ جائے گا، اے نوجوان! تسلّی رکھ! اگر جوڑا لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے تو تیری شادی ضَرور ہو جائے گی اور اگر نہیں لکھا تو دُنیا کی کوئی طاقت تیری شادی نہیں کرواسکتی۔ زندگی کا کیا بھروسہ؟ (رسالہ کالے بچھو ص ۴۔۹)

عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنے آپ کو مالا مال کریں

لہٰذا عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دولت سے اپنے آپ کو مالا مال کریں، کیونکہ عشقِ رسول ہی ہمیں ہر جگہ ہر وقت کام آئے گی چاہے وہ دنیا ہو، چاہے وہ قبر ہو، اور چاہے وہ حشر ہو: اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

لحد میں عشقِ رخِ شہہ کا داغ لے کے چلے
اندھری قبر سنی تھی چراغ لے کے چلے

تیرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اور جو شخص رسول اللہ ﷺ سے عشق کرے، ان کے فرمودات کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنتِ نبوی کے مطابق گزارے تو وہ قیامت میں، جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو گا، مگر عشق بھی ہو تو نمایہ انداز کا، سنیئے! صحابئ رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا عشق کیسا تھا، اور اس عشق کا صلہ کیا ملا؟ چنانچہ:

حضرت ثوبان کا عشق رسول ﷺ

ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق زار حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو درد مند عاشق نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد۔ بات یہ ہے کہ رخ انور جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو دل بے تاب ہو جاتا ہے فوراً زیارت سے اس کو تسلی دیتا ہوں۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستارہا ہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بلند کہاں ہو گا اور یہ مسکین کس گوشہ میں پڑا ہو گا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ ماجرا سن کر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ مژدہ لے کر تشریف لائے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۶۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ (پ ۴، النساء: ۶۹)

(الجامع لاحکام القرآن، الحدیث ۲۳۰۹، ج۵، ص۲۶۱)

ربِّ کائنات کا وعدہ

اللہ اکبر! کیسا عشق تھا؟ اور اس کی جزا بھی تو دیکھو! کہ رب تعالی نے ان کی دل جوئی کے لئے بطورِ ثبوت قرآنِ عظیم کی آیت نازل فرمادی کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں غم نہ کرو، تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا تو اسے ان کا ساتھ ملے گا۔ پیارو! یہ ربِّ کائنات کا وعدہ ہے۔

آؤ اطاعت گزار عاشق بنیں

لہٰذا اطاعت گزار عشاق کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی معیت ورویت میسر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفوی میں صرف حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ کیفیت نہ تھی بلکہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی حال تھا۔

اور اب آخر میں ایک ایسی سچی داستان سنیئے! جس کے دامن میں یہ سیکھنے کو ملے گا کہ ایک عاشق رسول کو کیسا ہونا چاہئے، چنانچہ ابو داؤد شریف کی حدیثِ پاک ہے:

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا کے خاطر اپنا مکان ڈھادیا

حضرتِ سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولُ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم کہیں تشریف لے گئے ہم بھی ساتھ ہی تھے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم نے ایک بلند عمارت ملاحظہ کی تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی: یہ فلاں انصاری کی ہے۔ (یہ سُن کر) مدینے کے تاجور، سلطانِ بحر وبر، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم خاموش ہوگئے اور یہ بات قلبِ اَطہر میں رکھ لی۔ حتی کہ اُس عمارت کا مالِک حاضِر ہوا اور اُس نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ و الہ

و سلم کو (لوگوں کی موجودگی میں) سلام عرض کیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم نے اُس سے اِعراض کیا، اُس (انصاری) نے یہ عمل کئی مرتبہ کیا یہاں تک کہ اُس (انصاری) شخص نے اپنے بارے میں ناراضی (کا اظہار) اور اِعراض جان لیا تو اُس نے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم کے اَصحاب سے یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا: وَاللہ! میں رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم کو ناراض پاتا ہوں۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے فرمایا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم تشریف لے گئے تھے تو تمہاری عمارت دیکھی۔ (یعنی ہمارا اندازہ یہی ہے کہ تم سے ناراضی کا سبب تمہاری تعمیر کردہ بلند عمارت ہے۔ یہ سن کر) وہ (انصاری) اپنی عمارت کی طرف لوٹے اور اُسے ڈھا کر زمین بوس کر دیا۔ (ابوداؤد ج۴ ص۴۶۰ حدیث ۵۲۳۷ مُلَخَّصاً)

یقیناً سودا نہایت ہی سستا ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ ہے حضراتِ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم ۔ مفسّرِ شہیر حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: مُصطَفٰی جانِ رَحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم نے انہیں نہ تو عمارت ڈھانے کا حکم دیا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ اِس طرح کی عمارت بنانا جائز نہیں، اُن صحابی کو صرف اندازہ ہی ہوا کہ شاید تاجدارِ نُبُوَّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم اِس عمارت کے سبب مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، تو ان کا یہ ذِہن بنا کہ یہ عمارت میرے اور محبوب کے درمیان رُکاوٹ بن گئی لہٰذا اُسے ڈھا دیا۔ اِس ڈھانے میں مال کو برباد کرنا نہیں اور نہ ہی یہ فضول خرچی ہے بلکہ اصل مقصود محبوب کو منانا ہے، اگر عمارت ڈھانے سے اللہ پاک کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم راضی ہو جائیں تو یقیناً یقیناً یقیناً سودا نہایت ہی سستا ہے، جنابِ خلیل علیہ السلام تو رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے فرزند کو ذَبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ اللہ اکبر!

(مراٰۃ ج۷ ص۲۱ مُلَخَّصاً)

نہیں چاہتا حکومت نہیں سلطنت ہے پانا
مِری زندگی کا مقصد ہے حضور کو منانا

کیا کیا پسند ہے اور کیا کیا پسند نہیں ہے

اور آج میں اور آپ دیکھیں کہ ہمارا کیا کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پسند ہے؟ اور کیا کیا پسند نہیں ہے؟ صبح سے لے کر شام تک، شام سے لے کر صبح تک، عقیقے، ولیمے سے لے کر بڑی بڑی دعوتوں تک، اپنی زندگی کی پہلی سانس سے آخری ہچکی تک، اپنے کاروبار سے لے کر اپنے گھر کے انداز تک، سونے سے لے کر اٹھنے تک، کھانے سے لے کر فارغ ہونے تک، صبح کے پہلے گراہک سے لے کر آخری گراہک تک، سفر میں جانے سے لے کر واپس آنے تک، لڑکے یا لڑکی کی منگنی سے لے کر شادی کے آخری مراحل تک، اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو دیکھیں، ہمارا کون کون سا عمل حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پسند ہے اور کون سا عمل پسند نہیں ہے، اس پہ بار بار سوچیں۔

آج ہم بھی عاشقِ رسول ہیں

اس صحابی کا مکان حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پسند نہ تھا تو انہوں نے اس مکان کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشی حاصل کرنے کے لئے زمین بوس کر دیا، گرادیا، کیوں گرادیا؟ کیونکہ وہ عاشقِ رسول تھے، اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشنودی ان کو مطلوب تھی، آج ہم بھی عاشقِ رسول ہیں اور نعرہ بھی لگاتے ہیں:

غلام ہیں غلام ہیں رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غلام ہیں
غلامیٔ رسول میں موت بھی حیات ہے
غلامی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں موت بھی قبول ہے
جو ہو نہ عشق مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو زندگی فضول ہے

اور جب عشق زیادہ بڑھتا ہے تو ساری حدوں کو پار کر کے کچھ یوں کہتے دکھائی دیتے ہیں:

غلام مصطفی بن کر میں بک جاؤں مدینے میں
انہی کے نام پر سودا سرِ بازار ہو جائے

دور دور تک نظر نہیں آتے

تو کبھی غلامیٔ رسول ﷺ پر موت قبول کرنے کی آرزو ہے، تو کبھی عشقِ رسول ﷺ کے بغیر زندگی کے فضول ہونے کا دعوی ہے تو کبھی حضور ﷺ کے نام پر بک جانے کی باتیں ہیں، یہ سب کچھ ہونے کے باوجود، جب بات آتی ہے حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کی، جب بات آتی ہے حضور ﷺ کے دین کے لئے قربانی دینے کی تو دور دور تک نظر نہیں آتے۔

اب کہاں گیا ہمارا دعوی؟

اب کہاں گیا ہمارا دعوی؟ اب کہاں ہیں وہ ترانے؟ کیا ہوا جناب؟ ابھی تو آپ مر مٹنے کی باتیں کر رہے تھے، حضور ﷺ کی پیاری سنت داڑھی رکھنے کی بات آئی تو بغلیں جھانکنے لگے، دین کے لئے قربانی دینے کی بات آئی تو پیچھے کھسکنے لگے۔

آج ہم پیچھے کھسک رہے ہیں، آج ہم بغلیں جھانک رہے ہیں، اگر کل وہ محبوب ﷺ ہم سے آگے پیچھے ہو گئے، اور روٹھ گئے، تب تو سارا ہی ملیا میٹ ہو جائے گا۔ اللہ اکبر!

آئیے آج عہد کرتے ہیں

تو پیارو! صحابہ کے انداز محبت رسول ﷺ سے روشنیاں حاصل کرتے ہوئے آیئے آج مصطفی ﷺ کے حضور یہ عہد کرتے ہیں

چھوڑ کے تیرا دامن رحمت آقا ہم سے بھول ہوئی
کھو دی اپنی قدر و قیمت آقا ہم سے بھول ہوئی

حد سے گزری ہے نادانی آپ کی کوئی بات نہ مانی
گھیرے ہوئے ہے نفرت و ذلت آقا ہم سے بھول ہوئی
بن گے سیم و زر کے بندے تن کے اجلے من کے گندے
چھن گئی ہم سے فقر کی دولت آقا ہم سے بھول ہوئی
دیکھیں ہماری آنکھ مچولی اپنا سینہ اپنی گولی
بھول گئے ہم درسِ اخوت آقا ہم سے بھول ہوئی
علم و عمل کا رشتہ ٹوٹا آقا جب سے آپ کا دامن چھوٹا
فرقہ فرقہ ہو گئی اُمت آقا ہم سے بھول ہوئی
ساری دنیا سے ٹھکرائے ہوئے تمہارے در پے ہیں آئے ہوئے
آقا! کھول دو ہم پے بابِ رحمت آقا ہم سے بھول ہوئی
درس قرآن بھول گئے ہم آقا تیرا فرمان بھول گئے ہم
لے ڈوبی ہمیں مال کی کثرت آقا ہم سے بھول ہوئی
کون کرے ان سب کا مداوا آقا ہے ہمیں تیرا سہارہ
کر دو اپنی خاص عنایت آقا ہم سے بھول ہوئی

ان کو منانے کا، آج موقع ہے

تو پیارو! سوچیں! آج وقت ہے ان کو منانے کا، آج موقع ہے ان سے رشتہ جوڑنے کا، اگر آج ہم انہیں نہ منا سکیں، اگر آج ان سے رشتہ نہ جوڑ سکیں، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑے، اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا وہ شعر یاد آگیا کہ:

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تو بات کہاں سے کہاں نکل گئی، خیر یہ بھی ضروری تھا، تاکہ ہم حضور ﷺ کے سچے عاشق بن سکیں، اور ہمیں تو اپنے آقا و مولی ﷺ پر فخر کرنا چاہیے، کہ ہمارے آقا، وہ آقا ہیں جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں، ہر چیز فخر کر رہی ہے، جس شہر میں مصطفی ﷺ پیدا ہوئے، اس شہر کی خود رب کائنات قسم یاد فرما رہا ہے "لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ"

زمین بھی فخر کرتے ہوئے آسمان کو طعنہ دے رہی ہے،

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زَمیں سے

سن ہم پہ مَدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

لہذا اپنے آقا و مولی ﷺ پر ہمیں بھی فخر و ناز کرنا چاہیے:

دل میں فخر کا دریچہ باز کرنا چاہیے

جن کا تو آقا ہے ان کو ناز کرنا چاہیے

اور اپنے ہر انداز کو زمانے سے جدا رکھنا چاہیے، کیوں؟ کیونکہ

ہم اپنا انداز زمانے سے جدا رکھتے ہیں

ہم محبوب بھی محبوبِ خدا رکھتے ہیں

ہمارے اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ زمانے سے جدا ہو، کھانے پینے کا انداز زمانے سے جدا ہو، رہن سہن کا طریقہ زمانے سے الگ ہو، کلام و سلام کا انداز زمانے سے نرالا ہو، ہر کام کا انداز زمانے سے جدا ہو، اور یہ سب زمانے سے جدا کب ہو گا؟ جب ہمارا انداز سنتِ محبوب ﷺ کے مطابق ہو گا۔

اور آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنتوں سے محبت آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کی نشانی ہے، اور آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت جنت میں جانے کا سبب ہے، چنانچہ:

تاجدارِ رسالت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت، مصطَفٰے جانِ رحمت، شمعِ بزمِ ہدایت، نوشۂ بزمِ جنّت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: جس نے میری سنّت سے مَحَبَّت کی اُس نے مجھ سے مَحَبَّت کی اور جس نے مجھ سے مَحَبَّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ ہو گا۔

(مِشْکاۃُ الْمَصابِیح ، ج۱ص۵۵ حدیث ۱۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سنتیں عام کریں دین کا ہم کام کریں
نیک ہو جائیں مسلمان مدینے والے
تبلیغ سنتوں کی کرتا رہوں ہمیشہ
مرنا بھی سنتوں میں ہو سنتوں میں جینا

آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عشق عطا فرمائے، محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنتوں کا اسیر بنائے، سنتوں پر عمل کا جذبہ عطا فرمائے، اور کل قیامت میں محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت سے حصہ عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

خطیب

ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

تاریخ اجراء

10.JUNE2012 **بروز اتوار**

استاد جامعۃ المدینہ فیضان صدیق اکبر آگرہ الہند

رابطہ نمبر:8808693818

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(3) امّت کا معنی اور مفہوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ (پ۔۴۔ال عمران۔۱۱۰)

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

درود شریف کی فضیلت

پیارے اسلامی بھائیو! حضراتِ صحابۂ کرام علیھمُ الرِّضوان کی خوش نصیبی کہ وہ کیسے خوش بخت تھے کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دیدار سے مشرّف ہوئے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، اور ہر عاشقِ رسول صحابۂ کرام پر رشک کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قرب مل جائے، ان کے ساتھ بیٹھنا نصیب ہو جائے، مگر اب ایسا ہونے سے رہا، کہ ظاہری طور پر وہ رخِ زیبا پردے کے پیچھے چلا گیا، اعلیٰ حضرت معراج کے سماں کو یاد کرکے آرزو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

مگر ان تمام تر وجوہات کے باوجود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اپنی قربت سے محروم نہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا: اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً فرمایا: میرے عاشقو! غمزدہ نہ ہونا، تم میرا قرب پانا چاہتے ہو تو سنو! ''اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہو گا، ''اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً'' جو سب سے زیادہ مجھ پر دُرُود شریف پڑھتا ہو گا۔

(ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ۔۔الخ، ۲/ ۲۷، حدیث: ۴۸۴)

چارۂ بے چارگاں پر ہوں دُرودیں صد ہزار
بے کسوں کے حامی و غمخوار پر لاکھوں سَلام
میں قرباں اِس ادائے دستگیری پر مِرے آقا
مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسولَ اللہ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

چراغ تلے اندھیرا

پیارے محترم اسلامی بھائیو! اس نورانی اور عرفانی محفل میں ایک اہم اور بڑا ہی عمدہ موضوع لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں، یہ موضوع ایسا ہے کہ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ چراغ تلے اندھیرا، یعنی چراغ اپنے اطراف میں روشنی اور اجالے تو پھیلاتا ہے، جس کی وجہ سے ہر چیز دیکھی جانے کے قابل ہو جاتی ہے، لیکن اس چراغ کو یہ پتہ نہیں رہتا کہ میں جس روم کو، جس کمرے کو یا جس حصۂ زمین کو روشن کر رہا ہوں، تو کیا میں اپنے نیچے کو بھی روشن کر رہا ہوں؟ چراغ یہ بھول جاتا ہے، دوسروں کو تو روشنی دیتا ہے لیکن اپنے نیچے کی زمین کو روشنی نہیں دے پاتا، یہی معاملہ آج کے اس موضوع کا ہے کہ ہم بڑی لمبی گفتگو کرتے ہیں، بے شمار بیانات سنتے ہیں، لیکن جب باری آتی ہے کہ ہم کیا ہیں؟ اور کوئی ہم سے پوچھے کہ تم کون ہو؟ تو کہہ تو دیتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت ہیں، امت محمدیہ ہیں۔

اس بیان کا موضوع

لیکن اس امت کا معنی کیا ہے؟ جس امت میں ہمارا شمار ہے اس امت کو کہتے کیا ہیں؟ اللہ تعالی نے اس امت کے کتنے نام اپنے ناموں پر رکھے؟ اس کا مفہوم اور اس لفظِ امت میں کیا اسرار و رموز پوشیدہ ہیں؟ اس کو جاننے کی جانب ہماری توجہ نہیں جاتی۔ ان شاء اللہ آج کے اس بیان میں لفظِ امت پر گفتگو کی جائے

گی، لغوی اعتبار سے، اصطلاحی اعتبار سے، پھر امت کی اقسام بھی بیان ہوں گی، پھر اللہ نے چاہا تو آخر میں امت کے فضائل بھی بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

امت کے معانی

سب سے پہلے یہ دیکھیے کہ امت کہتے کس کو ہیں؟ تو امت کے معانی بہت سارے آتے ہیں:

امت کا پہلا معنی

(۱)۔۔۔ایک معنی تو امت کا قوم اور عوام ہے کہ قوم اور عوام کو بھی امت بولتے ہیں۔

امت کا دوسرا معنی

(۲)۔۔۔ دوسرا معنی ہے نسل اور برادری۔ کہ ایک نسل اور ایک برادری کے لوگوں کو امت کہتے ہیں۔

امت کا تیسرا معنی

(۳)۔۔۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ کسی نبی پر ایمان لانے والوں کو امت کہتے ہیں، جیسے ہم اللہ کے پیارے نبی، آخری نبی، مکی مدنی، محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں، تو ہم امت محمدیہ کہلائیں۔

امت کا چوتھا معنی

(۴)۔۔۔ چوتھا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کی پیروی کرنے والے لوگوں کو امت بولتے ہیں، اب ہم نے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا، نبی ﷺ کی غلامی میں آگئے تو اب نبی ﷺ جیسے چلتے ہیں اس کی پیروی کرنے والوں کا چلنا بھی ویسے ہی ہو، جس طرح نبی بیٹھتے ہیں، ان کے پیروکاروں کا بیٹھنا بھی اسی طرح ہو، جس طرح کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سوتے ہیں، جاگتے ہیں، دنیوی معاملات کرتے ہیں یا دینی معاملات کرتے ہیں چاہے وہ نماز ہو، چاہے وہ روزہ ہو، چاہے وہ حج ہو، چاہے دیگر عبادات ہوں، جس جس انداز اور

جس جس طریقے سے نبی کرتا جاتا ہے، زندگی کے تمام افعال و اعمال بجالاتا ہے، تو اس پر ایمان لانے والے لوگ اس کے طریقہ کار کو اپنی زندگی میں نافذ کرتے چلے جاتے ہیں، تو ان لوگوں کو بولتے ہیں امت۔

امت کا پانچواں معنی

(۵)۔۔۔امت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امت کا معنی ہے وہ زمین کا حصہ جو بہت بلند ہو، بہت اونچی ہو، اس زمین کو امت بولتے ہیں۔

محترم اسلامی بھائیو! اس معنی کو ذہن میں رکھیے اور پھر جس امت میں ہم ہیں اس کا رتبہ، اس کی شان، اس کی عزت و وقار، اللہ تعالی نے کیسا رکھا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، کہ امت کا جو معنی ہے اس کو سامنے رکھئے اور اللہ تعالی جو امت کو عطا کرتا ہے، اس کو سامنے رکھئے، پس جب امت کا معنی اور رب عزوجل کی عطاؤں کو ملایا جائے تو ایک دم مطابقت ہو جاتی ہے۔

اونچی زمین نچلی زمین سے افضل ہوتی ہے

مثال کے طور پر امت بولتے ہیں اس زمین کو جو سب سے اونچی ہو، اچھا اونچی زمین جو ہوتی ہے وہ بہت اچھی بھی ہوتی ہے، سب سے افضل بھی ہوتی ہے، کہ نیچے کی زمین میں بارش ہوئی، پانی جمع ہو جائے گا، کیچڑ ہو جائے گی، لیکن اوپر جو زمین ہو گی، جو اونچی زمین ہو گی، اس میں کبھی آپ کیچڑ نہیں دیکھیں گے، مثلاً ہماری دنیا گول ہے، گیند کی طرح ہے، نقشے میں دیکھئے تو ہمارا آگرہ کشمیر کے مقابلہ میں نیچے ہے اور کشمیر ہمارے آگرہ سے اوپر ہے، بہار ہمارے آگرہ سے بھی نیچے ہے اسی لیے وہاں باڑھ زیادہ آتی ہے، کہ وہ نیچے ہے۔ اب بتائیے یوپی ہے یا بہار ہے یا اور بھی کوئی صوبے ہیں وہ خوبصورت ہیں یا کشمیر کا حصۂ زمین خوبصورت ہے؟ یقیناً کشمیر ہندوستان کے تمام صوبوں سے خوبصورت ہے، کیوں خوبصورت ہے؟ کیونکہ وہ اونچائی میں ہے۔

نبی پر ایمان لانے والے بھی اونچے ہو جاتے ہیں

اور کشمیر کو دنیا کی جنت بھی کہا گیا ہے، پتہ چلا جو اونچا ہوتا ہے وہ نیچے والوں سے افضل ہوتا ہے، اونچی زمین کو امت بولتے ہیں، اور نبی پر ایمان لانے والوں کو بھی امت بولتے ہیں، اس لیے کہ یہ نبی پر ایمان لاکر، نبی کی پیروی کرکے، تمام دنیا کے لوگوں سے اونچے ہو جاتے ہیں، جنت ان کے لیے، آخرت ان کے لیے، دنیا ان کے لیے، طاقت ان کے لیے، قوت ان کے لیے، سرمایہ ان کے لیے، حکومت ان کے لیے، صدارت ان کے لیے، سارے فضائل اور سارے کمالات اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کے صدقے اپنے محبوب ﷺ کی امت کو دے رکھے ہیں۔

اللہ نے امت کو فضائل و کمالات کیوں دئیے؟

اور اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کو یہ ساری خوبیاں اور فضائل و کمالات کیوں دئے؟ تاکہ یہ دنیا کے دوسرے لوگوں سے ہیچ نہ ہو سکیں، بلکہ یہ سر اٹھا کر جینے کا حق رکھ سکیں، تو امت کا معنی تھا اونچی جگہ اور جو نبی کی امت میں آجاتا ہے اللہ بھی اس کو وہ فضیلت وہ کمالات اور وہ اوصاف حمیدہ عطا فرما دیتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان میں وہ افضل، اکرم، اعلی اور عمدہ اور نمایاں اور بہترین شخص کے طور پر نمودار ہوتا ہے۔

اس پر قرآن مجید شاہد ہے

بس شرط یہ ہے کہ لوگ امت بنیں، اور رب تعالی نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳۹) (پ۴، آل عمران ۱۳۹)

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

لہذا اگر بلندی چاہئے، سرفرازی چاہئے، کامیابی چاہئے تو نبی ﷺ کے سچے امتی بننا پڑے گا، اگر ہم سچے امتی بن گئے، تو پھر وہ ساری خوبیاں جو اس زمین میں ہوتی ہیں جس زمین کو امت کہتے ہیں، ہمیں بھی نصیب ہو جائیں گی، ان شاء اللہ عزوجل۔

امت کا چھٹا معنی

(۶)۔۔۔ امت کا چھٹا معنی ہے، وہ زمین جس میں ڈھلان ہو، جس میں کیا ہو؟ ڈھلان ہو، اونچی بھی ہو اور اس میں ڈھلان بھی ہو۔

ایک زمین وہ بھی ہوتی ہے جو اس طور پر اونچی ہوتی ہے کہ نیچے سے اوپر تک بالکل سیدھی کھڑی ہوتی ہے، جس پر نہ کوئی چل سکتا ہے اور نہ چڑھ سکتا ہے، اور اس اونچائی تک پہنچنے کے لئے ہوائی جہاز کا سہارا لینا پڑتا ہے، لیکن ایک زمین وہ بھی ہوتی ہے جو اونچی تو ہوتی ہے لیکن اس میں ڈھلان ہوتی ہے، جس پر چلنا آسان اور چڑھنا بھی آسان ہوتا ہے۔

ایسی شریعت جس پر عمل کرنا آسان ہو

تو پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! امت اس زمین کو بولتے ہیں جو ڈھلان دار ہو، اور ڈھلان دار زمین پر چل کر اوپر جانا ممکن ہوتا ہے، آسان ہوتا ہے، ڈھلان والی زمین میں نیچے سے اوپر کی جانب جائیں یا اوپر سے نیچے کی جانب آئیں، آسانی ہی آسانی ہے، اب اس معنی کو ذہن میں رکھ کر، امت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ امت کو امت کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہتے ہیں کہ امت کو آسان شریعت دی جاتی ہے جس پر عمل کرنا آسان ہو، ایسا راستہ دیا جاتا ہے، جس پر چلنا آسان ہو، اور امتی اس راستے پر چل کر بشریت کے فرش سے اٹھ کر ملکیت کے عرش تک پہنچ جاتا ہے، مادیت کی تاریکیوں سے نکل کر روحانیت کی روشنیوں تک پہنچ جاتا ہے، معاشرے کی نظروں سے گرا ہوا شخص جب نبی کی شریعت کے احکام پر چل کر نبی کا امتی

بن جاتا ہے تو ربِّ کائنات اس کو پستی سے نکال کر بلندی عطا فرماتا ہے، اور وہی بگڑا ہوا شخص قوم کا امام بن جاتا ہے۔

امت کا حال سب پر ظاہر ہے

اور جو زمین ڈھلان کی صورت میں اونچی ہوتی ہے اس میں ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ اسے ہر کوئی نیچے سے دیکھ لیتا ہے اس کی اچھائی اور برائی کا پتہ لگالیتا ہے، پس یہی حال امت کا ہوتا ہے، کہ ہر کافر و مشرک اسلام اور اہلِ اسلام کو بڑے کھلے اور ظاہر انداز میں دیکھ سکتا ہے، کسی سے اسلام اور اہلِ اسلام کی کوئی بات مخفی نہیں، اگر کوئی مصطفے جانِ رحمت ﷺ کی امتیوں کی زندگی دیکھنا چاہے تو ایسا نہیں ہے کہ نہیں دیکھ پائے گا، اگر ایسا ہوتا تو میرے اور آپ کے خواجہ، ہند کے راجا کو دیکھ کر نوے لاکھ کافر دامنِ اسلام سے مشرف نہ ہوتے، ان نوے لاکھ کفار کا دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ امتیوں کا ہر عمل، دنیا کے سامنے اسی ڈھلان والی زمین کی طرح عیاں ہے جس کو ہر کس و ناکس دیکھ اور سمجھ سکتا ہے، ان کے جیسا بن سکتا۔

امت کا ساتواں معنی

(۷)۔۔۔ایک معنی امت کا طریقہ اور مشرب بھی ہے، کون سا طریقہ؟ اللہ عزوجل کا عطا کردہ طریقہ، اللہ تعالی اپنے نبی کو لوگوں میں بھیجتا ہے، نبی اپنے ماننے والوں اور پیروی کرنے والوں کو ایک طریقہ دے کر جاتا ہے، ایک نمونہ، ایک ماڈل دے کے جاتا ہے، اچھا یہ ماڈل اور یہ طریقہ ایسا ہوتا ہے جو کامل ہوتا ہے، کہ بندے کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک تمام معاملات جو اس کو دنیوی زندگی میں پیش ہوں گے، زندگی میں عارض ہوں، ان تمام کا حل شریعت کی صورت میں نبی دے کر جاتا ہے۔

اسلام میں ایسا طریقہ ہے جو کسی کے پاس نہیں

اور یہی بات ہے پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! اسلام کے پاس ایسا طریقہ ہے، ایسا بہترین انداز ہے، جو کسی قوم اور مذہب والوں کے پاس نہیں ہے، کسی امت میں بھی نہیں ہے، لیکن پیارے اور محترم ساتھیو! بات یہ ہے کہ ہم اس طریقے کو، اس انداز کو اپنا نہیں پائیں، یقیناً اگر ہم اسلام کا طریقہ اور انداز اپنا لیتے، تو جس طرح خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالی علیہ کو دیکھ کر کتنے غیر مسلم مسلمان ہو گئے تھے، آج ہمارے کردار کو دیکھ کر بھی غیر مسلم مسلمان ہو جاتے، اگر آج ہم اسلامی طور طریقے پر قائم ودائم رہتے، تو ہمارے کردار کو دیکھ کر بھی غیر مسلم مسلمان ہوئے بغیر نہ رہتے۔

ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا

لیکن ہم نے کیا کیا؟ کہ ہم نے اپنے اوپر اتنا ظلم کیا کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کے طریقے ہی کو چھوڑ دیا، اپنے نبی کے انداز ہی کو چھوڑ دیا، ان کی سنتوں سے ہی منہ موڑ لیا، جس کی وجہ سے آج ہم بے راہ ہو چکے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا ماڈل نہیں ہے، جس کو ہم اپنا آئیڈیل بنا سکیں، تبھی تو کبھی ہنود کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو کبھی یہود کے طریقوں کو اپناتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، تو کبھی کسی کی، تو کبھی کسی کی۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے

حالانکہ اللہ تعالی نے ہمیں بہترین ماڈل دیا تھا، جیسے کہ قرآنِ پاک کے پارہ ۲۱، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۲۱، میں ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے

یا مصطفیٰ! گناہوں کی عادتیں نکالو
جذبہ مجھے عطا ہو سنت کی پیروی کا

میری عادتیں ہوں بہتر بنوں سنتوں کا پیکر
مجھے متقی بنانا مدنی مدینے والے

نئی ایجادات کا علم اسلام نے کیوں نہ بتایا؟

پیارے اسلامی بھائیو! بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جس شریعت محمدی پر ہمیں عمل کرنا تھا، اس کی اشاعت کرنی تھی، ہم نے عمل کرنے کے بجائے، اسی شریعت پر اعتراض کرنے لگ گئے، لوگوں کے کہنے میں لگ گئے، کہ صاحب تمہارے نبی ﷺ کو اتنا علم تھا تو ہوائی جہاز بنانے کا طریقہ کیوں نہیں بیان کر دیا؟ راکٹ بنانے کا طریقہ کیوں بیان نہ کیا؟ چاند پر جانے کا طریقہ کیوں نہیں بتا دیا؟ اپنے امتیوں کو چاند پر کیوں نہ بسا دیا؟

قرآن میں سب کچھ ہے

پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! ایسے وسوسوں میں پڑ کر ہم اپنے دین سے اپنا رشتہ نازک کر رہے ہوتے ہیں، کمزور کر رہے ہوتے ہیں، یقیناً میرا اور آپ کا ایمان بلکہ ہم سب کا ایمان، یہ کہتا ہے کہ ہمارے اسلام میں سب کچھ ہے، جی ہاں! یہ حقیقت ہے، ہمارے اسلام میں راکٹ بنانے کا طریقہ بھی ہے، ہوائی جہاز بنانے کا طریقہ بھی ہے، ٹرین بنانے کا طریقہ بھی ہے، موبائل اور کمپیوٹر اور کیا کیا میں بتاؤں دنیا کے اس ترقی کے دور میں جو جو چیزیں وجود میں آچکی ہیں اور جو آنے والی ہیں ساری چیزوں کے بنانے کا طریقہ، چلانے کا طریقہ الحمدللہ عزوجل اسلام میں ہے، کوئی سیکھنا چاہے تب نہ، کوئی اس علم کو لینا چاہے تب نہ، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالی قرآن پاک کے پارہ ۱۴ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ۠(۸۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

اقوالِ بزرگانِ دین

اس آیتِ پاک کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں نقل کرتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اُمّت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی۔ ابو بکر بن مجاہد سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا: کہ عالَم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ ابنِ ابو الفضل مرسی نے کہا کہ اولین و آخرین کے تمام علوم قرآنِ پاک میں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی، جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے وہ اتنا ہی جانتا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان پ ۱۴، النحل، ۸۹)

اس میں تمام چیزوں کا علم ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”قرآن مجید ہر نافع علم پر مشتمل ہے یعنی اس میں گزشتہ واقعات کی خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم موجود ہے، ہر حلال و حرام کا حکم اس میں مذکور ہے، اور اس میں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی لوگوں کو اپنے دنیوی، دینی، معاشی اور اُخروی معاملات میں ضرورت ہے۔(ابن کثیر، النحل، تحت الآیۃ: ۸۹، ۴ / ۵۱۰)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا قول

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تِبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی نہ رکھے، اور اہلِ سنت کے نزدیک ”شَیْءٍ“ ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات داخل ہو گئے، فرش سے عرش تک، شرق سے غرب تک، ذاتیں اور حالتیں، حرکات اور سکنات، پلک کی جنبشیں اور نگاہیں، دلوں کے خطرے اور ارادے اور ان کے سوا جو کچھ ہے (وہ سب اس میں داخل ہو گیا) اور انہیں موجودات

میں سے لوحِ محفوظ کی تحریر ہے، تو ضروری ہے کہ قرآنِ عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو اور یہ بھی ہم اسی حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (قمر:۵۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (یٰس:۱۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایک ظاہر کر دینے والی کتاب (لوحِ محفوظ) میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرماتا ہے:

وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (انعام:۵۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے مگر وہ ان سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی تر چیز نہیں اور نہ ہی خشک چیز مگر وہ ایک روشن کتاب میں ہے۔

اور بے شک صحیح حدیثیں فرما رہی ہیں کہ روزِ اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ جنت و دوزخ والے اپنے ٹھکانے میں جائیں، اور اسی کو مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کہتے ہیں، اور بے شک علمِ اصول میں بیان کر دیا گیا کہ نکرہ مقامِ نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیان سے چھوڑ دی ہو اور "کُل" کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے بڑھ کر نص ہے تو روا نہیں کہ روشن بیان اور تفصیل سے کوئی چیز چھوٹ گئی ہو۔

(الدولة المكيه بالمادة الغيبيه. النظر الخامس فی الدلائل المدعی من الاحادیث والاقوال والآیات، ۸۳-۸۵)

کوئی چیز خارج نہیں

قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان موجود ہے، دنیا کی کوئی چیز خارج نہیں ہے، نکل نہیں سکتی قرآن کے اندر سے، اور وہ بھی روشن بیان، اور روشن اس چیز کو کہتے ہیں جو ظاہر و باہر ہو، کسی سے چھپی ہوئی نہ ہو، تو اب آپ بتائیے کہ کیا یہ جہاز دنیا میں نہیں ہے؟ کیا یہ راکٹ دنیا میں نہیں ہے؟ لہذا قرآن میں ہر چیز کا علم موجود ہے۔

روشن ہونے کے باوجود ہمیں نظر نہیں آتا

اور اگر آپ یہ کہیں کہ جب قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے تو دکھاؤ جہاز بنانے کا طریقہ، دکھاؤ ٹرین بنانے کا طریقہ، دکھاؤ راکٹ بنانے کا طریقہ، اگر ہے تو دکھاؤ۔ تو سنو! اس کا جواب یہ ہے کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سمندر میں موتی ہوتے ہیں، کسی کو اس بات میں شک و شبہ نہیں ہے، تو کیا ہر کوئی سمندر سے موتی نکال لیتا ہے؟ نہیں نا، پس اسی طرح اس قرآن میں تو بہت کچھ ہے، مگر ہر کوئی نکال نہیں سکتا، علم ہونے کے باوجود سمندر سے موتی ہم اور آپ نہیں نکال سکتے، سمندر سے موتی کون نکالتا ہے؟ غوطہ خور نکالتا ہے، کیا ہم اور آپ نکال سکتے ہیں؟ نکالنے جائیں گے تو اپنی جان کو گنواں بیٹھیں گے، جان کے لالے پڑ جائیں گے، لیکن جو غوطہ خور ہوتا ہے وہ نکال کے لے آتا ہے، پتہ چلا قرآن میں ہے تو سب کچھ، لیکن نکالنے والا تو کوئی ہونا چاہیے، ہم ایسے بنے تو پہلے، اگر غوطہ خور بن جائیں، تو دو چار دن ہی میں لکھ پتی اور کروڑ پتی بن جائیں گے۔

سیکڑوں سال پہلے اسلام کی نئی ایجادات

ہمارے غوث اعظم، ہمارے خواجہ غریب نواز، صحابۂ اکرام، اولیائے عظام نے اس دین کے ڈیپ میں گئے، تو سیکڑوں سال پہلے ہی ان چیزوں کو استعمال کر لیا جن چیزوں کو ہم اور آپ آج استعمال کرتے ہیں۔ بشر حافی رضی اللہ عنہ کو کوئی ہوائی جہاز کی ضرورت نہیں تھی، پل بھر میں سو میل کا سفر کر لیا کرتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الٹرا ساؤنڈ کی مشین کی ضرورت نہیں تھی، سونو گرافی مشین کی

ضرورت نہیں تھی، وہ تو دیکھ کر بتاتے تھے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ ہے بچی، فاروقِ اعظم کو کوئی موبائل کی، کوئی انڈرائڈ موبائل اور انٹرنٹ کی ضرورت نہیں تھی، شہر نہاوند میں جنگ ہو رہی ہے، مدینۂ منورہ سے بات کر رہے ہیں، ساریہ پہاڑ کے پیچھے، مدینہ سے وہاں کا منظر بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں اور بات بھی کر رہے ہیں، اللہ اکبر! وہ کیسا انڈرائڈ موبائل تھا، ویڈیو کالنگ بھی ہو رہی ہے، اور اس موبائل کو چارج کرنے کے لئے نہ لائٹ کی ضرورت اور نہ بیٹری کی ضرورت، نہ موبائل کو خریدنے میں پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت، یہ سب کیا ہے؟ اللہ تعالی نے اسلام میں وہ طریقہ رکھا ہے ، جس کو نہ کسی ظاہری اسباب کی ضرورت اور نہ کسی کی مدد کی ضرورت۔

فاروق اعظم نے قبر والے سے بات کی

منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان تھا جو متقی، پرہیزگار اور مسجد میں کثرت سے آتا جاتا تھا۔ خوفِ خدا کے باعث اس کا انتقال ہو گیا، اس کے والد نے راتوں رات ہی اس کے غسل و کفن و دفن کا انتظام کر دیا۔

صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ "ہمیں رات کو ہی اطلاع کیوں نہیں دی، ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے؟" اس نے عرض کی، "امیر المومنین! آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے مناسب معلوم نہ ہوا۔" آپ نے فرمایا کہ "مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔" وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔ (پ۲۷، الرحمن ۴۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

تو قبر میں سے اس نوجوان نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا کہ "یا امیر المومنین! بے شک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔" (شرح الصدور ص ۲۱۳)

روح پر سائنسی تحقیق ہو رہی ہے

اللہ اکبر! پیارو! ذرا غور تو کرو: وہ نوجوان قبر میں منو مٹی تلے دبا ہے، مر گیا ہے، ہم جا کے یا کسی سائنسدان سے کہہ دیجیئے کہ کسی قبر والے سے بات کر لے، اور کوشش بھی کی گئی ہے، قبر میں کیمرے لگائے گئے ہیں کہ دیکھا جائے قبر میں کیا ہوتا ہے؟ لیکن کچھ رزلٹ آیا، ابھی تک نہیں آیا، یہ روح کیسے نکلتی ہے اس کے بارے میں ریسرچ ہو رہی ہے، اور ماں کے پیٹ میں جب بچہ بن جاتا ہے اور جب ایک سو بیس دن کا بچہ ہو جاتا ہے تو قرآن پاک سے ثابت ہے کہ چار مہینے کے بعد روح پھونکی جاتی ہے، سائنس اس پر تحقیق کر رہی ہے، حاملہ عورت کو لٹا کر مشینیں فٹ کر دی ہیں کہ جب ایک سو بیس دن ہو جائیں گے، تو روح کس طرح پڑتی ہے، اس کو دیکھیں گے لیکن ابھی تک کچھ رزلٹ نہ آیا، اور نہ ایسی جان کاری دے پائیں گے، کہ روح کس طرح آتی ہے اور کس طرح نکل جاتی ہے؟

روح اللہ کے حکم سے ایک چیز ہے

کیونکہ اللہ تعالی نے قرآنِ پاک کے پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸۵ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (۸۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

یعنی اے محبوب! لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیں کہ روح یہ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ کو جب ہم دیکھ نہیں سکتے تو اس کے حکم کو کیا دیکھ پائیں گے؟ قیامت آجائے گی کوئی

سائنس روح کے بارے میں بتا ہی نہیں سکے گی۔ اور رب نے کہہ بھی دیا" وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا "کہ تمہیں ملا ہی تھوڑا علم ہے، اور اس تھوڑے علم سے روح کا علم نہیں حاصل ہو سکتا۔

توجب فاروق اعظم نے آیتِ پاک تلاوت فرمائی کہ خوف خدا رکھنے والے کے لیے قرآن کہتا ہے کہ دو جنتیں ہیں، تو نوجوان! تو بتا، تیرے رب نے تجھ کو کتنی جنتیں عطا کی، تو قبر کے اندر سے فاروقِ اعظم کی آواز سن کر اس نوجوان نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا کہ "یا امیر المومنین! بے شک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے دینِ اسلام، جس کی بنا پر فاروقِ اعظم نے قبر کے اندر مردے سے بات کی۔

اسلام ایسا سرچشمہ ہے

دینِ اسلام میں وہ علوم ہیں جس کے ہوتے ہوئے کسی مشین کی ضرورت نہیں، کسی بجلی اور کسی واسطے اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے اسلام تو ایسا دین ہے، ایسا سرچشمہ ہے کہ ہر چیز اس میں ہے ہم سیکھنے والے تو بنیں۔

پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! بات کہاں سے چلی تھی؟ اور کہاں پہنچ گئی؟ خیر یہ بھی ضروری تھا کہ ہماری نئی نسلوں کو پتہ تو چلے کہ جس چیز کی تلاش ہم غیروں کے پاس جا کر کرتے ہیں وہ ہمیں ہمارا اسلام دے رہا ہے۔

ہم دین اسلام کا علم سیکھیں

تو ہم دین اسلام کا علم سیکھیں، ہم مسلمان ہیں، کم سے کم یہ تو ضرور پتہ ہو کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں، ہم بہت ساری چیزوں کی ڈیفینیشن پڑھتے ہیں، کسی کو کوئی کاروبار کرنا ہے، تو کاروبار سیکھتا ہے، کاروبار کے متعلق ساری جان کاری لیتا ہے، تو جناب کاروبار کے لئے آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے شام تک بارہ گھنٹے دکان کھولنی ہے، تو جھاڑو بھی لگانا ہے پھر گراہکوں سے بات اس طرح کرنی ہے، کاروبار کس طرح کرنا ہے؟

انداز کیا ہونا چاہیے ؟ سارا کچھ سیکھتے ہیں اور سیکھ بھی جاتے ہیں، ہم مسلمان ہیں، اور پیدائشی مسلمان ہیں، کاروبار تو بیس پچیس تیس سال کے بعد شروع کرتے ہیں، مگر ہم مسلمان تو پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ سے، بلکہ جب حمل ٹھہرا تھا، بلکہ اس سے بھی پہلے سے مسلمان ہیں، کہ باپ کی پشت میں جو ہمارا نطفہ تھا، ہم اس وقت سے مسلمان ہیں، اتنے پرانے مسلمان، مگر پھر بھی اس اسلام کے بارے میں کوئی بھی جان کاری نہیں، ارے بھائی! سب کچھ چھوڑ کر یہ تو پتہ ہونا ہی چاہیے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ اور کیا وہ تمام چیزیں جو مسلمان کی ڈیفینیشن اور تعریف میں بیان کی جاتی ہیں کیا وہ چیزیں میرے اندر ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس کو سیکھیں۔

محترم اسلامی بھائیو! کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ضروری علم دین ضرور حاصل کریں، ایسے بھی دنیا دار نہ بن جائیں کہ مرنے کے بعد پچھتانا پڑے۔

تو امت کا ساتواں معنی طریقہ اور مشرب تھا، اور کون سا طریقہ ؟ اللہ عزوجل کا عطا کردہ طریقہ، ہمارے پیارے نبی ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ، اور سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ذات ہر درجے اور ہر مرتبے کے انسان کے لئے نمونہ ہے۔

امت کا آٹھواں معنی

(۸)۔۔۔امت کا آٹھواں معنی مدّت اور وقت ہے، کہ کسی بھی نبی کی کوئی امت ہوتی ہے وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے نہیں ہوتی، حضرت موسی علیہ صلوۃ وسلام کی امت ایک وقت تک تھی، حضرت عیسی علیہ صلوۃ وسلام کی امت تھی، وہ بھی ایک وقت کے لیے۔

اس امت کا وقت قیامت تک ہے

ہمارے نبی ﷺ کی امت کا بھی ایک وقت ہے، اس کی بھی ایک مدت ہے، لیکن جس طرح ہمارے نبی ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہیں، اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کی یہ امت، امت محمدیہ تمام امت

سے افضل ہے، جس طرح دیگر نبیوں کی امتوں کا ایک وقت ہوتا تھا، کسی کے لئے پچاس سال، کسی کے لئے سو سال، دو سو سال، لیکن یہ امت افضل امت ہے اس لیے اس کو زیادہ وقت دیا گیا، اور وہ قیامت تک کا وقت ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سب سے زیادہ وقت امتِ محمدیہ کو دیا گیا تو امتِ محمدیہ کے لوگوں کی عمریں کم کیوں رکھی گئیں؟ جبکہ پچھلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوا کرتی تھیں، ایسا کیوں ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ ان شاء اللہ اگلے بیان میں ہم اس پر گفتگو کریں گے، اور امت کی کتنی قسمیں ہیں وہ بھی بیان کریں گے، پھر اس امت کے فضائل کیا ہیں؟ یہ سب کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

امت کا نواں معنی

(۹)۔۔۔امت کا نواں معنی یہ ہے کہ، امت اس شخص کو کہتے ہیں جو تمام خصائلِ حمیدہ کا جامع ہو، چنانچہ قرآنِ پاک کے پارہ ۱۴، سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۰، میں ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۲۰)

بے شک ابراہیم ایک امام تھا، اللہ کا فرمان بردار اور سب سے جدا، اور مشرک نہ تھا۔

اس آیت کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے کہ اُمَّةً سے مراد نیک خصائل اور پسندیدہ اخلاق اور حمیدہ صفات کا جامع ہونا ہے۔

لفظِ امت ہم سے تقاضا کرتا ہے

لہٰذا لفظِ امت ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ امت کا معنی خصائلِ حمیدہ کا جامع ہونا ہے تو تم بھی اپنے کردار کو ستھرا کرو، صفاتِ حمیدہ کو اپناؤ۔ اور جب ہم صفاتِ حمیدہ سے متصف ہو جائیں گے تو تب جا کر امت بنیں گے۔

صفاتِ حمیدہ سے مراد کیا ہے؟

اور صفاتِ حمیدہ سے مراد اچھی خوبیوں کا ہونا ہے مثلاً خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ و عشقِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم، جذبۂ اتباعِ قرآن و جذبۂ اتباعِ سنّت، جذبۂ احیاءِ سنّت، زُہد و تقویٰ، عَفْو و در گزر، صبر و شکر، عاجِزی وانکِساری، سادَگی و اِخلاص، حُسنِ اَخلاق، دنیا سے بے رغبتی، حفاظتِ ایمان کی فکر، فروغِ علمِ دین، خیر خواہ مسلمین جیسی صفات سے اپنے آپ کو مزین کرنا ہے۔

مدنی انعامات کا رسالہ بہترین ذریعہ ہے

اور ان تمام صفات کا جامع بننے کے لئے امیر اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری زید مجدہ و شرفہ و علمہ کا عطا کردہ رسالہ بنام "مدنی انعامات" حاصل کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب برپا ہوتا دیکھیں گے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے اور وسیلے سے دونوں جہان میں برکتیں اور رحمتیں عطا فرمائے، اور صحیح معنوں میں ہمیں امت بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

خطیب

ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

تاریخ اجراء

30july2021

بروز جمعۃ المبارک

استاد جامعۃ المدینہ فیضان صدیق اکبر آگرہ الہند

رابطہ نمبر:8808693818

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(4) امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ (پ۔۴۔ال عمران۔۱۱۰)

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہلِ سنّت کا گروہِ ناجی اب چار مذہب میں مجتمع ہے

علامہ سیّد احمد مصری طحطاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں: اہلِ سنّت کا گروہِ ناجی اب چار مذہب میں مجتمع ہے وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں، آج کے دور میں جو ان چار مذاہب سے خارج ہو بدعتی اور جہنمی ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الذبائح، ۴/۱۵۳)

چاروں مذہب کے چاروں اماموں کے نام

مذہبِ حنفی کے امام، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، مذہبِ مالکی کے امام، امامِ مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں، مذہبِ حنبلی کے امام، امامِ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہیں، اور مذہبِ شافعی کے امام، امامِ شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔

آج کی اس نورانی و عرفانی بزم میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند باتیں اور پھر ان سے منقول درود شریف کی فضیلت سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، ان شاء اللہ عزوجل

امام شافعی رضی اللّٰہ عنہ کا مختصر تعارف

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا نام محمد بن ادریس بن عباس اور کنیت ابوعبداللہ ہے مقام غَزّہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ با عمل عالم دین، بلند شرف والے، اچھے اخلاق والے، سخاوت کرنے والے، تاریکیوں میں روشنی اور تبع تابعین میں سے ہیں۔ رمضان المبارک میں ٦٠ قرآن پاک ختم فرماتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیّدُنا امام مالک اور حضرت سیِّدُنا امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما سے بھی علم حاصل کیا۔ مذہب المُہَذَّب شافعیہ کے عظیم المرتبت پیشوا ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مصر میں ۲۰۴ھ کو رجب المرجب کی آخری تاریخ میں جمعرات کی رات وصال فرمایا اور جمعہ کے دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو دفن کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء، الرقم: ۱۴۴۲ الامام الشافعی، ج۹، ص۱۴۳، ۱۷۱) (مرقاۃ المفاتیح، شرح مقدمۃ المشکاۃ، ج۱، ص۶۶)

سونے کی کرسی

اور آپ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بہت بلند و بالا ہے چنانچہ: حضرت سیِّدُنا رَبیع بن سلیمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے وصال کے بعد ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: "اے ابوعبد اللہ!: مَاصَنَعَ اللّٰہُ بِکَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" جواب دیا ": مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور مجھ پر نفیس موتی بکھیرے۔" (احیاء علوم الدین، باب منامات المشائخ، ج۵، ص۲۶۷)

درود شریف کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن حَکَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کو دیکھ کر پوچھا: "مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" فرمایا: "مجھ پر رحم فرمایا اور بخش دیا اور میرے لئے جنت یوں سجائی گئی جیسے کہ دلہن

کو سجایا جاتا ہے اور مجھ پر نعمتیں یوں نچھاور کی گئیں جیسے کہ دولہا پر نچھاور کرتے ہیں۔'' میں نے پوچھا: ''کس سبب سے آپ نے یہ مقام پایا؟'' فرمایا: ''میری کتاب ''اَلرِّسَالَۃ'' میں جو درود پاک لکھا ہے اس کے سبب سے۔'' میں نے پوچھا: ''وہ کس طرح ہے؟'' فرمایا: '' وہ یوں ہے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

یعنی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّى الله تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ذکر کرنے والوں اور ان کے ذکر سے غافل رہنے والوں کی تعداد کے برابر ان پر رحمت نازل فرما۔''

حضرت سیِّدُنا عبد الله بن حکم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: صبح کو میں نے کتاب ''اَلرِّسَالَۃ'' کو دیکھا تو وہی درود پاک لکھا ہوا تھا جو آپ نے خواب میں بتایا تھا۔

(سعادة الدارين ، الباب الرابع فيما۔۔۔ الخ، اللطيفة الحادية والعشرون، ص ۱۳۴)

آیئے اس درودِ پاک کو ایک بار ہم بھی پڑھ کر اس کی برکتیں حاصل کریں:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

آج کے بیان کا موضوع

پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! پچھلے بیان میں ہم نے لفظِ امت کے معانی و معارف پر گفتگو کی تھی، آج ان شاء اللہ عزوجل ہم اس عنوان کے متعلق کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں گے کہ جب امتِ محمدیہ تمام امت سے افضل و اعلی ہے تو اس کی عمریں کم کیوں ہیں، نیز امت کی کتنی اقسام ہیں، اور اللہ عزوجل سے اپنے کتنے ناموں پر اس امت کا نام رکھا ہے؟ یہ سب کچھ اور مزید بہت کچھ سنیں گے، ان شاء اللہ عزوجل۔

تم سب امتوں میں بہترین امت ہو

اللہ تعالی نے اس امت کو اپنے محبوب ﷺ کے صدقے و طفیل سابقہ امم سے افضل و اکرم بنایا، جیسے کہ قرآن پاک کے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰، اس پر شاہد ہے:" كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کہ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، اور اس آیت پاک کے نازل ہونے کا سبب بھی یہود کا اعتراض تھا کہ یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہم سے کہا: کہ ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو، اس پر اللہ تبارک و تعالی نے یہ آیت نازل فرمایا:" كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کہ اے میرے محبوب ﷺ کے امتیوں تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، چاہے وہ کسی نبی کی امت ہو، حضرت موسی علیہ السلام کی امت یہود ہوں یا عیسی علیہ السلام کی امت نصاری ہو، تم سب سے بہتر ہو، کیونکہ تمہاری نسبت جو میرے محبوب ﷺ سے ہو گئی ہے، جب میرا محبوب ﷺ سب انبیاورسل علیہم السلام میں افضل ہے تو تم ساری امم سابقہ میں افضل ہو۔ اللہ اکبر! رب عزوجل کی کیسی اس امت پر کرم نوازیاں ہیں۔

پس اللہ تبارک و تعالی نے اس امت کو افضل بنایا، اکرم بنایا، عزت بخشی، وقار عطا فرمایا اور تمام امت میں اعلی بنا کر اس کو بلندیوں کی دہلیز پر لا کر کھڑا کر دیا۔

اصلی چیز کی عمر زیادہ اور نقلی کی کم

اب یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالی نے امتِ محبوب ﷺ کو بلندی کی دہلیز پر کھڑا کر دیا، تو پچھلی امتوں کی عمریں تو بڑی طویل ہوتی تھیں، بڑی لمبی لمبی عمریں ہوتی تھیں، تو جب یہ امت تمام امم سے افضل ہے تو اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہئے، نہ یہ کہ اس کی عمر کم کر دی جائے، کیونکہ جو اچھی چیز ہوتی ہے وہ دیر پا ہوتی ہے، آپ دیکھیں کوئی چیز اگر لوکل کوالٹی کی ہے تو وہ کم چلتی ہے، اس کی عمر کم ہوتی ہے جلد ہی خراب ہو جاتی ہے، اور اگر وہ چیز اچھی کوالٹی کی ہے، کمپنی کی ہے، لیبل لگا ہوا ہے تو پھر وہ

چیز لمبے عرصے تک چلتی ہے، اور کہتے بھی ہیں کہ: سستا روئے بار بار اور مہنگا روئے ایک بار، تو نقلی چیز کی زندگی کے مقابلے میں اصلی چیز کی زندگی زیادہ ہوتی ہے، کم افضل چیز کی زندگی کم ہوتی ہے اور افضل چیز کی زیادہ ہوتی ہے، تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا تو اگر پچھلی امتوں کی عمر سو سال تھی تو اس کی دو سو سال ہونی چاہئے، اگر پچھلی امتوں کی عمر دو سو سال تھی تو اس امت کی عمر تین سو سال ہونی چاہئے تھی، لیکن اس کا الٹ کر دیا گیا کہ پچھلی امتوں کی عمریں زیادہ، اور امت محمد ﷺ کی عمر کم، اس میں کیا حکمت ہے؟ اس امت کی عمر کم رکھنے میں کیا اسرار و رموز ہیں؟ اور اس پر مشکوۃ المصابیح میں بحوالہ جامع الترمذی ارشادِ نبوی ﷺ بھی موجود ہے، چنانچہ:

میری امت کی عمریں

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: عُمُرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً اِلٰی سَبْعِیْنَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا: میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوگی۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاستحباب المال و العمر للطاعة الفصل الثانی ص۴۵۰ مجلس البرکات)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَ اَقَلُّهُمْ مَنْ یُّجَوِّزُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی، کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاستحباب المال و العمر للطاعة الفصل الثانی ص۴۵۰ مجلس البرکات)

دونوں حدیث کی شرح

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ: میری امت کی عمریں عموماً ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی اگرچہ بعض لوگ ساٹھ سال سے پہلے مر جائیں گے، بعض ستر سے بڑھ جائیں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال ہوئیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی یا اٹھاسی سال ہوئی۔

اور بہت کم لوگ ستر سے آگے بڑھیں گے، سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی، جناب اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی عمر سو سال ہوئی، اور اس عمر میں بھی کسی قوت میں کمی نہ آئی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے، اور ۳۵ھ میں وفات پائی۔

ان دونوں حدیث میں بھی یہ بات بیان کی گئی کہ میری امت کی درمیانی عمر ساٹھ سے ستر سال کے مابین ہو گی، لیکن بعض لوگ اس عدد سے پہلے بھی انتقال کر جائیں گے اور بعض اس کے بعد، لیکن اکثریت کی عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہی ہو گی۔

امتِ محمدیہ کے افضل و اکرم ہونے کے باوجود اتنی کم عمر کیوں دی گئی؟ اس سوال کا جواب سنن دارمی کی حدیث اور اس کی شرح میں موجود ہے، جس کو میرے اور آپ کے اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوی رضویہ میں بیان کیا ہے، لہذا پہلے حدیث ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کی قلمِ رضا سے کی جانے والی شرح دلنواز، چنانچہ:

ہم ظہور میں پچھلے

امام دارمی نے عمرو بن قیس ابن مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب رحمت خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالی نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا۔ ہم ظہور میں پچھلے اور روز قیامت رتبے میں اگلے ہیں اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر وناز کو دخل نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور موسی علیہ السلام اللہ کے صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں، اور میرے ساتھ روز قیامت لواء الحمد ہو گا۔

(سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۳۲/۱)

حدیث کی شرح بقلمِ رضا

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اس حدیث کے تحت فتاوی رضویہ کی جلد نمبر ۳۰ کے صفحہ نمبر ۲۰۸ پر لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد مذکور "میرے لئے کمال اختصار کیا" کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں: کمالِ اختصار کا معنی یہ ہے کہ:

(۱)۔۔۔مجھے اختصار کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر۔ یا

(۲)۔۔۔میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

اعلی حضرت علمائے کرام کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: میں اللہ تعالی کی توفیق سے کہتا ہوں کہ حدیث کے اس جز "میرے لئے کمالِ اختصار کیا" کا معنی یہ ہے کہ:

حدیث کا پہلا معنی

(۱)۔۔۔میرے لئے امت کی عمریں کم کیں تاکہ مکارہ دنیا سے جلد خلاصی پائیں، گناہ کم ہوں۔ نعمت باقی (جنت) تک جلد پہنچیں۔

حدیث کا دوسرا معنی

(۲)۔۔۔یا یہ مطلب ہے کہ میری امت کے لیے طول حساب کو اتنا مختصر فرمادیا کہ اے امت محمد! میں نے تمہیں اپنے حقوق معاف کیے۔ آپس میں ایک دوسرے کے حق معاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ۔

حدیث کا تیسرا معنی

(۳)۔۔۔یا یہ معنی ہیں کہ میرے غلاموں کے لئے پل صراط کی راہ جو کہ پندرہ ہزار برس کی ہے اللہ تعالی اس کو اتنی مختصر کر دے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے جیسے بجلی کوندگئی۔

حدیث کا چوتھا معنی

(۴)۔۔۔یا یہ معنی ہیں کہ قیامت کا دن جو کہ پچاس ہزار برس کا ہے میرے غلاموں کے لیے اس سے کم دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں دو رکعت فرض پڑھتے ہیں۔ جیسے کہ حدیثِ پاک میں آیا:

کسی کے لئے قیامت کا دن مختصر ہوگا

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے خبر دیجئے کہ قیامت کے اس دن کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ ''یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' ترجمہ: جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دن مؤمن پر ہلکا کر دیا جائے گا حتّٰی کہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ و بدء الخلق، باب الحساب و القصاص والمیزان، الفصل الثالث، ۲ / ۳۱۷، الحدیث: ۵۵۶۳)

حدیث کا پانچواں معنی

(۵)۔۔۔یا یہ معنی ہے کہ علوم و معارف جو ہزار سال کی محنت وریاضت میں نہ حاصل ہو سکیں میری چند روزہ تبلیغ وتربیت سے اللہ تعالیٰ میرے اصحاب پر منکشف فرمادے۔

اور اس بات کی دلیل سورۂ قدر ہے، کہ ایک رات کی عبادت میں ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے، اور کتنا زیادہ یہ اللہ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی جانیں۔

ہماری عمریں تو بہت قلیل ہیں

اور ''تفسیر عزیزی ''میں ہے: حضراتِ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جب حضرتِ شمعون رحمۃ اللہ علیہ کی عبادات و جہاد کا تذکرہ سنا کہ انہوں نے ہزار ماہ اِس طرح عبادت کی کہ رات کو قیام اور دِن کو روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کفار کے ساتھ جہاد بھی کرتے۔ تو انہیں حضرتِ شمعون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پر بڑا رَشک آیا اور مصطفٰی جانِ رَحمت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا: ''یارَسُولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و سلم! ہمیں تو بہت تھوڑی عمریں ملی ہیں، اِس میں بھی کچھ حصہ نیند میں گزرتا ہے تو کچھ طلب معاش میں، کھانے پکانے میں اور دیگر اُمورِ دُنیوی میں بھی کچھ وَقت صرف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہم تو حضرتِ شمعون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی طرح عبادت کر ہی نہیں سکتے، یوں بنی اِسرائیل ہم سے عبادت میں بڑھ جائیں گے۔ ''اُمت کے غمخوار آقا صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ سن کر غمگین ہو گئے۔ اُسی وَقت حضرتِ سَیِّدُنا جبرئیل اَمین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتسلیم ''سورۃ القدر'' لے کر حاضر خدمت بابرکت ہو گئے اور تسلی دے دی گئی کہ پیارے حبیب (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) رَنجیدہ نہ ہوں، آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمت کو ہم نے ہر سال میں ایک ایسی رات عنایت فرمادی کہ اگر وہ اُس رات میں عبادت کریں گے تو (حضرتِ) شمعون (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کی ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ جائیں گے۔

(تفسیرِ عزیزی ج ۳ص ۲۵۷)(سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصیام، باب فضل لیلۃ القدر، ۴ / ۵۰۵، الحدیث: ۸۵۲۲)

اس امت پر اللّٰہ تعالی کا کرم ہے

اللہ اکبر! مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحۡمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں:" یہ اللہ تعالٰی کا اپنے حبیب (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِوَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پر کرم ہے کہ آپ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کے اُمتی شبِ قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی اُمت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو"۔(خزائن العرفان، القدر، تحت الآیۃ: ۳، ص ۱۱۱۳)

اس امت سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالٰی نے میری امت کو شبِ قدر کا تحفہ عطا فرمایا اور ان سے پہلے اور کسی کو یہ رات عطا نہیں فرمائی۔(مسند فردوس، باب الالف، ۱ / ۱۷۳، الحدیث: ۶۴۷)

حدیث کا چھٹا معنی

(۶)۔۔۔یا یہ مطلب ہے کہ زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کر دی کہ آنا اور جانا اور تمام مقامات کو تفصیلا ملاحظہ فرمانا سب تین ساعت میں ہو لیا۔ اور اس پر سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت شاہد ہے کہ مصطفی ﷺ رات کے خفیف عرصے میں معراج کر کے واپس تشریف لے آئے۔

حدیث کا ساتواں معنی

(۷)۔۔۔یا یہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاء گزشتہ وآئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا اختصار ہو سکتا ہے۔

حدیث کا آٹھواں معنی

(۸)۔۔۔ یا یہ کہ شرق تا غرب اتنی وسیع دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر فرما دیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔(کنز العمال بحوالہ عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰)

حدیث کا نواں معنی

(۹)۔۔۔ یا یہ کہ میری امت کے تھوڑے عمل پر اجر زیادہ دیا۔ جیسے کہ ربِّ کائنات کا اعلان ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ کوئی انتہائی مقدار نہیں بلکہ یہ تو فضل الٰہی کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے۔

دس گنا کم از کم حصہ ہے

اس آیت کے متعلق علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں جس اضافے کا وعدہ کیا ہے یہ اس کا کم از کم حصہ ہے۔(فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/ ۳۱۳، تحت الحدیث: ۱۷۶۳)

زیادہ سے زیادہ حصہ

یاد رہے کہ ثواب کے اکثر درجات کی کوئی حد نہیں، قرآنِ پاک میں سات سو گنا کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کیلئے چاہے اس سے بھی زیادہ بڑھا دے اور قرآنِ پاک میں صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے اور حدیث میں مکہ سے پیدل حج کرنے پر ہر قدم پر سات کروڑ نیکیوں کی بشارت ہے۔

حدیث کا دسواں معنی

(۱۰)۔۔۔یا اگلی امتوں پر جو اعمالِ شاقہ طویلہ تھے ان سے اٹھا لئے، پچاس نمازوں کی جگہ پانچ رہیں اور حساب کرم میں پوری پچاس۔ زکوۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصہ رہا اور کتاب فضل میں وہی ربع کا ربع، وعلی ھذا القیاس، والحمد للہ رب العلمین۔

یہ بھی مصطفی ﷺ کا کمال ہے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے حدیثِ پاک کے ایک جملے کی تشریح میں دس معانی بیان فرمائیں، اور دس معانی بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں: ”یہ بھی حضور ﷺ کے اختصار کلام سے ہے کہ ایک لفظ کے اتنے کثیر معانی“۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

امت محمدیہ کو کم عمر دئیے جانے کا پہلا سبب

امت محمدیہ کو کم عمر دئے جانے کی وجہ اور سبب یہ ہے کہ محبوب ﷺ کی امت مکارہ دنیا سے جلد خلاصی پائیں، گناہ کم ہوں، اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت (جنت) تک جلد پہنچیں۔

اللہ اکبر! کیسا راز ہے کم عمر دینے میں، وقتی طور پر تو کم عمر کے ملنے پر صدمہ ہوتا ہے، غم ہوتا ہے، مگر جب اس کا راز معلوم ہوا تو پتہ چلا کہ یہ دنیا مکر کی جگہ ہے، مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، اور ہر قیدی قید خانہ سے جلد نجات پانے کا متمنی ہوتا ہے، قید خانے سے جلد رہائی پانے کا خواہش مند ہوتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ کتنی جلدی میں قید خانے سے چھوٹ کر اپنے گھر پہنچوں۔

دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے

اور جب دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور اس کا اصلی گھر جنت ہے پس اللہ تبارک و تعالی نے اس امت کو کم عمر کے ذریعہ دنیا (قید خانے) سے جلد نجات دے کر اس کے اصلی گھر (جنت) کا راہی بنا دیا۔

جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث پاک میں ہے: حضرتِ سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالِک و مختار شَہَنْشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "دنیا موٴمِن کیلئے قید خانہ اور کافِر کیلئے جنّت ہے۔" (صَحیح مُسلِم ص ۱۵۸۲ حدیث ۲۹۵۶)

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۵۵/۱۳)

دنیا سے مسلمان کے جانے کی مثال

امام ترمذی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

(نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لا تجامع دار صادر بیروت ص ۷۵)

نیک مردہ کیا کہتا ہے؟

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر مردہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے: ”مجھے آگے بڑھاؤ“۔

(صحیح البخاری باب قول المیّت وھو علی الجنازۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۷۶/۱)

کیا قبر بھی جنت ہے؟

اگر آپ یہ کہیں کہ جنت میں جانا تو بعدِ قیامت ہو گا، اس سے پہلے تو قبر میں رہنا ہو گا، کیا قبر بھی جنت ہے؟ تو اس کا جواب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فرمان میں موجود ہے چنانچہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کیلئے اُس کی دُنیا قید خانہ ہے اُس کیلئے اُس کی قبرُ جنّت اور جس کیلئے اُس کی دُنیا جنّت ہے اُس کی قبرُ اُس کیلئے قید خانہ ہے، جس کے لئے دنیا کی زندگی بطورِ قید تھی موت اُس کی رِہائی کا پیغام ہے، جس نے دُنیا میں نفسانی خواہِشات کو ترک کیا وہ آخِرت میں پورا پورا حصّہ پائے گا، بہتر شخص وہ ہے جو کہ اس سے پہلے کہ دُنیا اِسے چھوڑے وہ خود دُنیا کو ترک کر (یعنی چھوڑ) چکا ہو اور اپنے پَروَردَگار عزوجل سے ملنے سے قبل اُس عزوجل سے راضی ہو گیا ہو۔ ہر شخص کی قبرُ کا مُعامَلہ اُس کی دُنیوی زندگی کے مطابِق ہے یعنی نیکیوں میں زندگی گزاری تو قبرُ میں راحتیں اور اگر بدیاں کرتے ہوئے مَرا تو ہلاکتیں ہی ہلاکتیں۔ (موعظۂ حسنہ، ص۶۱۔۶۲)

امت محمدیہ کو کم عمر دئیے جانے کا دوسرا سبب

اس امت کو کم عمر دئے جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ: ایک ہے کام زیادہ کرنا اور مزدوری کم ملنا، اور ایک ہے کام کم کرنا اور مزدوری زیادہ ملنا، اب آپ ہی بتائیں، کہ ان دونوں میں کون سا معاملہ اچھا ہے؟ یقیناً آپ کہیں گے کہ جس میں کام کم ہو اور مزدوری زیادہ ہو، تو وہ اچھا ہے، کہ کام بھی کم کرنا پڑے اور مزدوری بھی زیادہ ملے۔

پس اسی طرح ایک ہے عمر کا زیادہ ہونا اور اجر کا کم ہونا، اور ایک ہے عمر کا کم ہونا اور اجر کا زیادہ ہونا، جس طرح کام کم اور مزدوری کا زیادہ ہونا اچھا ہے، اسی طرح عمر کا کم ہونا اور اجر کا زیادہ ہونا اچھا ہے۔

کام کم اجر زیادہ

دیگر امتوں کی عمریں تو زیادہ تھیں مگر اس عمر میں کی جانے والی عبادات پر اجر تھوڑا تھا، لیکن اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں عمر تو کم دی مگر اس عمر میں کی جانے والی عبادت کا اجر زیادہ دیا، لہٰذا ظاہر کو دیکھتے ہوئے تو اعتراض ہوتا ہے کہ جب سب امتوں سے افضل امت محمدیہ ہے تو اس کی عمریں بھی سابقہ امتوں سے زیادہ ہونی چاہیئے، مگر جب مقصد کی طرف نظر کریں گے تو حقیقت سامنے آئے

گی کہ عمر کا زیادہ ہونا اچھا نہیں بلکہ اجر کا زیادہ ہونا اچھا ہے، کیونکہ عمر سے مقصد آخرت کے لئے زادِ راہ جمع کرنا ہے، اور جس کے پاس جتنا زادِ راہ زیادہ ہو گا اتنا ہی وہ آخرت میں کامیاب ہو گا۔

اور اسی بات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے نبی، مکی مدنی، رسولِ عربی ﷺ نے فرمایا، جیسا کہ:

امت محمدیہ اور یہود و نصاری کی مثال

امام بخاری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ نے عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے سنا فرماتے تھے کہ تمہاری عمر، ان لوگوں کی عمر کے مقابلہ میں جو تم سے پہلے تھے ایسی ہے جیسے کہ عصر کی نماز سے غروب شمس تک۔ اہل تورات کو تورات شریف ملی۔ انہوں نے کام کیا جب آدھا دن ہو گیا تو وہ عاجز آ گئے یعنی تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر اہل انجیل کو انجیل شریف ملی تو انہوں نے عصر تک کام کیا پھر عاجز ہو کر رہ گئے تو ان کو بھی ایک ایک قیراط ملا پھر ہمیں قرآن دیا گیا تو ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا تو ہمیں دو دو قیراط عطا ہوئے اس پر ان دونوں اہل کتاب نے کہا کہ اے خدا! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم کام میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری مزدوری میں سے کچھ نقصان کیا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دے دوں۔

(صحیح البخاری ۲ / ۷۹۲)

رب تعالی کی کیسی کرم نوازیاں ہیں

اللہ اکبر! اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کا کتنا خیال رکھا، کیسی محبت ہے اس امت کے ساتھ، اس امت پر اللہ تبارک و تعالی کی کیسی کرم نوازیاں ہیں۔

اور انہیں کرم نوازیوں میں سے ایک یہ بھی کرم نوازی ہے کہ اللہ عزوجل نے کسی بھی امت کا نام اپنے ناموں پر نہ رکھا، کسی امت کا نام قومِ عاد، تو کسی کا قومِ ثمود، کسی کا یہود تو کسی کا نصاری، مگر اللہ تعالی نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کا نام اپنے نام پر رکھا، چنانچہ:

اللّٰہ تعالی نے اس امت کا نام اپنے ناموں پر رکھا

اسحٰق بن راہویہ مسند اور ابو بکر ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں مکحول سے راوی، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا لینے کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا: قسم اس کی جس نے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔

یہودی بولا: واللہ! خدا نے انہیں تمام بشر سے افضل نہ کیا، امیر المؤمنین نے اسے تمانچہ مارا، وہ بارگاہ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں نالشی آیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! تم اس تمانچہ کے بدلے اسے راضی کر دو (یعنی ذمی ہے) اورہاں اے یہودی! آدم علیہ السلام صفی اللہ، ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، نوح علیہ السلام نجی اللہ، موسٰی علیہ السلام کلیم اللہ، عیسٰی علیہ السلام روح اللہ ہیں "وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہ" اور میں اللہ کا پیارا ہوں، ہاں اے یہودی! اللہ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے اللہ سلام ہے اور میری امت کا نام مسلمین رکھا اور اللہ مؤمن ہے اور میری امت کو مؤمنین کا لقب دیا، ہاں اے یہودی! تم زمانہ میں پہلے ہو "وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" اور ہم زمانے میں بعد اور روز قیامت میں سب سے پہلے ہیں، ہاں ہاں جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک میں اس میں جلوہ افروز نہ ہوؤں اور حرام ہے امتوں پر جب تک میری امت نہ داخل ہو۔

(المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، حدیث ۱۱۸۵۱، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی، ۵۱۱/۱۱)

جائیں نہ جب تک غلام ہے خُلد سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروروں درود

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگار اُن کے
نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

امت کی اقسام

امت کی دو قسمیں ہیں (۱) امتِ اجابت۔ (۲) امتِ دعوت۔

(۱)۔۔۔امت اجابت میں وہ لوگ آتے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ کو قبول کر کے کلمہ پڑھ لیا جیسے ہم اور آپ تمام مسلمان۔

(۲)۔۔۔اور جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تبلیغ کو قبول نہ کیا وہ امت دعوت ہیں جیسے کفار۔

پارہ ۵، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۹ کے اس حصے:

وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

کے تحت صراط الجنان میں نقل ہے کہ:

محمد ﷺ سب کے نبی ہیں

رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تمام عرب و عجم اور ساری مخلوق کے لئے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا امتی کیا گیا۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جلیلُ القدر منصب اور عظیمُ الْمَرتَبَت قدر و مَنزِلَت کا بیان ہے۔ اَوّلین و آخرین سارے انسانوں کے آپ ﷺ نبی ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر یَوم قیامت تک سب انسان آپ کے امتی ہیں، اسی لئے تمام نَبِیُّوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ (صراط الجنان ج ۲ ص ۲۵۴۔۲۵۵)

امتِ محمدیہ کے افضل و اکرم ہونے کی وجوہات

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے افضل و اکرم اولیائے کرام کو بنایا، اور اولیائے کرام سے افضل و اکرم انبیائے کرام کو بنایا اور پھر سارے انبیاء سے افضل و اکرم ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بنایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صدقے و طفیل تمام امتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی امت کو افضل و اکرم بنایا، امتِ محمدیہ کے امتِ اجابت کے افضل و اکرم ہونے کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

افضل واکرم ہونے کی پہلی وجہ

پہلی وجہ: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کرنے کی وجہ سے فضیلت:

چنانچہ اللہ عزوجل قرآنِ مجید و فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (پ۔۴۔ال عمران۔۱۱۰)

ترجمہ کنز الایمان:۔ تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا "رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، مجھے زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، میرے لئے مٹی کو پاکیزہ کرنے والی بنا دیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنا دیا گیا۔

(مسند امام احمد جلد۔ا ص ۲۱۰ حدیث۔ ۷۶۳)

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: اس آیت میں ہمارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہ وَسَلَّمَ کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالَمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے تو اس میں کیا تطبیق ہو گی؟ جیسے کہ پارہ۔۱۔سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۴۷ میں ارشادِ باری تعالی ہے:

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ (پ۔۱۔البقرۃ۔۴۷)

جواب: اس مسئلے میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت تک ہی تھا جبکہ حضور سیدُالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہ وَسَلَّمَ کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔

(صراط الجنان جلد دوم ص ۳۲)

افضل واکرم ہونے کی دوسری وجہ

دوسری وجہ: لوگوں پر گواہ ہونے کی وجہ سے فضیلت:

جیسے کہ ربِّ رحیم عزوجل قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًاؕ۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (پ۲البقرۃ ۱۴۳)

یعنی اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمہیں ہدایت دی اور خانہ کعبہ کو تمہارا قبلہ بنایا اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم کی امت زمانہ کے لحاظ سے سب

سے پیچھے ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے آگے یعنی افضل ہے۔ افضل کیلئے یہاں "وسط" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور عربی میں "بہترین" کیلئے بھی "وسط" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مسلمان دنیا و آخرت میں گواہ ہیں، دنیا میں تو اس طرح کہ مسلمان کی گواہی مؤمن و کافر سب کے بارے میں شرعاً معتبر ہے اور کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف معتبر نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے مُردوں کے حق میں بھی اس امت کی گواہی معتبر ہے اور رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

امت محمدیہ زمین پر گواہ ہے

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم نے فرمایا "واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی برائی بیان کی۔ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "واجب ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم، کیا چیز واجب ہو گئی؟ ارشاد فرمایا: پہلے جنازے کی تم نے تعریف کی، اُس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور دوسرے کی تم نے برائی بیان کی، اُس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، ۱/ ۴۶۰، الحدیث: ۱۳۶۷)

امت محمد قیامت میں بھی گواہی دے گی

اور آخرت میں اس امت کی گواہی یہ ہے کہ جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے؟ تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ کوئی نہیں آیا۔ حضراتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریافت فرمایا جائے گا

تووہ عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں، ہم نے انہیں تبلیغ کی ہے۔ اس بات پر انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کافروں پر حجت قائم کرنے کیلئے دلیل طلب کی جائے گی، وہ عرض کریں گے کہ امتِ محمدِیَّہ ہماری گواہ ہے۔ چنانچہ یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی۔ اس پر گزشتہ امت کے کفار کہیں گے، امت محمدیہ کو کیا معلوم؟ یہ توہم سے بعد میں آئے تھے۔ چنانچہ امت محمدیہ سے دریافت فرمایا جائے گا کہ ''تم کیسے جانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے، یارب! عَزَّوَجَلَّ، تونے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بھیجا، قرآن پاک نازل فرمایا، ان کے ذریعے سے ہم قطعی ویقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کامل طریقے سے فرضِ تبلیغ ادا کیا، پھر سید الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آپ کی امت کے متعلق دریافت فرمایا جائے گا تو حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کی تصدیق فرمائیں گے۔ (بغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۱/۳۸)

افضل واکرم ہونے کی تیسری وجہ

تیسری وجہ: کثرتِ سوال سے اجتناب کی وجہ سے فضیلت:

اس امت سے قبل جتنی امتیں گزری ہیں وہ اپنے نبی علیہ السلام سے سوالات کیا کرتی تھیں اور کثرتِ سوال کے سبب وہ سختیوں میں پڑ کر رہ جاتی تھیں، لیکن امتِ محبوب صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے کثرتِ سوال سے اجتناب کر کے سب سے افضل و اکرم ہو گئی، تفسیر کبیر میں ہے، حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے کم سوال کسی امت نے نہ کئے کہ امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے صرف ۱۴ سوالات کئے۔ (التفسیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۰۲)

آخر میں ایک دل افروز فضیلت سنیئے اور اندازہ لگایئے کہ اللہ تبارک و تعالی نے ہمیں کیا کچھ نہیں عطا کیا، چنانچہ:

تورات میں اُمَّتِ محمدیہ کے فضائل

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی بہت ہی پیاری کتاب "اللہ والوں کی باتیں" جلد ۵ صفحہ نمبر ۵۱۶ پر ہے:

ایسی امت جو بھلائی کا حکم دے گی

حضرت سیِّدُنا موسٰی علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے مولا! میں نے تورات میں ایک ایسی اُمّت کا ذِکر پایا ہے جو سب اُمّتوں سے بہتر ہو گی، لوگوں کو بھلائی کا حکم دے گی اور بُرائی سے منع کرے گی، وہ پہلے اور بعد والی تمام کتابوں پر ایمان لائے گی، حتّٰی کہ کانے دجّال کو بھی قتل کرے گی۔ حضرت سیِّدُنا موسٰی علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے پاک پرور گار! اسے میری اُمَّت بنادے۔" اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "اے موسٰی! وہ اَحمدِ مجتبٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمَّت ہے۔"

ایسی امت جو سورج کا خیال رکھے گی

حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! میں نے ایک ایسی اُمّت کا ذِکر پایا جس کے لوگ اللہ پاک کی بہت حمد کریں گے، سُورج کا خیال رکھیں گے (یعنی نماز اور روزوں کی وجہ سے ہمیشہ سورج کے طلوع و غروب کا حساب رکھیں گے۔ اسلامی نمازیں افطار سحری تو سورج سے ہیں مگر خود روزے عیدیں حج وغیرہ چاند سے اس لئے مسلمان دونوں کا حساب رکھتے ہیں اور کوئی قوم یہ دونوں کام نہیں کرتی۔ (مرآۃ المناجیح، ۸/ ۵۳ ملتقطاً)

تو حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! میں نے ایک ایسی اُمّت کا ذِکر پایا جس کے لوگ اللہ پاک کی بہت حمد کریں گے، سُورج کا خیال رکھیں گے اور منصبِ حکومت و امامت پر فائز ہوں گے، جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو کہیں گے: اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہم اس کام کو کریں گے۔" حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! اسے میری اُمَّت بنادے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! وہ اَحمدِ مجتبٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمَّت ہے۔

ایسی امت جن کی دعائیں قبول ہوں گی

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے ربّ کریم! میں نے تورات میں ایسی اُمَّت کا ذکر پایا، جن کی دُعائیں قبول ہوں گی اوران کے حق میں دعائیں قبول کی جائیں گی، ان کی سفارش قبول ہو گی اوران کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ کہہ کر حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: الٰہی! تُو انہیں میری اُمّت بنادے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اے موسٰی! وہ احمدِ مجتبٰی، محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمّت ہے۔

ایسی امت جو اللہ کی حمد و ثنا کرے گی

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے ربّ کریم! میں نے تورات میں ایسی اُمّت کا ذکر پایا ہے جو بلندی پر چڑھیں گے تو اللہ پاک کی کبریائی بیان کریں گے اور جب کسی وادی میں اُتریں تو اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کریں گے، ان کے لئے پوری زمین پاک ہو گی اور وہ جہاں بھی ہوں، ساری زمین ان کے لئے قابلِ نماز ہو گی، وہ ناپاکی سے پاکی حاصل کریں گے، جہاں پانی نہ پائیں گے، وہاں مٹی سے پاکی حاصل کرنا، ان کے لئے ایسا ہو گا جیسے پانی سے اور بروزِ قیامت وضو کے اثر سے ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔ یہ کہہ کر حضرت سیّدُنا موسٰی علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تُو انہیں میری اُمَّت بنادے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اے موسٰی! وہ احمدِ مجتبٰی، محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمَّت ہے۔

ایسی امت جن کے لئے اجر سات سو گنا ہوگا

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ”اے ربّ کریم! میں نے (تورات میں) ایسی اُمّت کا ذکر پایا ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو ان کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور جب وہ نیکی کر لیں گے تو ان کی نیکی کو ۱۰ سے ۷۰۰ گُنا تک بڑھا دیا جائے گا اور اگر کسی گناہ کا ارادہ کریں گے تو ان کے لئے کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر گناہ کا اِرتکاب کر بیٹھیں گے تو اُن کے لئے صرف وہی گناہ

لکھا جائے گا۔" یہ کہہ کر حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! تُو انہیں میری اُمَّت بنا دے۔" اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "اے موسیٰ! وہ اَحمدِ مجتبیٰ، محمدِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمّت ہے۔

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے کہ گناہ کا پختہ ارادہ کرنا مثلاً اسباب نہ ہونے کی وجہ سے گناہ نہ کیا، مگر مکمل ارادہ تھا تو اب گناہ گار ہو گا۔

ایسی امت جو کتاب اللہ کی وارث ہوگی

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: "اے اللہ پاک! میں نے ایک اُمَّتِ مرحُومہ کا ذکر پایا، جو کمزور ہونے کے باوجود کتابُ اللہ کے وارث ہوں گے اور تُو نے انہیں چُن لیا ہے، ان میں سے کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہو گا، کوئی درمیانی راہ چلنے والا ہو گا اور کوئی نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہو گا، میں نے ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں پایا، جس پر رحم نہ کیا گیا ہو۔" یہ کہہ کر حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "اے پاک پروردگار! تُو انہیں میری اُمَّت بنا دے۔" اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "اے موسیٰ! وہ احمدِ مجتبیٰ، مالکِ ہر دوسَرا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمّت ہے۔"

ایسی امت جن کی صف فرشتوں کی طرح ہوگی

حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا تو عرض کی: "اے اللہ پاک! ان کے مَصاحِف ان کے سینوں میں (محفوظ) ہوں گے (یعنی قرآنِ کریم ان کے سِینوں میں محفوظ ہو گا)، وہ اہْلِ جنت کا سا مختلف رنگوں کا لباس پہنیں گے اور فرشتوں کی طرح صفیں بنا کر نماز پڑھیں گے، مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوں گی اور جہنم میں ان میں سے وہی شخص داخل ہو گا جو نیکیوں سے اس طرح خالی ہو، جیسے پتھر درخت کے پتوں سے خالی ہوتا ہے۔" یہ کہہ کر حضرت سیّدُنا موسیٰ

علیہ السلام نے عرض کی: ”اے میرے پروردگار! تو انہیں میری اُمَّت بنادے۔“ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ”اے موسیٰ! وہ احمدِ مجتبیٰ، مکی مدنی مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمَّت ہے۔“

موسی علیہ السلام کی تمنّی

جب حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام کو اس فضیلت سے تعجب ہونے لگا جو اللہ پاک نے سیِّدُ الانبیاء، مکی مدنی مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اُن کی اُمَّت کو عطا فرمائی تو کہنے لگے: ”کاش! میں حضرت سیّدُنا محمدِ مصطفی، احمدِ مُجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب میں سے ہوتا۔“ تو اللہ پاک نے ان کی رضا کے لئے ۳ آیات نازل فرمائیں، چنانچہ:

موسی علیہ السلام کی دلجوئی کے لئے تین آیات

(۱)۔۔۔پارہ ۹، سُورۃُ الاَعْراف کی آیت نمبر ۱۴۴، میں اِرشاد ہوتا ہے:

قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ(۱۴۴)

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو۔

(۲)۔۔۔پارہ ۹، سُورۃُ الاَعْراف کی آیت نمبر ۱۴۵، میں اِرشاد ہوا:

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَاؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ(۱۴۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر۔

(۳)۔۔۔پارہ ۹، سُورۃُ الاَعْراف کی آیت نمبر ۱۵۹ میں اِرشاد ہوا:

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ(۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

یہ سن کر حضرت سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہوگئے۔

(اللہ والوں کی باتیں، جلد ۵، ص ۵۱۶ تا ۵۱۹ ملخصا وملتقطا)

امت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیدا ہونے پر شکر

پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے امتِ محمدیہ کی شان و عظمت، کہ رب نے کیسی کیسی فضیلتیں عطا فرمائی ہیں، یہاں پر ایک نکتہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ انبیائے کرام اس امت میں ہونے کی تمنا کر رہے ہیں، لیکن کیا ہم نے اس امت میں پیدا ہونے کی کوئی تمنا کی، کوئی منت مانی، کوئی دعا مانگی، کوئی مشقت اٹھائی، نہیں نا، ہمیں تو رب عزوجل نے بے مانگے یہ سعادت عطا فرما دیا، بغیر دعا کئے یہ نعمت ہماری جھولی میں ڈال دیا۔ اللہ اکبر!

اور جب یہ نعمت و فضیلت ہمیں مل گئی تو کیا ہم نے اس کا شکر ادا کیا، کہ اے رب عزوجل تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت میں پیدا فرما دیا، بلکہ شکر ادا کرنے کے متعلق ہماری کبھی توجہ بھی نہ گئی ہوگی، لیکن بزرگانِ دین کو دیکھئے، ان سیرت کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ ہمارے اسلاف اس نعمت کا بھی شکر ادا کرتے تھے، جیسے کہ اس دور کے ولی کامل قبلہ امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اُمّتِ مُصطفےٰ میں پیدا ہونے کی اِس نعمت پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے بارگاہِ اِلٰہی میں عرض کرتے ہیں:

شکر ادا ہو کیونکر تیرا پیارے نبی کی اُمّت میں
مجھ سے نکمے کو بھی پیدا تُو نے اے رحمٰن کیا

اللہ نے امت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار فضائل سے نوازا

سُبْحٰنَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! سُنا آپ نے! اُمّتِ مُصطفٰے کو ربِّ کریم نے دو چار یا پانچ نہیں بلکہ بے شمار فضائل و برکات اور کئی خُصوصیات سے نوازا ہے، وہ تورات شریف جسے اللہ پاک نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا، اس مقدس آسمانی کتاب کے اندر بھی اس عظیم اُمّت کے فضائل و کمالات اور شاندار خُصوصیات کو بیان کیا گیا ہے، حتّٰی کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو عِلْم ہوا کہ یہ تمام فضائل و کمالات اُمّتِ مُصطفٰے کے ہیں، تو آپ علیہ السلام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں اس اُمَّت کو اپنی اُمَّت بنانے کی اِلتجا پیش کی، مگر جب اس کی اجازت نہ ملی تو پھر آپ علیہ السلام نے اُمَّتِ محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں شامل ہونے کی خواہش کا اِظہار ان الفاظ میں کیا کہ "کاش! میں حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفٰی، حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب (یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) میں سے ہوتا۔"

چند باتیں ذہن نشین کرلیجئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں چند باتیں ذہن نشین کرلیجئے:

(۱)۔۔۔پیارے آقا، دوعالَم کے داتا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمت کا کیسا ہی خاص ولی، صحابی بلکہ کوئی فرشتہ کسی بھی نبی کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا، جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ (فرشتوں کے رسولوں) سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ جو کسی غیرِ نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ اول، ۱/۷۴ ملخصا)

(۲)۔۔۔حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا اس اُمت میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار فرمانا، اس اُمت کی فضیلت کا پتہ ضرور دیتا ہے، مگر وہ اس اُمت سے بہت افضل بلکہ ان ۵ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہیں کہ جو دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بھی افضل ہیں، اور وہ پانچ نبی

ہیں جن کو اولو العزم انبیاء کہتے ہیں (۱) محمد رسول اللہ ﷺ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسی علیہ السلام (۴) حضرت عیسی علیہ السلام (۵) حضرت نوح علیہ السلام۔

اللہ کے اس احسان کا حق ادا نہیں ہو سکتا

اللہ پاک کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے رسولِ کریم، رءوفٌ رَّحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے میں ہمیں مسلمان بنایا اور ہمیں رحمتِ کونین، نانائے حسنین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمّت میں شامل فرما کر ہم پر اتنا بڑا احسان فرمایا کہ اگر ہم اس کے اس احسان پر ساری زندگی بھی اس کا شکر بجالاتے رہیں تب بھی اس کا حق ادا نہ کر پائیں۔

امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے مشہورِ زمانہ نعتیہ دیوان "وسائل بخشش" میں لکھتے ہیں کہ:

شکر تیرا کہ اُن کی اُمّت میں
مجھ کو اے ذُوالجلال رکھا ہے

امت محمدیہ اس وجہ سے افضل قرار پائی

یقیناً ہمارے پیارے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰےصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سب سے افضل ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمّت بھی پچھلی تمام اُمّتوں سے افضل ہے اور افضلیت کی وجہ ہر گز ہر گز یہ نہیں کہ اس اُمّت میں کثرت سے سرمایہ دار ہوں گے، اِن میں انجینئر اور ڈاکٹر کثیر ہوں گے، اور نہ ہی فضیلت کی یہ وجہ ہے کہ یہ جنگجو، بہادر اور قوی ہوں گے یا یہ اِس لیے افضل ہیں کہ نہایت ہی چالاک وہوشیار ہوں گے بلکہ اِن کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع

کرنے کے اَہم مَنْصَب پر فائز ہیں، چنانچہ پارہ ۴، سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ میں خدائے رحمٰن کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر کی روشنی میں افضل ہونے کی وجہ

تفسیرِ خازن میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت لکھا ہے: اس اُمَّت کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی بدولت دیگر تمام اُمّتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور اسی سبب سے یہ اُمّت تمام اُمّتوں میں سب سے بہترین اُمّت ہے، پس ثابت ہوا! اس اُمّت کے بہترین ہونے کی وجہ اس کے افراد کا نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ (تفسیرِ خازن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۲۸۹/۱)

اختتامی کلام

پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! آپ نے اس بیان میں ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہم پر کتنے احسانات فرمائے، ہمیں ہر جہت اور ہر طرح سے امم سابقہ پر فضیلت عطا فرمائی، حالانکہ یہ ایک مختصر سی جھلک تھی، لہٰذا اب ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے رب عزوجل کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے اپنی افضلیت و اکرمیت کو برقرار رکھیں، اور خود بھی نیکی کریں اور نیکی کی دعوت دیتے رہیں اور برائی سے بچتے رہیں اور دوسروں کو بچاتے رہیں، اللہ تبارک و تعالی ہمیں محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سچا امتی بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

عمل کا ہو جذبہ عطا یا الٰہی
گُناہوں سے مجھ کو بچا یا الٰہی

میں پانچوں نَمازیں پڑھوں باجماعت
ہو توفیق ایسی عطا یا الٰہی
میں پڑھتا رہوں سنّتیں وقْت ہی پر
ہوں سارے نوافِل ادا یا الٰہی
دے شوقِ تلاوت دے ذَوقِ عبادت
رہوں باوُضو میں سدا یا الٰہی
ہمیشہ نگاہوں کو اپنی جھکا کر
کروں خاشِعانہ دُعا یا الٰہی
نہ نیکی کی دعوت میں سستی ہو مجھ سے
بنا شائق قافلہ یا الٰہی
سعادت ملے درس فیضان سنت
کی روزانہ دو مرتبہ یا الٰہی

خطیب

ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

تاریخ اجراء

06Aug2021

بروز جمعۃ المبارک

استاد جامعۃ المدینہ فیضان صدیق اکبر آگرہ الہند

رابطہ نمبر:8808693818

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(5) اعلیٰ حضرت کا عشقِ رسول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ۠(۱۵۲) (پ۲،البقرہ۱۵۲)

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

درود شریف کی فضیلت

سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰه تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: زَیِّنُوْا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلَاۃِ عَلَیَّ ”تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر آراستہ کرو“۔

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ محفل ہماری، مجلس ہماری، سجایا ہم نے، رقم خرچ کی ہم نے، اس کے لئے محنت کی ہم نے، ہم جیسے چاہیں، جس سے چاہیں، اپنی مجلس کو آراستہ کریں، سجائیں، زینت دیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیوں فرمارہے ہیں کہ تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر سجایا کرو۔

لوگ ہماری تعریف کریں گے

اگر ہم نے اپنی مجلس کو قمقموں سے سجایا، دنیوی زیب و زینت کی چیزوں سے سجایا تو لوگ ہماری تعریف کریں گے، کہ واہ بھائی واہ! کیا محفل سجایا ہے؟ اور اس طرح ہمارا نام ہوگا، پس اگر ہم اپنی مجلس کو دنیوی زیب و زینت سے سجاتے ہیں تو ہمارا نام ہوتا ہے مگر! اگر ہم نے اپنی مجلس کو محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھ کر سجائیں تو ہمیں کیا ملے گا؟

سوال کا جواب چودہ سو سال پہلے دے دیا

تو اس سوال کا جواب اللہ کے محبوب ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا کہ سنو! اگر تم نے اپنی مجلس کو دنیوی ساز و سامان اور زیب و زینت سے سجاؤ گے تو تمہیں صرف لوگوں کی تعریفیں ملیں گی، اور اگر تم نے اپنی مجلس کو مجھ پر درود پڑھ کر سجاؤ گے تو: فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''کہ تمہارا درود پڑھنا قیامت کے روز تمہارے لیے نور ہو گا۔''

جس وقت کوئی روشنی نہیں ہو گی، اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا، چاند و سورج بے نور ہو چکے ہوں گے، قیامت کے اس ہوش ربا ماحول میں تمہارا یہ درودِ پاک پڑھنا تمہارے لئے نور یعنی روشنی ہو گا۔ اللہ اکبر!

کتنا بڑا صلہ ملے گا

اور دنیوی زیب و زینت سے سجائی جانے والی مجلس پر لوگوں کی تعریف چند لمحے کی ہوں گی، یا چند دن، یا چند مہینے یا چند سال کی، یعنی لوگوں کی جانب سے ملنے والا صلہ اور بدلہ بہت جلد ختم ہو جائے، کچھ دن بعد لوگ ہمیں اور ہماری مجلس و محفل کو بھول جائیں گے، مگر اللہ کے محبوب ﷺ پر درودِ پاک پڑھنے کا صلہ پچاس ہزار سال تک نور کی صورت میں ملتا رہے گا، کیونکہ قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اللہ اکبر! (الجامع الصغیر للسیوطی، ص۲۸۰، حدیث: ۴۵۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اعلیٰ حضرت کی شان

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی بات کی جائے اور عشقِ رسول کی بات نہ کی جائے، تو بات ادھوری رہتی ہے، یقیناً اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان یہ ہے:

تُو نے باطل کو مٹایا اے امام احمد رضا
دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا
تُو نے باطل کو مٹا کر دین کو بخشی جِلا

سنّتوں کو پھر جِلایا اے امام احمد رضا

علم کا چشمہ ہوا ہے مَوجزَن تحریر میں
جب قلم تُو نے اٹھایا اے امام احمد رضا

حشر تک جاری رہے گا فیض مرشِد آپ کا
فیض کا دریا بہایا اے امام احمد رضا

ہے بدرگاہِ خدا عطارِ عاجِز کی دعا
تجھ پہ ہو رحمت کا سایہ اے امام احمد رضا

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گلستان لگایا ہے، وہ آج بھی تر و تازہ اور لہلہا رہا ہے، شاعر لکھتا ہے:

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

خدمت قرآن پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحب قرآں ہے آج بھی

اعلی حضرت اپنی مثال آپ ہیں

اعلی حضرت کی زندگی کے کس کس پہلو پر بات کی جائے؟ جس گوشے کو اٹھایئے، اسی میں آپ یکتۂ روزگار اور اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں، علم کے میدان میں آپ ساعالم نہیں، عقل کے میدان میں آپ ساعاقل نہیں، فقاہت کے میدان میں آپ سافقیہ نہیں، خطابت کے میدان میں آپ ساخطیب نہیں،

تصنیف کے میدان میں آپ سا مصنف نہیں، تقریر کے میدان میں آپ سا مقرر نہیں، تبلیغ کے میدان میں آپ سا مبلغ نہیں، تصوف کے میدان میں آپ سا صوفی نہیں، اور شاعری کے میدان میں آپ جیسا کوئی شاعر نہیں، شاعروں کا استاد "داغ دہلوی" نے جب میرے رضا کا کلام دیکھا تو برملا بول اٹھا:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہے

ان تمام کمالات کے ہوتے ہوئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان میں آپ جیسا عاشق نہیں، آپ خود فرماتے ہیں:

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سِحر بَیاں
نہیں ہِند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضاؔ کی قسم
آپ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذّتِ سوزِ جگر کی ہے

اللہ اکبر! کیسا عشقِ رسول؟ سنئے:

اعلیٰ حضرت کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرے آقا **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ علیہ عشقِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم کے سر تاپا نُمُونہ تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ دیوان **"حدائقِ بخشش شریف"** اِس اَمر کا شاہد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نَوکِ قلم بلکہ گہرائیِ قَلب سے نِکلا ہوا ہر مِصرَعَہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ و الہ و سلم سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پایاں عقیدت و محبت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی دُنیوی تاجدار کی خوشامد کے لیے قصیدہ نہیں لکھا، اِس لیے کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حُضورِ تاجدارِ رِسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اِطاعت و غُلامی کو دل و جان سے قبول کر لیا تھا۔ اور اس میں مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، اس کا اظہار آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شِعر میں اِس طرح فرمایا:

اِنہیں جانا اِنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الْحَمْد میں دُنیا سے مسلمان گیا

عشق کیا ہے؟

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی پسندیدہ چیز کی طرف تَعَلُّق قائم ہو جانا مَحَبَّت کہلاتا ہے اور جب وہی تعلق شدت اختیار کر جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔

اب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے عشق بھرے انداز ملاحظہ فرمائیں:

حُکّام کی خُوشامد سے اِجتِناب

ایک مرتبہ رِیاست نان پارہ (ضِلع بہرائچ یوپی ہند) کے نواب کی مَدح (یعنی تعریف) میں شُعَراء نے قصائد لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی گزارِش کی کہ حضرت آپ بھی نواب صاحِب کی مَدح (تعریف) میں کوئی قصیدہ لکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مَطلَع یہ ہے:

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گُمانِ نَقص جہاں نہیں
یِہی پھول خار سے دُور ہے یِہی شَمع ہے کہ دُھواں نہیں

میرے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حسن و جمال

یعنی میرے آقا محبوبِ ربِّ ذوالجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حسن و جمال درجہ کمال تک

پہنچتاہے یعنی ہر طرح سے کامل و مکمّل ہے اس میں کوئی خامی ہونا تو دُور کی بات ہے، خامی کا تصوُّر تک نہیں ہو سکتا، ہر پھول کی شاخ میں کانٹے ہوتے ہیں مگر گلشنِ آمِنہ کا ایک یہی مہکتا پھول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم ایسا ہے جو کانٹوں سے پاک ہے، ہر شمع میں یہ عیب ہوتا ہے کہ وہ دُھواں چھوڑتی ہے مگر آپ بزمِ رسالت کی ایسی روشن شمع ہیں کہ دھوئیں یعنی ہر طرح کے عیب سے پاک ہیں اور مقطع میں "نان پارہ "کی بندِش کتنے لطیف اشارے میں ادا کرتے ہیں:

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اِس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دِین پارۂ ناں نہیں

میرا دین" پارئہ نان"

یعنی میں اَہلِ دولت وثَرْوَت کی مَدح سَرائی یعنی تعریف و توصیف کیوں کروں! میں تو اپنے آقائے کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم کے دَر کا فقیر ہوں۔ میرا دین"پارۂ نان "نہیں۔"نان "کا معنٰی روٹی اور"پارہ "یعنی ٹکڑا۔ مطلب یہ کہ میرا دین"روٹی کا ٹکرا "نہیں ہے کہ جس کے لیے مالداروں کی خوشامدیں کرتا پھروں۔

دل کے دو ٹکڑے

میرے آقا **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کر دے تو ایک پر لَآاِلٰہ اَلَّا اللہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم لکھا ہوا پائے گا۔ (سوانحِ امام احمد رضا ص ۹۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

تاجدارِ اہلسنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حُضُور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنّان "سامانِ بخشش "میں فرماتے ہیں:

خدا ایک پر ہو تو اِک پر محمد

اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

اعلیٰحضرت اور ککڑی

اعلیٰ حضرت بغیر اطاعت کے عشق کے قائل نہ تھے، بلکہ اطاعت کرکے عشق کے قائل تھے،

چنانچہ: میرے آقا اعلیٰحضرت،اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نِعمت،عظیمُ البَرَکت، عظیمُ المَرْتَبت،پروانۂ شمعِ رِسالت،مُجَدِّدِ دین ومِلَّت،حامیٔ سنّت ، ماحِیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت ، پیرِ طریقت،باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگادیا گیا،سب کو سرکارِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کھانا شروع فرمانے کا انتِظار تھا،اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اُٹھائی اور تناوُل فرمائی،پھر دوسری،پھر تیسری، اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھادیئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب کوروک دیااور فرمایا،ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔چُنانچِہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب ختم کردیں، حاضِرین مُتَعَجِّب تھے کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بَہُت قلیل الغِذا یعنی کم غِذا اِستِعمال فرمانے والے ہیں، آج اتنی ساری ککڑیاں کیسے تناوُل فرماگئے!لوگوں کے اِستِفسار پر فرمایا، میں نے جب پہلی قاش کھائی تو وہ کڑوی تھی اس کے بعد دوسری اور تیسری بھی۔لہٰذا میں نے دوسروں کو روک دیا کہ ہوسکتا ہے کوئی صاحِب ککڑی مُنہ میں ڈال کر کڑوی پاکر تُھو تُھو کرنا شُروع کردیں چُونکہ ککڑی کھانا میرے میٹھے میٹھے آقا مدینے والے مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّتِ مبارَکہ ہے اس لئے مجھے گوارانہ ہوا کہ اِس کو کھا کر کوئی تُھو تُھو کرے۔(آدابِ طعام ص ۴۵۷)

اعلیٰ حضرت نے شاعری کہاں سے سیکھی؟

اکابر وعمائد علما کی آنکھوں کی ٹھنڈک،زمانے کی برکت، آفتاب معرفت، محبوب سیرت، اسلام کی سعادت، دریائے بلند ہمت، حجۃ اللہ فی الارض، جامع علوم وفنون، عالم جلیل وجمیل، یکتائے روزگار،

خلاصہ لیل ونہار، دریائے ذخار، محدث عصر، فقیہ دہر، شیخ الاسلام والمسلمین، شاہ ملک سخن، مجدد اعظم، کے کلام کی کیا شان ہے، اور کیا آپ کو پتہ ہے کہ اعلیحضرت نے شاعری کہاں سے سیکھی ہے؟ آپ خود فرماتے ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

وسیع وعریض مضمون کو دو شعروں میں

آپ کے دیوان کا کوئی شعر کسی آیت قرآنی کی تفسیر کر رہا ہوتا ہے، تو کوئی کسی حدیث کی تشریح بیان کر رہا ہوتا ہے، کوئی اسلام کے کسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے، اور آپ وسیع وعریض مضمون کو دو مصرعوں کے دامن میں بند کر دیتے ہیں، اس کو مثال سے ملاحظہ فرمائیں:

ایک پیالہ دودھ سب کو کافی ہوگیا

کیوں جنابِ بُوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شِیر
جس سے ستّر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھِر گیا

(۱)۔۔۔ ان دو مصرعوں میں بیان کئے جانے والے طوالت کو دیکھئے اور پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کمالِ مہارت اختصار کا اندازہ لگایئے، چنانچہ:

حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں راستے میں موجود تھے کہ اللہ کے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لائے اور چہرہ دیکھ کر ان کی حالت سمجھ گئے۔ انہیں ساتھ لے کر اپنے مکانِ عالی شان پر تشریف لائے تو دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا جو کسی نے بطورِ تحفہ بھیجا تھا۔ رسولِ خدا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ جاکر اَصحابِ صُفّہ کو بُلا لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ایک پیالہ دودھ سے اَہْلِ صُفّہ کا کیا بنے گا، اگر یہ دودھ مجھے عطا

ہو جاتا تو میرا کام بن جاتا۔ بہر حال حکمِ رسالت پر عمل کرتے ہوئے اصحابِ صُفّہ کو بُلا لائے۔ اب اِن ہی کو حکم ہوا کہ پیالہ لے کر سب کو دودھ پلائیں۔ آپ پیالہ لے کر اصحابِ صُفّہ میں سے ایک صاحب کے پاس جاتے، جب وہ سَیر ہو کر پی لیتے تو ان سے پیالہ لے کر دوسرے کے پاس جاتے۔ ایک ایک کرکے جب تمام حاضرین نے سیر ہو کر دودھ پی لیا تو پیالہ لے کر آقائے مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تک پہنچے۔ رحمتِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پِیالہ لے کر اپنے مبارک ہاتھ پر رکھا، ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔

پھر فرمایا: بیٹھو اور پیو۔ حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر دودھ پیا۔ دوبارہ حکم ہوا: پیو، انہوں نے پھر پیا۔ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بار بار فرماتے رہے: پیو، اور حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیتے رہے یہاں تک عرض گزار ہوئے: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پیٹ میں اب مزید گُنجائش نہیں ہے۔ رسولِ خدا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ان سے پیالہ لے کر اللہ پاک کی حمد کی، بِسْمِ اللہ پڑھی اور باقی دودھ نوش فرما (یعنی پی) لیا۔ (بخاری، ج ٤، ص ٢٣٤، حدیث: ٦٤٥٢ ملخصاً)

دیکھنے والوں نے دیکھا ہے وہ منظر بھی اے عاصی
سترّ پینے والے ہیں اور دودھ کا ایک پیالہ ہے

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(۲)۔۔۔ ان دو مصرعوں میں بیان کئے جانے والے طوالت کو دیکھئے اور پھر اعلیٰ حضرت کا اندازہ لگائیے، چنانچہ:

ذوالقعدہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مقام "عسفان" کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مکہ سے باہر نکل کر مقامِ "بلدح" میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام "غمیم" تک پہنچ گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام "حدیبیہ" میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیاس سے بے تاب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسالہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر اور تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، الحدیث: ۴۱۵۰، ۴۱۵۲، ج ۳، ص ۶۸، ۶۹ ملخصاً)

سبحٰن اللہ ! صحابہ کا کیسا عقیدہ تھا جو بھی مانگنا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مانگنا ہے، کیونکہ انہیں معلوم تھا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

(۳)۔۔۔اس شعر میں بیان کئے جانے والے واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے، میں اسے اس کے خاوند کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں، میرے پاس کوئی خوشبو نہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کچھ عنایت فرمائیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: میرے پاس موجود نہیں مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا کر اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے مل لیا کرے۔ پس جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ اس کے گھر کا نام "بیت مطیّبین" (یعنی خوشبو والوں کا گھر) ہو گیا۔ (شواہد النبوۃ، رکن خامس، ص۱۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا پیارا واقعہ ہو اور امام اہلسنت خاموش رہیں؟ نہ، نہ، ایسا نہیں ہو سکتا، بلکہ قلمِ رضا چلا اور ایسے کمال انداز سے چلا، کہ حق ادا کر دیا:

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول
سر تا بقدم ہے تن سُلطانِ زَمن پھول
لب پھول دَہن پھول ذَقن پھول بدن پھول

ایسا لگتا ہے، کہ جب آپ حدائق بخشش کا کوئی کلام لکھتے ہوں گے، تو تصور جاناں میں گم ہو جاتے ہوں گے۔

طیبہ کی بہار

یوں ہی کبھی اعلی حضرت نے پھولوں کو دیکھا ہو گا، اور لوگوں کا پھولوں کی طرف مائل ہونا ملاحظہ فرمایا ہو گا، تو فرمایا:

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے طیبہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

اے چرخ کہن پھول

یوں ہی آسمان پر نظر پڑی ہو گی، تو فرمایا، اے آسمان بڑا پھول رہا ہے، یقینا پھولنے کی بات بھی ہے کہ تیرے پاس بڑا پیارا چاند ہے لوگ حسن میں جس کی مثال دیتے ہیں، مگر سن! میرے چاند جیسا تیرے پاس چاند نہ ہو گا، اللہ اکبر! فرمایا:

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہ نو پے نہ اے چرخ کہن پھول

کائنات کا منظر اعلی حضرت کی نگاہ میں

اگر ہم غور کریں تو سمجھ آئے گا کہ یہ کائنات حسین مناظر سے بھری ہوئی ہے، ان مناظر اور نظاروں کو ہر کوئی اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے، سائنسدان (Scientist) انہیں اپنی سائنس کی روشنی میں

دیکھتا ہے، جغرافیہ دان (Geographer) انہیں اپنے علم کی روشنی میں دیکھتا ہے، کیمسٹری والا انہیں علمِ کیمسٹری کی نگاہ سے دیکھتا ہے جبکہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ چونکہ پکے عاشقِ رسول تھے، اس لیے آپ ان تمام مناظر کو عشقِ رسول کی نگاہ سے دیکھتے اور ذہن میں آنے والے خیالات کو نعتیہ شاعری کی صورت میں بیان بھی فرماتے۔ آپ کے نعتیہ کلام حدائقِ بخشش میں کئی مناظرِ قدرت کو عشقِ رسول میں ڈوب کر اسی عشقی رنگ میں سمجھایا گیا ہے۔ ان مناظر میں سے ایک سورج بھی ہے۔ یہی سورج ہے جو تمام جہاں کو اپنے نور سے روشن کر رہا ہے، یہی سورج ہے جو ہزاروں سال سے دنیا کو جگمگا رہا ہے مگر اس کا نور کم نہیں ہو رہا۔ یہی سورج ہے جو ہر روز آکر نور کی خیرات بانٹتا ہے۔ یہی سورج ہے کہ جس کے طلوع و غروب ہونے سے دنیا کا نظام چل رہا ہے، اس سورج کو کائنات کے مناظر میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

عشق کی کتاب میں سورج کی حقیقت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عشق کی کتاب میں اس سورج کی حقیقت کیا ہے، جب سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جُود و سخاوت کی بات چل رہی تھی تو فرماتے ہیں:

جس کو قُرصِ مہر سمجھا ہے جہاں اے مُنْعِمو!
اُن کے خوانِ جُود سے ہے ایک نانِ سوختہ

جسے سورج کی ٹکیا کہتے ہو

یعنی اے تاجدارو! اے بادشاہو! سارا جہاں جسے سورج کی ٹکیا کہتا ہے، لوگ جسے آفتاب کہہ کر پکارتے ہیں، جسے سورج کا نام دیا جاتا ہے۔ یہی سورج اور یہی آفتاب، جانِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دستر خوان کی جلی ہوئی روٹی ہے، ذرا سوچو کہ جس کریم آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دستر خوان کی جلی ہوئی روٹی سے کائنات کا گزارہ ہو رہا ہے تو ان کے دستر خوان کی وہ روٹیاں جو جلن

سے محفوظ ہیں، ان کا کیا حال ہو گا اور جس محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کی جلی ہوئی روٹی کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چُندھِیا جاتی ہیں، اس کے اپنے چہرۂ مبارک کے انوار کا عالم کیا ہو گا؟

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

قدموں میں جبیں کو رہنے دو چہرے کا تصوّر مشکل ہے
جب چاند سے بڑھ کر ایڑی ہے تو رُخسار کا عالَم کیا ہو گا

چانداوراعلیٰ حضرت کا تخیل

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! ہم اعلیٰ حضرت کی شاعری اور عشقِ رسول سے مُتعلِّق سُن رہے تھے۔ چاند کا ذکر شعر و شاعری میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ محبوب کے حُسن کو، محبوب کی خوبصورتی کو، محبوب کی دلکشی کو اور محبوب کی رنگت کو چاند سے تشبیہ دینا اردو شاعری میں بہت عام ہے۔ مگر جس طرح سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے چاند کو نعتِ محبوب کے لیے استعمال کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آیئے! اس کی چند مثالیں سنتے ہیں:

(۱)۔۔۔ عموماً شاعر حضرات چاند کے حُسن کی تو بات کرتے ہیں مگر اس کے دَھبوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں، سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے عشق کے رنگ میں بتایا کہ چاند پر دَھبے کیوں ہیں؟ چنانچہ فرماتے ہیں:

برقِ اَنگُشتِ نبی چمکی تھی اُس پر ایک بار
آج تک ہے سِینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

یعنی سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے مبارک ہاتھ کی نورانی انگلی ایک مرتبہ چمک کر چاند پر پڑی مگر آج تک چاند کے سینے میں جلن کا نشان موجود ہے۔

چاند کے داغ کو مٹانے کا طریقہ

(۲)۔۔۔پھر ایک اور شعر میں چاند کو یہ داغ مٹانے کا طریقہ بھی بتاتے نظر آتے ہیں، چنانچہ قصیدۂ معراجیہ میں فرماتے ہیں:

سِتَم کِیا کیسی مَت کَٹی تھی قمر! وہ خاک اُن کے رہ گُزر کی
اُٹھا نہ لایا کہ مَلتے مَلتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

یعنی اے چاند تمہاری عقل کو کیا ہوا کہ اتنا بڑا ستم کر بیٹھے، جب معراج کی رات آقائے کریم، رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم آسمانوں کی سیر کے لیے تشریف لائے تھے تو ان کے رہ گزر کی خاک لے جاتے اور اپنے داغوں پر ملتے رہتے۔ تمہارا اس خاک کو ملنا تھا کہ تمہارے سارے داغ ختم ہو جاتے۔

چاند بچپن کا کھلونا ہے

(۳)۔۔۔ایک اور جگہ سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس چاند کو رسولِ اکرم، نورِ مُجَسَّم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بچپنے کا کھلونا قرار دیتے ہیں۔ جس میں اس حدیثِ پاک کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی علاماتِ نُبُوَّت نے دِینِ اِسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم گہوارے (پنگھوڑے) میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی اُنگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے، چاند اُسی طرف جُھک جاتا۔ (جمع الجوامع، ۳/۲۱۲، حدیث:۸۳۶۱)

اسی لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

چاند جھک جاتا جِدھر اُنگلی اٹھاتے مَہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

مدینے کا چاند بھی خیرات بانٹتا ہے

(۴)۔۔۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ماہِ مَدینہ اپنی تجَلّی عطا کرے!
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

یعنی ایک آسمانوں کا چاند ہے اور ایک مدینے کا چاند ہے۔ آسمانوں کا چاند بھی روشنی بکھیرتا ہے، مدینے کا چاند بھی نور کی خیرات بانٹتا ہے، آسمانوں کا چاند جو روشنی دیتا ہے وہ ایک دوپہر تک کے لیے ہوتی ہے جبکہ مدینے کا چاند اگر نور کی جھلک بھی عطا فرمادے تو دنیاو آخرت دونوں روشن ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے ایک اور مقام پر نور کی خیرات لینے کے لیے عرض کرتے ہیں:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مِرا دِل بھی چمکا دے چمکانے والے

تخیلِ رضا کے انوکھے انداز

تخیل رضا پر قربان، کیا کیا لکھتے اور کس کس انداز سے لکھتے، کہ عقلیں حیران ہیں۔ رنگ رضا نرالا ہے، اس فنافی الرسول کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوتے ہوئے مختلف رنگوں میں دیکھا جا سکتا ہے، کبھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں پر قربان ہوتے دکھائی دیتے ہیں، تو کبھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر، کبھی قدموں پر، اور کبھی سر اقدس پر فدا ہوتے دکھائی دیتے ہیں، اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی شاعری اور تحریروں کو پڑھیں، تو پتہ چلتا ہے کہ کبھی بارگاہ رسالت کی حاضری کے لیے جانے والے قافلے پر واری واری ہوتے نظر آتے ہیں، کبھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نچھاور کرنے کی تمنا کرتے نظر آتے ہیں، تو کبھی سگ طیبہ کے پاؤں چومنے کی تمنا، تو کبھی سگان کوچۂ جاناں میں داخل ہونے کی آرزو ہے، تو کبھی طیبہ میں مرنے کا اشتیاق رنگ دکھاتا ہے، تو کبھی چمک والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے دل چمکانے کی التجا ہے، کہیں باب شفاعت سے دامن تر کی آبرو کی امید ہے، کہیں میدان محشر میں شفیع محشر جیسے

حامی کی آمد کی امید ہے، تو کہیں دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجرم کی طرح حاضری کا انداز ہے، کہیں رحمت پر لاڈلے کی طرح رحمت پانے کی امید ہے، تو کہیں اپنے اطوار پر شرمندگی کا اظہار ہے۔

کس کس انداز پر گفتگو کی جائے

کس کس انداز پر گفتگو کی جائے، وقت کا امام، کہیں مجرموں کو، غم زدوں کو مژدہ سناتے نظر آتے ہیں، اور کبھی شافع امم سے خبر آوری کی التجا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور کہیں فاضل بریلوی اپنے آپ کو ناخن پا کا شیدائی بتاتے ہیں، کہیں اپنے رب عزوجل سے محبوب کے عشق کی ولا میں گم ہو جانے کی دعا کرتے ہیں، کہیں سیدزادوں کے لئے عاجزی اور تعظیم کی انتہا کرتے نظر آتے ہیں، تو کہیں آل رسول کو بچہ بچہ نور کا کہتے نظر آتے ہیں۔

کوئی ایک رنگ ہو تو بیان کیا جائے

کوئی ایک رنگ ہو تو بیان کیا جائے، کبھی نعت لکھنے کو روح القدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی سیدھی شاخ مانگتے نظر آتے ہیں، تو کبھی صاحب قرآں کو مداح رسول بیان کرتے نظر آتے ہیں، تو کہیں پل صراط سے وجد کرکے گزرنے کی بات ہے، تو کہیں محشر کی وحشت سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دہائی ہے، کہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مہکتے دل کے غنچے کی بات ہے، تو کہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے غم بے شمار ہونے کی التجا ہے، تو کہیں غنی کے در پر بستر جمانے کی آرزو ہے، تو کہیں رخصت قافلہ پر آہ وفغاں ہے، کہیں کمال حسن حضور کی باتیں ہیں، تو کہیں مدح اہل دول رضا کہہ کر اہل ثروت سے بیزاری کا اعلان ہے، تو کہیں زمین و زماں کیوں بنے؟ یہ بتاتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو کہیں سورج کے پلٹنے کی بات کرتے ہیں، کبھی اولی واعلی نبی کی شان بیان کرتے ہیں، تو کبھی کون دیتا ہے؟ اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

فاضل بریلوی کا انداز

فاضل بریلوی کبھی ہماری توجہ سچی بات کرنے والے کی طرف مبذول کراتے ہیں، اور کبھی ماں جب اکلوتے کو چھوڑے تو اس وقت بلانے والے آقا کی یاد دلاتے ہیں، کبھی مسندِ رفعت رسالت کا تذکرہ ہے، تو کہیں قدرت رسول اللہ کی بات ہے، کہیں یاد گل باغ خلیل ہے، کہیں حیرانگی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا کہا جائے؟ کہیں بتاتے ہیں کہ محشر میں کس کی رسائی ہے، اور کہیں زاہدوں سے کہا جارہا ہے کہ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے۔

جب وقت کے امام کو مدینہ یاد آتا ہے

اور جب وقت کے امام کو یاد مدینہ تڑپاتی ہے، تو مدینے کی یادوں میں گم ہو کر، آپ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا کہتا نظر آتا ہے، کہیں ماہ مدینہ سے تجلی مانگتے نظر آتے ہیں، تو کہیں بھینی سہانی صبح کی ٹھنڈک جگر کی ہے کا تذکرہ ہے، کہیں راہ مدینہ پر چشم و سر رکھنے کی تمنا ہے، کہیں ستر ہزار فرشتوں کی حاضری کا تذکرہ ہے، کہیں عاصی کو عمر بھر پڑے رہنے کی نوید سناتے ہیں، تو کہیں طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جانے کی بات کرتے ہیں، کبھی شہر شفاعت نگر کی بات کرتے ہیں۔

رضا کے کس کس کلام کی بات کی جائے

رضا کے کس کس کلام اور کلام کے کس کس شعر کی بات کی جائے، امام عشق و محبت عاشقوں کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہ گزر کی شناخت بتاتے ہوئے نظر آتے ہیں، تو کہیں بھیک مانگنے کی تمیز کا انداز بتاتے ہیں، کہیں بے حیائیوں پر منہ چھپانے کا تذکرہ ہے، تو کہیں مزے کی بھیک کی گفتگو ہے، تو کہیں سفر معراج کے تصور میں گم ہیں، تو کہیں نوری آقا کے دربار سے پیالۂ نور بھرنے کی التجا ہے، اور جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا موقع آتا ہے، تو عاشقوں کا امام غریبوں کے آقا، فقیروں کے داتا پر، درود و سلام کروڑوں بار بھیجتے ہیں، تو کبھی شکم کی قناعت، مانگ کی استقامت، کانِ لعل کرامت، بھوؤں کی لطافت، میٹھی میٹھی نیچی نیچی نظروں کی شرم و حیا، اونچی بینی کی رفعت، چمک والی رنگت، لبوں کی نزاکت، زباں کی

نافذ حکومت، بازوں کی قوت، اور دل افروز ساعت، اور مصطفی جان رحمت پر لاکھوں سلام پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ امام اہلسنت کا انداز ہے، اور کیسا پیارا انداز ہے؟ کہ عقلیں حیران ہو جاتی ہیں، کہ اعلی حضرت کو رب عزوجل نے کس کس کمال سے نوازا، اللہ اللہ!

عشق رسول کیسے ملے گا؟

اسی لئے امیر اہلسنت فرماتے ہیں جو یہ چاہے کہ اس کے دل میں عشق رسول موجے مارنے لگے تو وہ حدائق بخشش پڑھے، ان شاءاللہ عزوجل ایسا عشق رسول نصیب ہو گا جو بندے کو کمال تک پہنچادے گا۔

اعلی حضرت کے بارے میں مختصر معلومات

آیئے! اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت کی کچھ مختصر جھلکیاں سنتے ہیں، چنانچہ:

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوَّالُ الۡمُکَرَّم ہفتے کے دن ہوئی۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ نے تقریباً ۴ سال کی عمر میں ناظرہ قرآنِ پاک ختم کر لیا اور اسی عمر میں فصیح (یعنی خالص) عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ نے تقریباً ٦ سال کی عمر میں پہلا بیان فرمایا۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ نے ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۴ دن کی عمر میں علومِ درسیہ سے فراغت پائی، دستارِ فضیلت ہوئی، اسی دن فتویٰ لکھنے کا باقاعدہ آغاز فرمایا اور درس و تدریس کا بھی آغاز فرمایا۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ کی تقریباً ۱۹ سال کی عمر میں سنّتِ نکاح ادا ہوئی اور ازدواجی زندگی کی ابتدا ہوئی۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ عَلَیۡہ کو تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں پہلی بار اور تقریباً ۵۱ سال کی عمر میں دُوسری بار زیارتِ حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا۔

☆۔۔۔اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ الله عَلَیْه نے تقریباً ۶۸ سال کی عمر میں آخری وصیتیں لکھوائیں اور بالآخر علم و فن کا یہ عظیم آفتاب ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو جمعۃ المبارک کے دن ٹھیک اذانِ جمعہ کے وَقْت تقریباً ۶۸ سال کی عمر میں غروب ہو گیا۔

(ماخوذ از حیاتِ اعلیٰ حضرت، جہانِ رضا، سوانحِ امام احمد رضا، تجلیاتِ امام احمد رضا، تذکرہ امام احمد رضا)

اللہ تبارک و تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں برکات رضا سے مالامال فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

خطیب
ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
تاریخ اجراء
22october2021
بروز جمعۃ المبارک
استاد جامعۃ المدینہ فیضان صدیق اکبر آگرہ الہند
رابطہ نمبر:8808693818

☆...☆...☆...☆...☆...☆

(6) تفسیر سورۂ کوثر: محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دے دیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَؕ(۱) فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْؕ(۲) اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۠(۳)

صَدَقَ اللّٰہُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَ عَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

درود شریف کی فضیلت

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علاّمہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رَضوی دَامَت بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے ''سیّدی قُطبِ مدینہ'' میں بحوالہ جَمْعُ الْجَوامِعْ دُرود پاک کی فضیلت ذکر فرماتے ہیں: سلطانِ دوجہان، مدینے کے سلطان، رَحمتِ عالَمیان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہ تَعالٰی عَلیہ واٰلہٖ و سلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: جو مجھ پر جُمُعہ کے دن اور رات ۱۰۰ مرتبہ دُرُود شریف پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی ۱۰۰ حاجتیں پوری فرمائے گا، ۷۰ آخرت کی اور ۳۰ دُنیا کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک فِرِشتہ مقرّر فرمادے گا جو اُس دُرُودِ پاک کو میری قبر میں یوں پہنچائے گا جیسے تمہیں تحائف پیش کئے جاتے ہیں، بلاشبہ میرا علم میرے وِصال کے بعد وَیسا ہی ہو گا جیسا میری حیات میں ہے۔ (جَمْعُ الْجَوامِع لِلسُّیُوطی ج۷ ص۱۹۹ حدیث ۲۲۳۵۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ(۱)

ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ(۲)

ترجمہ کنز الایمان: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ(۳)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

یہ قرآن کی مختصر سورت ہے

قرآن پاک کے دامن میں اللہ پاک نے سورۂ کوثر بھی رکھا ہے، اور یہ قرآن پاک کی مختصر صورتوں میں سے ایک ہے، لیکن بہت جامع ہے، اور آج میں آپ کے سامنے اس کوثر کی تفسیر پر کچھ بنیادی باتوں کو بیان کروں گا، چونکہ میلاد کا موقع ہے۔

آمد مصطفی ﷺ کے بیان کے ساتھ مقصد آمد کا بیان

قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالی نے جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کو بیان کیا ہے وہاں ان کی آمد کا مقصد بھی بیان کیا ہے، جشن منانا، نعرے لگانا، چراغاں کرنا، جلوس میں جانا، جھنڈے لگانا، محفلیں کرنا، یہ سب اظہار محبت کی چیزیں تو ہیں، مگر اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حق محبت ادا کر دیا ہے، یہ اظہار محبت تو ہے مگر محبت کا حق نہیں ہے، کہ ہم یہ کہیں کہ ہم پورا سال اب فری ہو گئے کیوں؟ کیونکہ ہم نے محفل کر لی ہے۔

اس محفل کے انعقاد کے بعد ہمیں اپنے اندر پورے سال جو عشق رسول ﷺ کے کام اور جو مقصد میلاد اور مقصد عشق رسول ہے اس کو اجاگر کرنا ہو گا۔

آمد مصطفی ﷺ کا مقصد یہ ہے

اللہ پاک کے نبی حضرت ابراہیم نے جو دعا مانگی تھی اس میں اس رسول کی آمد کے مقصد کو بھی بیان کیا تھا: چنانچہ دعائے ابراہیمی کے کلمات کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۲۹) (پ ۱، البقرہ ۱۲۹)

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اور پارہ ۴ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ میں ارشاد ہوا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۱۶۴)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اور اللہ پاک نے پارہ ۲۸ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں جہاں آمد رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بیان کیا، اس میں مقصد میلاد کو بھی بیان کیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری کس لیے ہوئی ہے؟ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲)

ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

تمہیں حقائق و معارف سیکھائیں

اب آپ دیکھیں کہ ان تینوں مقامات میں آمد مصطفی ﷺ کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مقصدِ آمد مصطفی ﷺ کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نبی کو کیوں بھیجا گیا؟ تاکہ یہ تمہیں اللہ عزوجل کی کتاب قرآن پاک کی تعلیم دیں اوراس کے حقائق و معانی سکھائیں۔

تمہیں ستھرا کریں

اور اس لئے رسول کو بھیجا تاکہ وہ تمہیں ستھرا کریں، اور ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ لوح نفوس وارواح کو کدورات سے پاک کرکے حجاب اٹھائیں اور آئینہ استعداد کی جلا فرما کر انہیں اس قابل کردیں کہ ان میں حقائق کی جلوہ گری ہوسکے۔

رب نے محمد ﷺ کو کیوں بھیجا؟

اور آج کے دور میں اس طرح کے سوالات کئے بھی جاتے ہیں، کہ رب نے محمد ﷺ کو کیوں بھیجا؟ کیا ضرورت تھی؟ کن مقاصد کے لئے بھیجا؟ اور ان سوالات کے جوابات ایک مسلمان کو معلوم ہونے چاہئے، پتہ ہونے چاہئے، تبھی تو وہ محمد عربی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرے گا، اپنے نبی ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنائے گا، اور رب نے ان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ ان کی فرمانبرداری کی جائے، اللہ نے ان کی صورت، ان کی سیرت، ان کا اخلاق، ان کا کردار، ہر چیز بے مثل و بے مثال بنائی ہے۔

کیا ہم نے سورۂ کوثر پر کبھی غور کیا؟

کیا ہم نے سورۂ کوثر پر کبھی غور کیا؟ کہ اس میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ سنئے: اللہ پاک نے سورۂ کوثر میں حضور علیہ سلام کی تعریف بیان فرمائی ہے، حضور ﷺ کے دشمن کا رد بھی بیان کیا ہے، کافروں نے حضور علیہ سلام کے بیٹے کے انتقال پر معاذ اللہ! ابتر کہا تھا۔

قوم کا اعتراض انبیائے کرام کا جواب

اور یہ بھی حضور علیہ سلام کی عظمت کے باب میں سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے، شفاء شریف میں بھی لکھا ہے، سیرت رسول عربی کے صفحہ نمبر ۵۸۰ میں بھی لکھا ہے، نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ وصف ہے کہ حضور ﷺ کے دشمن کو خود اللہ عزوجل جواب دیتا ہے، حالانکہ عادتِ باری تعالی یہ تھی کہ اگر پہلے کی قومیں اپنے نبی پر اعتراض کرتی تھیں، تو رب تعالی پیغمبر سے جواب دلواتا تھا، رب خود جواب نہیں دیتا تھا چنانچہ:

قوم کا اعتراض حضرت نوح کا جواب

(۱)۔۔۔ قومِ نوح نے جب حضرتِ نوح علیہ السلام سے کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ (پ۸، الاعراف:۶۰)

ان کی نفی خود حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے کی، اور فرمایا:

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶۱) (پ۸، الاعراف:۶۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔

قوم کا اعتراض حضرت ہود کا جواب

(۲)۔۔۔ قوم ہود نے ہود عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ (۶۶) (پ۸، الاعراف:۶۶)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

اس پر ہود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا:

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶۷) (پ۸،الاعراف:۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

فرعون کا اعتراض حضرت موسی کا جواب

(۳)۔۔۔فرعون نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا تھا:

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (۱۰۱)

ترجمہ کنزالایمان: اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا۔(پ۱۵،بنی اسراءیل:۱۰۱)

اس پر حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا:

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (۱۰۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔(پ۱۵،بنی اسراءیل:۱۰۲)

قوم کا اعتراض حضرت شعیب کا جواب

(۴)۔۔۔قوم شعیب نے شعیب عَلَیْہِ السَّلَام سے کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ ۙ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ (۹۱)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہیں عزت نہیں۔(پ۱۲،ہود:۹۱)

حضرت شعیب عَلَیْہِ السَّلَام اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ (۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میری قوم کیا تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا بیشک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے رب کے بس میں ہے۔ (پ۱۲، ہود:۹۲)

قوم کا اعتراض حضرت عیسی کا جواب

(۵)۔۔۔قوم نے حضرتِ مریم سے کہا:

يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا (۲۸) (پ۱۶ مریم ۲۸)

اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار۔

حضرت مریم کا قوم کو جواب:

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا (۲۹) (پ۱۶ مریم ۲۹)

اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

اس پر حضرت عیسی علیہ السلام کا جواب:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (۳۰) (پ۱۶ مریم ۳۰)

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (۳۱) (پ۱۶ مریم ۳۱)

اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا (۳۲) (پ۱۶ مریم ۳۲)

اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا۔

وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (۳۳) (پ۱۶ مریم ۳۳)

اور سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

یہ انداز تھا انبیائے کرام کے متعلق

تو آپ نے دیکھا! کہ قوم کا اعتراض حضرت شعیب کا جواب۔ قوم کا اعتراض حضرت موسیٰ کا جواب۔ قوم کا اعتراض حضرت عیسیٰ کا جواب۔ قرآن نے دونوں کو بیان کیا۔

یہ انداز تھا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق، مگر جب باری آتی ہے سید الانبیاء کی، سید المرسلین کی، سراج السالکین کی، شفیع المذنبین کی، رحمۃ للعالمین کی، تو انداز بدل گیا، کفار نے ہمارے آقائے نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نسبت جو طعن و تنقیص کی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بذات خود اس کی تردید فرمادی جس سے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان محبوبیت عیاں ہوتی ہے۔ چنانچہ:

پہلا اعتراض: تم رسول نہیں

ایک موقع پر کافروں نے کہا: ”لَسْتَ مُرْسَلًا“ ترجمۂ کنزالایمان: تم رسول نہیں۔ (پ۱۳، الرعد:۴۳)

اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم رسول نہیں ہو، حضور علیہ سلام کی رسالت کا انکار کیا۔

رب تعالیٰ کی جانب سے جواب

تو اللہ نے فرمایا: یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾

مجھے حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک ضرور تو رسولوں میں سے ہے، سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

رب قسموں کا محتاج نہیں ہے لیکن آج بات آئی ہے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی، انگلی اٹھی ہے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، دل دکھایا گیا ہے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، جھٹلایا گیا ہے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، تو رب نے بھی اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دل جوئی کے لئے، طعنے کی وجہ سے جو محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو رنج ہوا تھا، اس رنج کو غلط کرنے کے لئے، محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ڈھارس دینے کے لئے، کفار کو ضربِ شدید لگانے کے لئے رب نرم گوشہ تھوڑے ہی اختیار فرمائے گا، بلکہ بڑی شد و مد کے ساتھ اور قسم کے ساتھ فرماتا ہے: پیارے مجھے قسم ہے اس قرآن کی! جو لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْہِ کی صفت سے متصف ہے، محبوب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم ضرور رسولوں میں سے ہو۔

یہ شان ہے میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

یہ شان ہے میرے اور آپ کے نبی، آخری نبی، مکی مدنی ﷺ کی، کہ اعتراض کفار کریں جواب ربِّ کائنات دے، میرے امام لکھتے ہیں:

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
یہی ہے اصل عالم مادّہ ایجادِ خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

دوسرا اعتراض: تم مجنون ہو

ایک مرتبہ کفار مکہ نے محبوب ﷺ کو مجنون کہا، اور ان کا یہ قول تمسخر اور استہزاء کے طور پر تھا چنانچہ قرآن بیان کرتا ہے کہ ان بد بختوں نے کہا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ؕ‏ (۶)

ترجمہ کنزالایمان: اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک تم مجنون ہو۔ (پ۱۴، الحجر:۶)

رب تعالی کی جانب سے جواب

رب تعالی نے محبوب ﷺ کی جانب سے ان بد بختوں کو اس اعتراض پر قرآن کی آیات نازل فرمادیا:

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَۙ‏ (۱) مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ‌ۚ‏ (۲) وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ‌ۚ‏ (۳) وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ‏ (۴) (پ۲۹، القلم:۲)

نون اور قلم اور اس کے لکھے کی قسم! ذرا غور کرو رب کے کلام کے لفظوں میں، اللہ نے فرمایا: مجھے قلم کی بھی قسم ہے، اور قلم نے جو کچھ لکھا اس کی بھی قسم ہے، تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں ہو،

مجھے قسم ہے قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی، تم پر تو اللہ کا فضل ہے، تم مجنون نہیں ہو، بلکہ تمہارے لیے بے حد و بے حساب اجر ہے، اور بے شک تمہارا اخلاق بڑا اعلی ہے۔

رب تعالی نے محبوب ﷺ کی صفات عالیہ بیان کی

پیارے اسلامی بھائیو! یہاں پر ذرا غور کرو! کفار نے محبوب ﷺ کو مجنون کہا، اور مجنون کے اندر عقل نہیں ہوتی اس کے اندر کوئی فضیلت والی بات، کمال والے اوصاف نہیں ہوتے، اس کا ہر کام بے ترتیب و بے ڈھنگ ہوتا ہے، اس کے اندر کوئی حکمت و دانائی نہیں ہوتی، رب نے محبوب ﷺ کی ذات سے جنون کی نفی "مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ" سے کر کے، محبوب ﷺ کی صفاتِ عالیہ بھی بیان فرمائی، اور فرمایا: "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" محبوب ﷺ تیرے رب کا لطف و کرم تیرے شاملِ حال ہے، اس نے تم پر انعام و احسان فرمائے، نبوّت اور حکمت عطا کی، فصاحتِ تامّہ، عقلِ کامل، پاکیزہ خصائل، پسندیدہ اخلاق عطا کئے مخلوق کے لئے جس قدر کمالات امکان میں ہیں سب علٰی وجہِ الکمال عطا فرمائے، ہر عیب سے ذاتِ عالی صفات کو پاک رکھا۔

اللہ اکبر! محبوب ﷺ کا اخلاق کیسا؟ ایسا کہ کافروں بد بختوں کی گالیوں کے جواب میں مسکرا کے گزر جانا یہ تیری ہی ادا ہے، یہ تیری ہی شان ہے:

کہ آئے بیمار تو ہر دکھ کی دوا دیتے ہیں
گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں
دشمن آجائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

تیسرا اعتراض: تم کو تمہارے رب نے چھوڑ دیا

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفّار نے بطریقِ طعن کہا کہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور تمہارے رب نے تمہیں مکروہ جان کر چھوڑ دیا ہے، تم اس کو اچھے نہیں

لگے اس لیے چھوڑ دیا، تم ہمارے معبودوں کو برا کہتے تھے اس لیے اس نے تمہیں چھوڑ دیا۔

رب تعالی کی جانب سے جواب

جب یہ اعتراض ہوا تو رب تعالی کی جانب سے جواب آیا:

وَ الضُّحٰى (۱) وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى (۲) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى (۳)

ترجمۂ کنز الایمان: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔ (پ۳۰، الضحیٰ: ۱۔۳)

اللہ تعالی نے قسم کے ساتھ فرمایا: " وَ الضُّحٰى" پیارے تمہارے رخ روشن کی قسم " وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى" تمہاری زلفوں کی قسم! " مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى" نہیں چھوڑا تمہارے رب نے اور نہ ہی مکروہ جانا، ان آیات میں کفار کی تردید فرمائی اور ساتھ میں محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعریف و توصیف بھی بیان فرمائی " وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" پیارے تمہاری تو ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے، " وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" اور عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ پیارے حبیب تم راضی ہو جاؤ گے، اللہ اکبر! پوری نعت مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیان فرما دیا۔

چوتھا اعتراض: تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے

ایک موقع پر ابو لہب نے کہا کہ اے محمد! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہارا ہاتھ ٹوٹے،

رب تعالی کی جانب سے جواب

اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا:

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ (۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

اے ابو لہب میرے حبیب ﷺ کے ایک ہاتھ کی بات کرتا ہے، تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، "وَّتَبَّ" اور ٹوٹ بھی گئے۔ اللہ اکبر!

تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو؟ میرے محبوب ﷺ پر چلے انگلی اٹھانے، میرا محبوب ﷺ خاموش ہے، تو یہ نہ سمجھو کہ وہ اکیلے ہیں، بلکہ ان کے لئے تو میری ساری خدائی ہے۔

پانچواں اعتراض: تم شاعر ہو

کفار سے جب ایمان لانے کی بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں:

اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ(۳۶)

ترجمہ کنزالایمان: کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۳۶)

رب تعالی کی جانب سے جواب

کفار نے اس بار محبوب ﷺ کو دیوانہ شاعر کہا تو رب تعالی کی جانب سے جواب آیا:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳۷)

ترجمہ کنزالایمان: بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۳۷)

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ (پ۲۳، یٰس:۶۹)

چھٹا اعتراض: تم ابتر ہو

ایک روز حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ باب بنی سہم میں عاص بن وائل سہمی آپ سے ملا اور کلام کیا۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اَشقیائے قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے عاص بولا کہ ابتر (بے نسل) سے، حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے صاحبزادے جو

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بطن مبارک سے تھے انتقال کر چکے تھے اس لئے عاص بن وائل نے حضور کو یہ طعنہ دیا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسل کٹ گئی، منقطع ہو گئی، اب ان کا ذکر مٹ جائے گا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب اول، ذکر اولاد کرام انحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ج۲، ص۵۱۵)

رب تعالی کی جانب سے جواب

رب تعالی کی جانب سے جواب آیا:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (۱) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انۡحَرۡ (۲) اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ (۳)

اکلوتے بیٹے کے انتقال پر باپ کی کیفیت

پیارے اور محترم اسلامی بھائیو! ذرا آپ اندازہ لگایئے! کہ ایک تو بیٹے کی وفات کا غم ابھی پرانا ہوا نہیں، اور اوپر سے ابتر کا طعنہ، اس باپ سے پوچھو! جس کی اکلوتی اولاد کا انتقال ہو جائے، ایسے عالم میں اس پر کیا بیت رہی ہوتی ہے، بھوک و پیاس سب ختم ہو چکی ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے دنیا اپنی تمام تر زیب و زیبائش کے باوجود ویران ہو گئی ہے، اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہے، اور اس باپ کو ایسا کیوں لگتا ہے؟ اس لئے کہ اس کے دل کے چمن کی اکلوتی کلی مرجھا گئی ہے، تو ابھی بیٹے کی جدائی کا غم ختم بھی نہ ہوا تھا کہ بدبخت عاص بن وائل نے جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ابتر کہا ہو گا، تو کیا حضور کو تکلیف نہ ہوئی ہو گی؟ دل نہ دکھا ہو گا، کہ بدبخت مجھے ابتر کہہ رہا ہے، مجھے دم بریدہ کہہ رہا ہے، جس کے لئے زمین کا بچھونا بچھایا گیا، آسمان کا شامیانہ تانا گیا، جس کے دم قدم سے دنیا کی باغ و بہار ہے۔

ہے اُنھیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالَم نہیں

پہلے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی دل جوئی پھر دشمن کو جواب

اس کو کہہ رہا ہے کہ تمہاری نسل ختم ہو گئی، تکلیف تو قلبِ اطہر و اقدس میں ہوئی ہو گی، مگر محبوب

ﷺ تو سید الصابرین ہیں، مگر ان کا رب تو احکم الحاکمین ہے وہ جواب دے گا۔

اور رب نے بھی براہِ راست اس دشمن کو جواب نہ دیا، بلکہ پہلے محبوب ﷺ کی دل جوئی فرمائی، محبوب کی تعریف و توصیف بیان فرمائی، اپنی عطاؤں کا تذکرہ کیا، تاکہ جو قلبِ اطہر پر رنج و دکھ کا اثر ہے پہلے وہ جاتا رہے، اسی لئے فرمایا: اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱) اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، پھر فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۠(۳) بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ابتر ہے۔

ہر خیر سے محروم تیرا دشمن

میں قربان اعلیٰ حضرت کے عشقِ رسول پر، آپ نے ابتر کا معنی وہ نہ کیا جس معنی کا قصد عاص بن وائل نے کیا تھا، یعنی منقطع النسل، بلکہ اعلیٰ حضرت نے ابتر کا ترجمہ کیا "بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے" یعنی اعلیٰ حضرت نے اس کو کہیں کا چھوڑا ہی نہیں، ہر خیر سے محروم قرار دیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عاص بن وائل کا نام مٹ گیا مگر حضور انور ﷺ کا نام قیامت تک روشن ہے اور رہے گا اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ذریت قیامت تک رہے گی۔

الکوثر کا معنی کیا ہے؟

تو رب کائنات نے فرمایا: اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱) اے محبوب ہم نے آپ کو کوثر کا مالک بنایا، اور آپ لفظ کوثر کی تشریح تفسیر کی کتابوں میں دیکھیں کہ لفظِ کوثر کا معنی کیا ہے؟

حضرت عبد اللہ ابن عباس کی تفسیر، تفسیر ابنِ عباس، تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر بیضاوی، تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، تفسیر صراط الجنان، تفسیر خزائن العرفان، تفسیر نور العرفان، ساری تفاسیر میں لفظِ کوثر کے مختلف معانی آپ کو ملیں گئے، کسی نے پانچ معانی بیان کئے، کسی نے دس، کسی نے پندرہ، تو کسی نے بیس، مگر حد کر دی امام رازی نے کہ انہوں نے اپنی تفسیر "تفسیر کبیر" میں الکوثر کے چالیس معانی بیان کئے ہیں، اور لکھا:

کوثر سے مراد(۱)۔۔۔نور قلب مصطفی ﷺ ہے،(۲)۔۔۔کوثر سے مراد اولاد رسول ﷺ ہے،(۳)۔۔۔کوثر سے مراد امت کی کثرت بھی ہے،(۴)۔۔۔کوثر سے مراد جنت بھی ہے،(۵)۔۔۔کوثر سے مراد مقام محمود بھی ہے،(۶)۔۔۔کوثر سے مراد حوض کوثر بھی ہے،(۷)۔۔۔کوثر سے مراد شفاعت بھی ہے،(۸)۔۔۔کوثر سے مراد معجزات بھی ہیں،(۹)۔۔۔کوثر سے مراد کتاب بھی ہے،(۱۰)۔۔۔کوثر سے مراد علم بھی ہے،(۱۱)۔۔۔کوثر سے مراد مصطفی علیہ الصلاۃ والسلام کی فتوحات بھی ہیں۔

صاحب خزائن العرفان کا قول

اور تفسیر خزائن العرفان کے اندر اس لفظ کوثر کے بارے میں صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی نے لکھا:

(۱۲)۔۔۔کہ کوثر کا معنی یہ ہے کہ محبوب ﷺ ہم نے آپ کو فضائلِ کثیرہ عنایت کرکے تمام خَلق پر افضل کیا، حسنِ ظاہر بھی دیا، حسنِ باطن بھی، نسبِ عالی بھی، نبوّت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، کثرتِ امّت بھی، اعدائے دِین پر غلبہ بھی، کثرتِ فتوحات بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں۔ محبوب ﷺ یہ عاص بن وائل تجھے ابتر کہہ رہا ہے، یہ جانتا نہیں کہ تیری شان کیا:

فرش والے تِری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خُسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھَریرا تیرا
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

ایسی فضیلتیں عطا کی جن کی حد ہی نہیں

"اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ" پیارے اتنی نعمتیں اور فضیلتیں ہم نے عطا کی ہیں کہ جن کی حد ہی کوئی نہیں، جس کی انتہاء ہی کوئی نہیں، اللہ نے تمہیں ایسی پیاری نعمتوں کا مالک بنادیا ہے کہ

تِرا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں تِرا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تِرا مِثل نہیں ہے خدا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

جہاں گنتیاں ختم ہو جائیں، جہاں انسان کے شمار کا اندازہ ختم ہو جائے، اس سے بھی ماورا نعمتیں عطا کی ہیں اور رب فرماتا ہے: "وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا" تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اللہ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے۔ (پ۱۳ ابراہیم ۳۴)

نِعۡمَةُ اللّٰهِ سے کون سی نعمتیں مراد ہیں؟

قاضی عیاز مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے: کہ یہ کون سی نعمتیں ہیں جن کا اللہ نے ذکر کیا، کہ تم شمار نہیں کرسکتے؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں: "نِعۡمَتَ اللّٰهِ" سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو رب نے کوثر کی صورت میں اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں۔ اللہ اکبر! امام اہلِ سنت کی سنوئیے:

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامُشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

ابتر تو نہیں بلکہ تیرا دشمن

تو عاص بن وائل نے محبوب ﷺ کو ابتر کہا، اللہ نے فرمایا: ”اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ“ محبوب! ابتر تم نہیں ہو، تمہارا دشمن ابتر ہے، جڑ کٹا تیرا دشمن، منقطع النسل تیرا دشمن، چرچا مٹے گا تیرے دشمن کا، ذکر مٹے گا تیرے دشمن کا، نام ختم ہو گا تیرے دشمن کا، نسل ختم ہو گی تیرے دشمن کی، پیارے تیرا نام مٹنے کے لیے نہیں بنایا، تیرا ذکر ختم ہونے کے لیے نہیں بنایا، یہ دنیاداری میں ہوتا ہو گا کہ بیٹے نہ رہیں تو نسل ختم ہو جاتی ہے، اور وہ کفار سمجھتے تھے، بیٹا نہیں رہا اولاد نہیں رہی، تو نسل نہیں چلے گی، لیکن رب نے اپنے محبوب ﷺ کی اولاد بیٹی سے چلا کے دنیا بھر میں سیدوں کا فیضان جاری فرما دیا۔

محبوب ﷺ کے ذکر کو بلند خود اللہ کرتا ہے

یہ دنیاداری میں ہوتا ہو گا کہ کسی کا چرچا اس کے باپ کی وجہ سے، کسی کا چرچا اس کے بیٹے کی وجہ سے، کسی کا چرچا اس کا پیر کرے، کسی کا چرچا مرید کرے، کسی کا چرچا اس کے استاد کی وجہ سے، کسی کا چرچا اس کے شاگرد کی وجہ سے، کسی کا چرچا اس کا لیڈر کرے، کسی کا چرچا اس کا نوکر کرے، کسی کا چرچا اس کا ملازم کرے، کسی کا چرچا اس کا وزیر و مشیر کرے۔

لیکن رب کائنات نے اپنے حبیب کے ذکر کو نہ استادوں کا محتاج رکھا، نہ شاگردوں کا محتاج رکھا، نہ پیروں کا محتاج رکھا، نہ مریدوں کا محتاج رکھا، نہ عالموں کا محتاج رکھا، نہ واعظوں کا محتاج رکھا، نہ ادیبوں کا محتاج رکھا، نہ خطیبوں کا محتاج رکھا، نہ شاعروں کا محتاج رکھا، نہ وزیروں کا محتاج رکھا، نہ امیروں کا محتاج رکھا، نہ سیاست دانوں کا محتاج رکھا، نہ لیڈروں کا محتاج رکھا، نہ نوکروں کا محتاج رکھا، نہ کسی ملازموں کا محتاج رکھا۔

پیارے کوئی تیرا ذکر کرے، یا نہ کرے، اللہ نے تیرے چرچے کو بلند کر دیا ہے، ارشاد ہوا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (پ۳۰ الشرح ۴)

تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذِکر ہے اُونچا تیرا
مِٹ گئے مٹتے ہیں مِٹ جائیں گے اَعدا تیرے
نہ مِٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور ایسا کیوں؟ ایسا اس لئے کہ ربِّ کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو الکوثر عطا کیا ہے۔

کثیر، اکثر، یا کثار نہیں بلکہ الکوثر فرمایا

یہاں پر ایک نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ: رب نے یہاں کثیر نہیں، اکثر نہیں کثار نہیں بلکہ کوثر فرمایا ہے، اور کوثر نکرہ کے ساتھ نہیں بلکہ الکوثر معرفہ کے ساتھ فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو زیادہ نہیں، بہت زیادہ بھی نہیں، بہت ہی زیادہ بھی نہیں، بلکہ بے حد زیادہ، بے حد و بے شمار عطا فرمایا۔

جب رب کا قلیل اتنا کثیر ہے تو کوثر عالم کیا ہوگا؟

قرآن پاک میں آپ نے پڑھا ہو گا۔ اللہ پاک فرماتا ہے: "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ" اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے! کہ یہ دنیا کی متاع کیا ہے؟ قلیل ہے، یہ سب کچھ، سب بڑے بڑے شہر، بڑے بڑے ملک، یہ کروڑوں، اربوں، کھربوں چیزیں، تمام علوم و فنون، سرمایہ، سونا، چاندی، ہیرے جواہرات، پیسہ، ہر چیز جو بھی دنیا میں ہے، ان کے متعلق اللہ فرماتا ہے: دنیا قلیل ہے، حالانکہ یہ دنیا کتنی بڑی ہے، اس میں کتنی بڑی بڑی چیزیں ہیں، اس کی کروڑوں اربوں کھربوں چیزوں کو قرآن کہتا ہے: یہ قلیل ہے۔

لہذا جس بارگاہ میں قلیل کا پیمانہ اتنا بڑا ہے، تو پیارو! بتاؤ! وہاں کثیر کا پیمانہ کتنا بڑا ہوگا، وہاں اکثر کا کتنا بڑا پیمانہ ہوگا، پھر وہاں کثار کا پیمانہ کتنا بڑا ہوگا، اور جب کثیر اور اکثر اور کثار کے پیمانے کا اندازہ، میں اور آپ نہیں کرسکتے تو بتاؤ! رب کے دیئے ہوئے الکوثر کا اندازہ کیسے لگا سکتے ہیں؟

محبوب ﷺ جیسے رب نے کسی کو بنایا ہی نہیں

یہ وہ وجوہات ہیں جس کی وجہ سے ہم کہتے ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے بنایا ہی ایسا ہے کہ ان جیسا کوئی ہے ہی نہیں، کوثر کا مالک، کوئی ہے ہی نہیں، خیر کثیر کا مالک، ہے ہی کوئی نہیں، محبوبِ خدا ہے ہی کوئی نہیں، معراج کا دولھا کوئی نہیں، کونین میں ان سا کوئی نہیں، حسن سراپا کوئی نہیں۔

اے ختمِ رسل مکی مدنی کونین میں تم سا کوئی نہیں
اے نور مجسم تیرے سوا محبوب خدا کا کوئی نہیں
اوصاف تو سب نے پائے ہیں پر حسن سراپا کوئی نہیں
آدم سے جنابِ عیسیٰ تک سرکار کے جیسا کوئی نہیں
یہ شان تمہاری ہے آقا تم عرشِ بریں پر پہنچے ہو
ذیشان نبی ہیں سب لیکن معراج کا دولھا کوئی نہیں

محبوب ﷺ کی ذات عیب دار کیسے ہوسکتی ہے؟

محبوب ﷺ کی ذات عیب دار ہو بھی کیسے سکتی ہے کہ رب نے محبوب ﷺ کو اپنی دلیل جو بنایا ہے، چنانچہ پارہ ۶ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (۱۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔

تو ربِّ کائنات نے اپنی ذات پر محبوب ﷺ کو دلیل بنایا، اور دلیل جتنی مضبوط ہوتی ہے دعوی بھی اتنا نکھر کے سامنے آتا ہے، کمزور دلیل دعوی کو کمزور کر دیتی ہے، میں دعویٰ کروں کہ اس وقت رات ہے، اور یہ کہہ کر میں کمرے کے سارے بلب بند کر دوں اور کہوں کہ دیکھو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اور اندھیرا ہونا رات ہونے کی دلیل ہوتی ہے، لہذا میرا دعوی رات ہونے کا سچا ہے، آپ میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے باہر لے جا کر کہیں دیکھو دن ہے، کیونکہ چاروں طرف اجالا ہی اجالا ہے، سورج نکلا ہوا ہے۔

محبوب ﷺ کو دلیل نہیں بلکہ برہان فرمایا

تو میری دلیل کا آپ نے دلیل سے رد کر دیا، اور میرے دعوی کو غلط ثابت کر دیا، اب اگر محبوب ﷺ کی ذات میں نقص ہوتا، کوئی کمی ہوتی دلیل کمزور ہوتی، تو وجودِ باری تعالی کا دعوی کمزور ہوتا، اور اللہ نے محبوب ﷺ کے لئے دلیل کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا، بلکہ حضور ﷺ کے لیے فرمایا: برہان بنا کے بھیجا ہے، اور برہان ایسی دلیل ہوتی ہے جس کو کسی دلیل سے رد کیا ہی نہیں جاسکتا۔

حسینہ جمیلہ دا منہ موڑ دیتا
محمد بنا کے قلم توڑ دیتا

اور اللہ نے اپنے ربوبیت کی دلیل ان کو بنایا ہے، ضروری تھا حضور ﷺ کی ذات پہ کوئی عیب نہ ہو، کوئی نقص نہ ہو، کوئی خامی نہ ہو، کیونکہ اگر دلیل کمزور ہوتی تو ربوبیت کا دعوی کمزور ہو جاتا، توحید کا دعوی مضبوط ہے کیونکہ رسالت کی دلیل مضبوط ہے۔

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نَقْص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

محبوب ﷺ کی ذاتِ گرامی وجودِ باری تعالی کی مضبوط و روشن دلیل ہے، اس لیے اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
گفتگو سرکار کی قرآن کی تفسیر ہے
سوچتی تو ہو گی دنیا مصطفی کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

اور میرے امام لکھتے ہیں:

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرم راز ہے رُوحِ امیں
تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مِثل نہیں ہے خدا کی قسم

اس کو تول رہا ہے جس کو تولا نہیں جا سکتا

یہ تو آج مولوی کا دماغ خراب ہو گیا ہے، جو محمد عربی ﷺ کو تولنے چلا ہے، اگر اتنا شوق ہے تو آپ مجھ کو تول لیں، اور میں آپ کو تول لوں، یہ بتاؤ سونار کے چھوٹے سے ترازو میں رتی تولے کا حساب تو ہو جائے گا، کیا منوں ٹنوں کا بھی حساب ہو سکتا ہے؟ سونار کا ترازو ٹوٹ جائے گا۔ اس کو تول رہا ہے جس کو تولا نہیں جا سکتا۔ اللہ اکبر!

سنو حدیث رسول ﷺ سنو اور خود رسول ﷺ کی زبانی سنو:

یہ سب پر بھاری ہوں گے

روایت ہے حضرت ابو ذر غفاری سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیسے جانا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں حتی کہ آپ نے یقین کر لیا، تو فرمایا: اے ابو ذر! میرے پاس دو فرشتے آئے جب کہ میں مکہ کے بعض پتھریلے علاقہ میں تھا تو ان میں سے ایک تو زمین کی طرف آ گیا اور

دوسرا آسمان و زمین کے درمیان رہا تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کیا یہ وہ ہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں! اس نے کہا کہ انہیں ایک شخص سے تولو میں اس سے تولا گیا تو میں وزنی ہوا پھر اس نے کہا کہ انہیں دس سے تولو تو میں ان سے تولا گیا میں ان پر وزنی ہوا، پھر اس نے کہا کہ انہیں سو سے تولو میں ان سے تولا گیا میں ان پر بھاری ہوا وہ بولا انہیں ہزار سے تولو میں ان سے تولا گیا تو میں ان پر بھاری ہو گیا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ پلہ ہلکا ہونے کی وجہ سے مجھ پر گرے پڑتے ہیں تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر تم انہیں ان کی پوری امت سے تولو تو بھی یہ سب پر بھاری ہوں گے۔

(مشکوۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، فصل ثالث ص ۵۱۵ مطبوعہ مجلس برکات)

وہ رب اپنی شان میں کیسا ہوگا؟

اللہ اکبر! پیارو! ذرا غور تو کرو! کہ رب نے ایسا پیارا حبیب بنایا جس کا کوئی مقابل نہیں، جس کا کوئی مماثل نہیں، جس کا کوئی ثانی نہیں، تو وہ رب اپنی شان میں کیسا ہو گا؟ خود کیسی شان کا مالک ہو گا؟ وہ خود کتنی عظمتوں، رفعتوں برکتوں کا مالک ہو گا؟

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے
ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

اس بیان سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا

اور آخر میں، میں آپ سے ایک بات کہہ کر اجازت چاہوں گا، کہ آج آپ کو اس بیان سے اندازہ ہوا ہو گا کہ:

سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ‏ سب سے بالا و وَالا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی ‏ دونوں عالَم کا دُولہا ہمارا نبی
خلق سے اَولیا اَولیا سے رُسل ‏ اور رَسولوں سے اَعلیٰ ہمارا نبی

ذِکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو نمکین حسن والا ہمارا نبی
جس کی دو بُوند ہیں کوثر و سلسبیل ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کِھلے چھپ گئے پر نہ ڈُوبے نہ ڈُوبا ہمارا نبی
سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

یعنی رب نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو صرف خدا ہونا نہ دیا ورنہ تو اپنی ساری خدائی دے دی، اور سب دے دیا فرمایا: "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ" کہ محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم نے تمہیں سب کچھ دے دیا۔ ماضی کے صیغے سے بیان فرمایا، کہ دے دیا۔

جو رب آئندہ دے گا اس کا شمار کیسے ہوگا؟

اور پیارو! جو رب نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دے دیا اس کا کوئی حساب و شمار نہیں، تو اس کا کیسے حساب و شمار ہو سکتا ہے جو رب آئندہ دے گا۔ سورۃ والضحٰی میں فرمایا:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ(۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اور کتنا دے گا دینے والا جانے، کتنا ملے گا لینے والا جانے، محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کے اوصاف و کمال، حسن و جمال، بیان کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔

کیا کیا کہوں تجھے

اسی وجہ سے میرے امام نے تو محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سرور کہا، مالک کہا، مَولیٰ کہا، باغِ خلیل کا گلِ زَیبا کہا، حرماں نصیب کی امید گاہ کہا، جانِ مراد اور کانِ تمنّا کہا، گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں اَدا کہا، دَرمانِ دَردِ بُلبُلِ شیدا کہا، بیکس نواز گیسوؤں والا کہا، اور کہا:

اللہ رے تیرے جسمِ منوّر کی تابِشیں

اے جانِ جاں میں جانِ تجلّا کہوں تجھے

اور آگے چل کر بے داغ لالہ اور قمر بے کلف کہا، بے خار گلبنِ چمن آرا کہا، آقا ﷺ اب کیا کہوں؟ الفاظ ختم ہو گئے، بندہ عاجز ہوں، آقا ﷺ میں حادث ہوں:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

حرفِ آخر کہہ کر معذرت کر لی، محبوب ﷺ:

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامُشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

رب نے محبوب ﷺ کو سب کچھ دے دیا

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

فضائلِ کثیرہ عنایت کر کے تمام خَلق پر افضل کیا، حسنِ ظاہر بھی دیا، حسنِ باطن بھی، نسبِ عالی بھی، نبوّت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، کثرتِ امّت بھی، اعدائے دِین پر غلبہ بھی، کثرتِ فتوحات بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی کوئی انتہاء نہیں۔

اللہ الرحمٰن، کی بارگاہِ عالیشان، میں بندۂ ناقص و ناتمام، بعجز واحترام، بواسطۂ سرورِ ذیشان، عرض گزار ہے کہ ربِّ کریم ہمیں نارِ جحیم، سے نجات عطا کرے، اور رحمۃ للعالمین کی غلامیٔ دلنشین میں استقامت عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب!
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

خطیب
ابو میمونہ محمد شفیق خان عطاری
مدنی فتحپوری
10/OCT/2021
بروز: اتوار

☆...☆...☆...☆...☆...☆